تذکرہ امیرِ تبلیغ

مولانا محمد یوسف دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تالیف

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

ذوالنورین رضی اللہ عنہ اکادمی

بھیرہ : ضلع سرگودھا

نام کتاب :- تذکرہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر تبلیغ

نام مصنف :- مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ــــ بجنوری

سن طباعت :- ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

صفحات :-

قیمت :- ۲۴؍ روپے

مطبوعہ :- بدر رشید پریس لاہور

ملنے کے پتے

---

۱ :- مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور

۲ :- مکتبہ رشیدیہ ــ لاہور ــ ساہیوال

۳ :- البدر پبلیکیشنز صدر کواپریٹو مارکیٹ ــ کراچی

۴ :- مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار ــــ راولپنڈی

۵ :- یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار ــ پشاور

۶ :- قلات پبلشرز ۔ جناح روڈ ــ کوئٹہ

۷ :- مکتبہ دینیات ــــــ رائیونڈ

۸ :- ادارہ کریمیہ تعلیم القرآن اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

هو قول الحق الذي فيه يمترون

سورۂ مریم رکوع ۲

من المؤمنين رجال صدقوا

ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر

انتساب

ان مجاہدین کے نام جنہوں نے کلمۂ طیّبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کو پھیلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کردیں

بنا کردند خُوش رسمے بخاک و خُون غلطیدَن
خدا رحمت کُند ایں عَاشقانِ پاک طینت را

عَزیزُ الرّحمٰن بجنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے "ذو النورین، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اکادمی بھیرہ، ضلع سرگودہا کو حضرت امیر التبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی قدس اللہ سرہ العزیز کا تذکرہ اہل پاکستان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب فرمائی"

15192

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کیا تھے اور انہوں نے قحط الرجال کے اس دور میں اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور اسکی سربلندی کے لئے کیا خدمات سر انجام دیں ؟ کتاب کا اصل موضوع یہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قارئین اس سے نہ صرف محظوظ ہوں گے بلکہ رحمت باری سے امید ہے کہ ان کے قلوب میں اس کام کی لگن بھی پیدا ہو گی، فاضل مصنف، حضرت شیخ الاسلام و المسلمین مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے فیض یافتہ اور متعدد قابل قدر اور وقیع کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ اس بین الاقوامی تحریک تبلیغ کے اہم فرد ہیں آپ نے کمال محنت سے یہ گلدستہ تیار کیا ہے جسکی اشاعت کا ہمیں شرف حاصل ہو رہا ہے، قارئین سے جہاں صاحب تذکرہ اور مصنف کیلئے دعا کی درخواست ہے وہاں یہ گذارش بھی ہے کہ بندۂ ناچیز اسکے والدین، عزیز بہن بھائیوں اور مخلص دوستوں کو بھی اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں جن کی مختلف النوع قربانیوں کے سبب یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوئی"

خاکپائے اسلاف

محمد عزیز الرحمان خورشید، ناظم" ذو النورین رضی اللہ عنہ اکادمی، بھیرہ، ضلع سرگودہا"

۲۶ رشوال المکرم ۱۴۰۰ھ = ۷ ر ستمبر ۱۹۸۰ء

فہرست

15192

مقدمہ

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ؛ پروردگار عالم خالق کائنات قادر مطلق نے انسان کو عجوبہ قدرت اور اشرف المخلوقات بنایا، اور اپنی گوناگوں نعمتوں سے اس کو سرفراز فرمایا، مختلف صلاحیتیں اس میں ودیعت رکھی اور اپنی صفاتِ جمال و جلال کا مظہر تام بنایا،

انسان کو جسم و روح سے مرکب بنایا گیا، یہ مادی بھی ہے، اور روحانی بھی اپنے وجود و بقاء اور ترقی و عروج میں مادیات کا بھی محتاج ہے اور روحانیت کا بھی اس لئے انسان کی پیدائش سے پہلے اس کی مادی اور روحانی تمام ضروریات کو فراہم کیا گیا،

جس طرح کائناتِ عالم کو مادی ضروریات پورا کرنے کے لئے وجود عطا کئے تاکہ ان کے ذریعہ جد و جہد سے ذرائع معاش حاصل کرے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

اسی طرح اس کی روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک نظام زندگی اور دستور العمل بنایا گیا، اس نظامِ زندگی اور دستور العمل کی قبولیت کا نام اسلام ہے، جس کی تکمیل انبیاء اور رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی، جو تمام نوعِ انسانی کے لئے آخری ہدایتِ خداوندی ہے، یہ بندگی کی وہ صراطِ مستقیم ہے۔ جس کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا، اور انجام و اختتام نبی آخر الزمان سردار دو عالم صلی اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات پر ہوا، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اس روحانی سلسلہ کی کڑیاں

ہیں، یا عمارتِ اسلام کی پائیدار اینٹیں۔ بنی نوعِ انسان کے اجسام کی پیدائش اور روئے زمین پر رہائش سے پہلے روزِ اول میں تمام ارواحِ انسانی کو پیدا کیا گیا۔ اور ان سے اپنی ربوبیت اور خدائی کا اقرار لیا گیا، جس کا منشا و مقصد بھی یہی تھا، کہ مادی اجسام میں آنے کے بعد اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ ان کو روحانی پرواز حاصل ہو، اور ان کے روحانی کمالات اور جواہرات منظرِ عام پر آئیں، شرافت و کرامتِ انسانی کا روئے زمین پر جلوہ نظر آئے، اور اجسامِ انسانی رشکِ ملائکہ بن جائیں، جو پروردگارِ عالم کی ایک روحانی اور سراسر نورانی مخلوق ہے۔ جس کا کام ہی اپنے پروردگار کی بندگی و عبادت اور اطاعت و فرمانبرداری ہے، یہ پاکیزہ مخلوق بالکل معصوم ہے، گناہ اور نافرمانی کا اس میں مادہ ہی نہیں،

اس کے بالکل برعکس، شیطان اور اس کی ذرّیات کو طغیانی اور سرکشی کی فطرت پر بنایا گیا، ان میں عبادت و اطاعت کی صلاحیت ہی نہیں، تخلیقِ انسانی سے پہلے اس کی زندگی کے لئے یہ دو راستے بنائے گئے، رحمانی اور شیطانی، کیونکہ انسان کی فطرت میں دونوں مادے ودیعت کئے ہوئے ہیں۔ رحمانی صراطِ مستقیم بھی عبادت و اطاعت کی شاہراہ ہے، جو ایک ہے، اور روزِ ازل سے کھلی ہوئی ہے۔ اور شیطانی راستے "بیشمار" ہیں جس راہ سے یہ طغیانی اور سرکشی آئے، نافرمانی کا جذبہ اُبھرے وہی شیطانی راستہ ہے، جو تباہی کی جانب لیجاتا ہے۔ شیطانی راستوں کی جانب شیاطین دعوت دیتے ہیں، اور انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے طرح طرح کے جال پھیلاتے ہیں،

ضرورت تھی کہ رحمانی صراطِ مستقیم کی جانب دعوت دینے والا بھی ایک پاکیزہ گروہ بھیجا جائے جو انسانوں ہی میں سے ہو، جن کی فرشتوں کے ذریعہ تربیت اور حفاظت کی جائے۔ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت ہے، جو اپنی روحانیت اور نورانیت میں فرشتوں سے مشابہت رکھتی ہے، اور خطا و لغزش سے محفوظ اور مامون ہے، اور دوسری جانب نوعِ انسانی سے تعلق رکھتی ہے، ان ہی کی طرح بشر ہے، روزِ ازل ہی میں دوسرا معاہدہ ان انبیاء اور رسولوں کی روحوں سے بھی یہ لیا گیا، کہ جب نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ، دینِ اسلام تکمیلی شان کے ساتھ بھیجا جائے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و حمایت کرنا۔

درحقیقت یہ روزِ ازل کا دوسرا معاہدہ بھی "تمام ارواحِ انسانی" سے ہے۔ جو ان کے مذہبی

پیشواؤں کی وساطت سے ان کی امتوں اور پیروں کاروں سے لیا گیا۔ جس کی وجہ سے کل کائناتِ انسانی مذہبِ اسلام کی نصرت و حمایت کی پابند ہے، اور جو امتیں بھی نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد روئے زمین پر تھیں۔ یا ہیں۔ اس معاہدہ کی پابند ہیں، اس معاہدہ کو اصلاً پورا کرنے والی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت تھی۔ جس میں ہر فرد منتخب اور برگزیدہ تھا۔ جنہوں نے اسلام کی دعوت اور نصرت و حمایت میں ہر قربانی پیش کی۔ جس کا اعتراف قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ کہ دیہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا، اُس عہد کو جو اللہ سے کیا گیا تھا، اور اس قربانی کے صلہ میں پروردگارِ عالم کی جانب سے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی خدا ان سے راضی ہوا، اور وہ خدا سے راضی ہوئے کا دائمی پروانہ گروہِ صحابہ کو عطا کیا گیا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو رہنمائی کی سندِ عام عطا فرمائی، کہ :- اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ کہ میرے صحابہ ایسے ستاروں کی مانند ہیں کہ ان میں سے جس کے ذریعہ بھی راستہ ڈھونڈو گے۔ منزل پر پہنچ جاؤ گے،

صاحبِ سوانح حضرت جی (یعنی مولانا محمد یوسف قدس سرہ) کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات سے خصوصی شغف اور لگاؤ تھا، جس کا زندہ ثبوت عربی میں ان کی کتاب "حَيَاةُ الصَّحَابَة" ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی و علمی زندگی کا بہترین شاہکار ہے، جس کے نتیجہ میں اسلام کی دعوت اور نصرت و حمایت کے وہ تمام جذبات اور رجحانات قلب میں سما گئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی امتیاز تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشکوٰۃ نبوت سے بھی تعلق رہا۔ اور حدیث نبوی میں پورا پورا انہماک۔ گویا قلب کا تعلق شمع نبوت سے بھی رہا۔

اور ان پروانوں سے بھی جن کے ذریعہ دینِ حق کی ہدایت کی روشنی عالم میں پھیلی دِل کی دُنیا کو بدلنے کے لئے یہ امور اصل اصول ہیں۔ جو براہِ راست مرکز رشد و ہدایت سے وابستگی ہے اور اللہ و رسول کے تعلق کی اصل بنیاد ہے، پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ دین کی اشاعت اور عمومیت کا جذبہ وراثت میں باپ دادا سے بھی منتقل ہوا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ کا بستی حضرت نظام الدین اولیاء بنگلہ والی مسجد میں قیام دین کی

اشاعت اور عمومیت ہی کے لیئے تھا میوات جیسے جاہل خطہ میں جہاں ہر نوع کی منشرکانہ رسوم مسلمانوں میں رائج تھیں، دین کی واقفیت اور ذوق کا پیدا ہو جانا آپ ہی کی جد وجہد اور مساعی کا ثمرہ تھا، آپ صرف تعلیم ہی نہیں دیتے تھے، بلکہ پڑھنے والوں کی اس طرح تربیت فرماتے تھے، کہ ان میں دینی بصیرت، دینی واقفیت، دینی ذوق اور دینی پختگی نمایاں نظر آتی تھی، اردو میں بھی ان کو مسائل کی اتنی واقفیت تھی کہ غلط مسائل پر مولویوں کو ٹوک دیتے تھے، امانت داری، دیانت داری، حق گوئی، تقویٰ و پرہیز گاری ان کی امتیازی شان تھی میوات کے ابتدائی سفروں میں، میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ کہ جس مقام پر بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کا کوئی شاگرد مقیم تھا، وہ دینی مرکزیت اور مرجعیت کی شان رکھتا تھا، مگر یہ دائرہ بہت محدود تھا، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد صاحب نے اس کو اور زیادہ وسعت دی، پھر بھی میوات کے ایک محدود حلقہ میں یہ سلسلہ محصور رہا،

حضرت مولانا محمد صاحب کے وصال کے بعد، جب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے والد گرامی بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں منتقل ہوئے تو اس سلسلہ کی عمومیت اور افادیت اور زیادہ پھیل گئی، اور میوات کے دائرہ سے نکل کر ہندوستان کے اطراف میں پہنچ گئی، اور اب تو ایک عالمگیر شہرت اختیار کر لی ہے، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں،

اب دنیا کے مختلف ممالک یورپ اور امریکہ اور حجاز وغیرہ سے لوگ اس دعوت کے کام کی افادیت اور اہمیت کو محسوس کر کے اور اپنے علاقوں میں عملاً تجربہ کر کے ہندوستان آکر اسی میوات کے خطہ میں اور دوسرے علاقوں میں گھومتے ہیں، میوات کے لوگوں کو بھی اس کام کی برکت سے اللہ نے ملکوں میں اس دعوت کے کام کو پہنچانے کی سعادت عطا فرمائی، یورپ امریکہ اور افریقہ سے جو حضرات تبلیغی جماعتوں میں گھوم کر واپس آئے اور اس کے بعد بھی جو جماعتیں وہاں سے آئیں، ان سب کی کارگزاری اور تاثرات معلوم ہو کر اندازہ ہوا کہ جو کام بڑے بڑے ادارے کرنے میں ناکام رہے ہے وہ کام خدا نے اس سیدھی سادی نقل وحرکت اور محنت کے ذریعہ کرا دیا اس لیئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی

کی محنت سے بڑی مشابہت رکھتی ہے،

دین کی اشاعت و خدمت کا جذبہ محض باپ دادا ہی سے نہیں ملا، بلکہ یہ خاندانی ورثہ ہے، جس کا نسلاً بعد نسلٍ حصہ ملا۔

اس خاندان کے مورث اعلےٰ مفتی ابوسعید صاحب قادری رازی رحمۃ اللہ (جو حضرت امام فخر الدین رازی کے ہمعصر تھے) ۶۱۰ھ میں ملک عراق "شہر آمی" کے مکران کے راستہ ہندوستان تشریف لائے، اور قصبہ کیرانہ و جھنجھانہ میں آئے یہ سلطان شہاب الدین محمدؒ غوری کا زمانہ تھا، سلطان نے آپ کا اعزاز و اکرام کیا اور شیخ الاسلام کا خطاب عطا کر کے ان قصبات کی دینی رہنمائی آپ کے سپرد کی اس کے بعد سے یہ خاندان ہر دور میں علم و فضل اور اشاعتِ دین میں نمایاں طور پر ممتاز رہا۔ افتاء اور قضاۃ اس خاندان میں مستقل رہی مفتی ابوسعید صاحب قادری رازی کے ایک فرزند شیخ کمال الدین تھے، جن کی اولاد سے شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی ہیں جو سلسلہ طریقت کے مشہور و معروف مشائخ میں سے ہیں،

دوسرے فرزند شاہ قطب شاہ تھے، جن تک صاحبِ سوانح کا سلسلہ نسب پہنچتا ہے، اس سلسلہ کے بعض بزرگوں کے کچھ حالات میں نے قلمبند بھی کئے ہیں جو "حالاتِ مشائخ کاندھلہ" کے نام سے شائع بھی ہو گئے ہیں۔

قدرت نے مزید یاوری یہ کی کہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب دامت فیوضہم العالیہ ہمہ تن اس کام کی جانب متوجہ ہو گئے، کیونکہ حضرت موصوف بھی آخر اسی خاندان کی شمع ہدایت ہیں، اور اسی سلسلہ کی کڑی ہیں، حق تعالیٰ اس فیضان کو تا دیر قائم رکھے۔ اس وقت تو جماعت ولی اللّٰہی کے آخری مرجع اور مسلّم مقتدا اور امام آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مرغوب اور مقبول، دین حق کے بارے میں جد و جہد اور جانی و مالی قربانی ہے، یہی جہاد فی سبیل اللہ کا مقصود ہے۔ کہ زورِ بازو، زورِ زبان، زورِ قلب ہر طرح سے باطل کا مقابلہ کرے اور باطل کو سرنگوں کرے اور اس سلسلہ میں

ہر نوع کی قربانی بے دریغ کرے کیونکہ مومن و مسلمان کا مال اور جان، عزت و آبرو سب جنت الفردوس کے معاوضہ میں خریدا ہوا ہے، اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

للہ الحمد کہ آفریدہ مرا ⁂ با ہزاراں گنہ خریدہ مرا

ایمان اور اس کے فروغ و عروج کے لئے جد و جہد، جانی اور مالی قربانی بھی اس تجارت کا اصل سرمایہ ہے، جس پر آئندہ زندگی میں منافع اور ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الآية

مزید انعام و اکرام اور لطف و احسان یہ کہ اس سرمایہ کو لگا دینے کے بعد، اس کے سارے منافع، انسان ہی کو ملتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پروردگار عالم خود اس سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ یہ مومن و مسلمان کے لئے بھی معراج ترقی اور عروج ہے۔ جس نے جس قدر مساعی اور قربانیاں دیں، اسی قدر عروج و ترقی پایا اور مقرب بارگاہ ہوا۔ اس تجارت کے اصل منافع انبیاء کرام علیہم السلام نے حاصل کئے، اس مقدس اور برگزیدہ جماعت کو بھیجا اسی لئے گیا تھا اور ان کی امتیازی اور خصوصی شان ہی یہ تھی ان کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی، جنہیں نبی آخر زمان کی نصرت و حمایت کیلئے منتخب کیا گیا تھا، جو عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری میں نقوش ثانی تھے اور اغراض نفسانی سے پاک و صاف۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں بھی جو فرق و امتیاز تھا وہ اسی دعوت دینی کی جد و جہد اور راہ مولیٰ میں جہاد کی بنا پر تھا۔ مجاہدین اولین، مجاہدین آخرین سے ارفع و اعلیٰ شمار کئے جاتے تھے۔ صاحب حیاۃ عزیز گرامی نے اس سلسلہ میں کسقدر جد و جہد کی اور اپنی قوتوں کو جس طرح اس راہ میں خرچ کیا، اس کے اجمالی نقوش، سوانح نگار نے زیر نظر کتاب میں پیش کر دیئے ہیں، جو مؤلف کی جانب سے ان کی خدمت میں عقیدت و محبت کے چند پھول ہیں اور ان کے وابستگان کے لئے بہترین یادگاری تحفہ

اور نمونہ عمل ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس جس راستہ پر وہ گامزن تھے جس مقصد کی جانب رہنمائی کر رہے تھے، اس پر پہنچنے سے پہلے، امیر کارواں قافلہ کو درمیان راہ میں چھوڑ گیا کشتی ساحل تک نہ پہونچ پائی تھی کہ ناخدا چل بسا کیونکہ ابھی تک انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی دعوت اور طرزِ زندگی کی مشق ہی تھی تاکہ امت مسلمہ میں دوسری قوموں کو جذب وکشش کی صلاحیت اور قابلیت رونما ہو جائے۔ اور وہ ان کو اپنے میں مدغم کر سکیں جو انسانی خیر خواہی اور ہمدردی کا اصل تقاضا ہے، اور انبیاء کرام کی بعثت اور نبوت و رسالت کا اصل مقصود ہے۔

کیا عجب ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم العالی کے شغف و انہماک سے کشتی ساحل سے لگ جائے اور کارواں منزل مقصود پر آجائے۔

غرض عزیز محترم گرامی قدر و منزلت نے جس قدر اس راہ میں جانفشانی وسعی و قربانی دی اسی قدر پرواز نصیب ہوئی اور مرتبہ کمال پایا جس کا حقائق شناس نگاہوں نے اعتراف کیا۔

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب جنہوں نے سوانح کے نقش و نگار قائم فرمائے ہیں میرے بزرگ بھی ہیں، اور میرے بزرگوں سے وابستہ بھی، سوانح نگاری کا خاص ذوق رکھتے ہیں، مشہور اہل قلم اور صاحب تصنیف بزرگ ہیں اس لئے مجھ ایسے عامی آدمی کی توصیف و تحسین سے کتاب بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے۔

یورپ کا سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ آج اپنی مادی تباہ کاریوں سے خود پریشان ہے۔ اس کو اسی امن و سلامتی اور تسکین قلب، کی طلب و جستجو ہے، جس کے لئے مذہب اسلام کو بھیجا گیا اور عالمگیر و ہمہ گیر مذہب قرار دیا گیا، صرف سلیقہ کے ساتھ ان تک اسلام پہنچانے کی دیر ہے ان حالات میں مسلمانوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟

واقعات سے متاثر ہو کر یہ چند باتیں لکھی گئیں خدا کرے قبول خاطر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؛

خاکسار محمد احتشام الحسن کاندھلوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا: حضرت جی مولانا یوسف صاحب قدس سرہٗ (متولد ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء) سے میری پہلی ملاقات ۱۹۵۸ء میں ہوئی تھی، اگرچہ دیکھنے اور مصافحہ کرنے کی حد تک ملاقات اس سے پیشتر سے تھی، لیکن گفتگو، بات چیت کی نوعیت کی ملاقات سنِ مذکور سے ہوئی، میں نے اس وقت ہی محسوس کرلیا تھا کہ یہ شخص اس مرتبہ کا ہے، کہ اس کے الفاظ، عادات واطوار کو محفوظ رکھنا چاہئے، اس شخص کے لئے نہیں، بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لئے۔

میری ان سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا بستی نظام الدین پہونچ کر بھی اور اجتماعات میں بھی اور مراسلت کے ذریعہ بھی، جس سے میرے مذکورہ خیال کی تصدیق ہوتی رہی، ہر اگلی ملاقات پچھلی ملاقات کی تصدیق کرتی تھی اور خیال رفتہ رفتہ یقین کے درجہ میں داخل ہوتا رہا، نوبت بایں جا رسید کہ دسمبر ۱۹۶۴ء میں سہارنپور کا اجتماع ہوا، اور یہ عاجز راقم الحروف اس میں شریک ہوا۔ حضرت جی رح تقریر سے فارغ ہوئے اور کھانے کے لئے دسترخوان پر تشریف لائے۔ رات کے گیارہ بجے ہوں گے میں بھی حاضر تھا اور احباب بھی تھے سب ایک دوسرے سے باتوں میں مشغول تھے حضرت جی مجھ سے مخاطب ہوئے۔

(یہ عرض کردینا نامناسب نہ ہوگا کہ میں نے حضرت جی سے کبھی اپنا خیال ظاہر نہیں کیا تھا، آج کی مجلس میں سوچ رہا تھا کہ حضرت جی اپنے بچپن کے کچھ حالات بیان فرمادیتے تو میری جمع کردہ یادداشت میں ایک تسلسل قائم ہوجاتا، حضرت جی نے غالباً اس خیال کو محسوس کرلیا)

اور اپنے ابتدائی حالات بتلانے شروع کر دیئے، جنکو میں نے ان ہی کی روایت سے اس کتاب میں نقل کیا ہے، افسوس کہ یہ سلسلہ جلد منقطع ہوگیا اور اس کے بعد ان کی زبان کے بجائے دوسروں کے زبان وقلم کا سہارا لینا پڑا۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ سمجھیں کہ مجھے ذوق تالیف وتصنیف ہے جس کی وجہ سے میں اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہوں، یہ بات نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا وجود، ضرورت نہیں ہے بلکہ ادائیگی حق ہے، جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے۔ خدام الدین لاہور کے حضرت جی نمبر، اور الفرقان لکھنؤ کے یوسف نمبر نے اس کو پورا کر دیا ہے یہ اگرچہ اپنی جگہ درست ہے کہ کسی دوست نے میرے اس خیال کو حضرت جی کے وصال کے بعد الجمعیۃ اخبار میں خبر کے طور پر شائع کر دیا، اس کے بعد ہی مذکورہ دونوں نمبر وجود میں آئے اور لکھنؤ کے حلقہ کی طرف سے بھی "جمال یوسفی" کے نام سے ایک کتاب کا اعلان ہوا۔ بایں ہمہ میں نے یہی سوچا کہ برسہا برس سے جو خیال اس منزل تک آیا ہے، اس کو اب تشنہ تکمیل نہ چھوڑنا چاہیئے، اس لئے بنام خدا اس کتاب کی تالیف کو بدستور جاری رکھا،

بلا تصنع عرض کرتا ہوں اب تک حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس عاجز کے قلم سے جتنی کتابوں کو وجود عطا فرمایا ہے ان میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں ہے جو ایک جگہ بیٹھ کر لکھی گئی ہو، بلکہ کچھ قیام گاہ پر، کچھ بس کے اڈوں، بسوں، ریلوے اسٹیشنوں، ریل گاڑیوں، اور حد یہ ہے کہ بعض دفعہ دوکانوں کے تختوں پر قلمی کاوشوں کا سلسلہ جاری رہا ہے، اور خصوصاً یہ کتاب تو تمامہ اسی طرح لکھی گئی ہے، شاید یہ حضرت جی کے تصرفات روحانیہ کی وجہ ہو انہوں نے فرمایا تھا۔

"دین ایک جگہ بیٹھ کر سمجھ میں نہیں آتا، دین نقل وحرکت کرنے سے سمجھ میں آتا ہے دیکھو قرآن ایک مقام پر نازل نہیں ہوا ہے۔ کبھی گھر میں، کبھی سفر میں کبھی جنگ وجہاد میں"

الحاصل یہ کتاب ضرورت نہیں بلکہ ادائیگی حق ہے اور اس حیثیت سے اس کو ضرورت کا درجہ بھی دے دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہ اس زمانہ میں مغربیت اور اس کا نظام جس بری طرح ذہنوں پر مسلط ہے جس نے سوچنے کا اسلامی طرز فکر بالکل فنا کر دیا ہے

اور حدیہ ہے کہ موجودہ علماء کا ایک بڑا طبقہ اور جماعت اسی کو اپنا عقیدہ بنائے ہوئے ہے ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ جس کثرت کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر کی اشاعت کی جائے کم ہے، حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے، "موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی بیحد وحساب نقل وحرکت اور ان چھ نمبروں کی اشاعت ہے" اس پر عاجز نے بہت سوچا بالآخر شرحِ صدر ہوگیا، اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں: "دنیا وآخرت کی کامیابیاں ادھر ہیں"

بعض احباب نے مجھ سے کہا "میاں ان کی سوانح حیات میں کیا ہوگا وہی چھ نمبر اور تبلیغ" بات سچ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی تو یہی نشر واشاعت اسلام ہے، میں بلا جھجک کہتا ہوں حضرت جیؒ اسلام کے داعی، سراپا داعی، بلکہ ایک ایسے انسان تھے کہ جن کا نام یوسف کے بجائے "دعوت اسلام" رکھ دیا جائے تو درست ہوگا، لہذا اس کتاب میں ان کی حیات کے مطابق دعوت ہی دعوت ہے،

میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی حیات کو ان ہی کے الفاظ اور ارشادات سے ترتیب دوں، مگر میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور کام ادھورا رہ گیا تاہم میرا یہ نقطۂ نظر کتاب میں موجود ہے، اسی وجہ سے میں نے اس کتاب میں بھرپور کوشش کی ہے دعوتی چیزیں تبلیغی کام اور اس کے فوائد حضرت جیؒ کے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ آجائیں،

آخری باب ارشادات کے عنوان کے تحت، حضرت جیؒ کے ملفوظات اور ان کی تقریروں کے ذریعہ حضرت جیؒ کے نقطۂ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کے بعد ایک تقریر بھی بعینہٖ نقل کردی گئی ہے، میرے نزدیک وہ تقریر پوری دعوت کی جان ہے۔

یہ میں جانتا ہوں کہ داعی کے مرتبہ کے مطابق میں اس کتاب کو ترتیب دینے میں قاصر رہا ہوں، اس لئے میری یہ تالیف حضرت جی کے بارے میں نقشِ آخر تو نہیں ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب اس طرح کی بہت سی چیزیں جمع ہوجائیں گی تو کوئی مؤلف نقشِ آخر بھی ترتیب دے سکے گا، میری یہ سطریں ہفتہ کے دن ١٠ ر رجب المرجب ۸۵ھ کو گنگوہ میں

وجود میں آئی ہیں، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے، آمین،
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تحریر طبع ثانی

حضرت جیؒ کے وصال کو دس سال ہو چکے ہیں، اور میری اس حقیر کتاب کی طبع اول کو بھی اتنا ہی عرصہ ہو رہا ہے، کتاب کی مقبولیت اور اس کے اقتباسات کی اخبار اور رسائل میں کافی اشاعت ہو چکی ہے اس عرصہ میں پوری دنیا میں عموماً اور اندرون ملک خصوصاً بہت سے اہم واقعات اور حالات پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے، شب و روز کے تغیر و تبدل، حالات کے نشیب و فراز کے دوران ہمدردانِ ملت اور بہی خواہانِ اسلام نے حضرت جیؒ اور ان کی دعوت کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ اور میں نے ہی نہیں بلکہ بہت سے اہل علم و فکر حضرات نے ملت کے حق میں حضرت جیؒ کے عطا کردہ نسخہ کو مفید جانا ہے، یہ بات دیگر ہے کہ بعض افراد یا بعض مسلم تنظیموں کو تبلیغی جماعت کے نام سے دل چسپی نہ ہو بلکہ دوسرے طرز فکر اور ڈھانچہ سے وابستگی ہو لیکن ہم نے جب ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کیا ہے تو تبلیغی نسخہ سے فرار و پرہیز کرتے نہیں پایا، بلکہ حضرت جیؒ کے بارے میں صاف اعلان کرتے سنا ہے:۔

"وہ بہت صاف ذہن و دماغ رکھتے تھے، ان کے افکار نہایت پاکیزہ تھے اور موجودہ زمانہ میں ان سے زیادہ اچھا اور واضح لائحہ عمل پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

ممکن ہے بعض اس کو غلو فی العقیدت قرار دیں لیکن کسی الزام کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جو الزام دلائل سے عاری ہوتا ہے وہ تعصب یا حسد کہلاتا ہے۔

طبع ثانی کے اس ایڈیشن میں میں نے جگہ جگہ قدرے وضاحتیں کی ہیں۔ اور ثابت کیا ہے، کہ حضرت جیؒ کا نقطہ نظر کتنا پاکیزہ تھا، چنانچہ مختلف اقتباساتِ ملفوظات کی تشریح اسی وجہ سے کی گئی ہے

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت جیؒ کی اس مختصر سوانح حیات کو غیر معمولی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی اور اس کے مقابلہ میں بڑی سوانحِ یوسفی اتنی مقبولیت

حاصل نہ کر سکی، وجہ غالباً کتاب کا اختصار اور جامعیت ہے، وللہ الحمد
موجودہ ایڈیشن میں میں نے مختلف حضرات کی پیش کردہ ترمیم اور اضافہ کو بھی شامل کر دیا ہے اب انشاء اللہ دوبارہ ترمیم اور اضافہ کی ضرورت پیش نہ آئے گی

والسلام

عزیز الرحمٰن بجنوری

****
****

باب اول

خاندانی تعارف

15192

آسمانِ رشد و حکمت کا درخشاں آفتاب
دورِ حاضر کا وہ یوسف بیمثال ولاجواب

امیر الاسلام و رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی حیات طیبّہ کے ان چند اوراق کو ان کے خاندانی تعارف سے اس وجہ سے شروع کیا جا رہا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے وہ اپنی دینداری، خلوص وللّٰہیت اور خدمتِ خلق و اسلام میں ہندوستانی مسلمانوں کا ویسا ہی گھرانہ تھا جیسا کہ دہلی کا ولی اللّٰہی گھرانہ، اگر اس خاندان کے تمام افراد (از اصاغر تا اکابر) کو گوہر شب چراغ آفتاب و ماہتاب کہا جا سکتا ہے، تو بلا شک و شبہ اس کاندھلوی خاندان کو "ایں خانہ تمام آفتاب است" کا صحیح مصداق قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلاشک اس گھرانے کے تمام افراد از اصاغر تا اکابر بکھرے ہوئے گوہر بے بہا اور ستارگان شرمندۂ آفتاب و ماہتاب ہیں، چنانچہ سطور ذیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ حضرت رئیس التبلیغ نے جس خاندان میں جنم لیا اور جن گودوں میں تربیت و پرورش پائی وہ اپنے زمانہ کی مقدس ہستیاں اور بے مثال آغوش تھیں،

نسب نامہ

مولانا محمد یوسف صاحبؒ بن مولانا محمد الیاس صاحبؒ، بن مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ، بن غلام حسین صاحبؒ، بن حکیم بخش صاحبؒ، بن حکیم غلام محی الدین صاحبؒ بن مولوی محمد ساجد صاحب، بن مولوی محمد فیض صاحب، بن مولوی محمد شریف صاحبؒ بن مولوی محمد اشرف صاحب، بن شیخ جمال، بن محمد شاہ، بن شیخ بابن شاہ، بن شیخ

بہاؤ الدین صاحب، بن مولوی شیخ محمد، بن شیخ محمد فاضل بن شیخ قطب شاہ ؎۱

آپ کا سلسلہ نسب جناب مفتی الٰہی بخش صاحب اور مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے، جناب مولوی محمد شریف صاحب پر جاکر مل جاتا ہے اس طرح آٹھ پشت بعد آپ اور مفتی الٰہی بخش و مولانا مظفر حسین صاحب ہم جد ہو جاتے ہیں، اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے،

مفتی الٰہی بخش صاحب

مفتی الٰہی بخش صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد رشید اور شاہان مغلیہ کے نزدیک نہایت باوقار شخصیت تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے سلوک و شریعت دونوں قسم کی تعلیم حاصل کی اور جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے اعلان جہاد کیا تو ان کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی اور ۱۲۴۵ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا آپ کم وبیش چالیس کتابوں کے مصنف ہیں، قصیدہ بانت سعاد کا اردو، فارسی، اشعار میں ترجمہ آپ کی قابلیت کا مرقع ہے۔

مولانا مظفر حسین صاحب

حضرت مفتی صاحب مرحوم کے دوسرے بھائی مولانا محمود بخش صاحب تھے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب ان ہی کے فرزند ارجمند ہیں، آپ نے مفتی الٰہی بخش صاحب اور ان کے بعد شاہ محمد اسحاق صاحب سے تعلیم حاصل کی مفتی صاحب کے انتقال (۱۲۴۵ھ) کے بعد ہر دو قسم کی تعلیم کا سلسلہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب سے قائم کر لیا ؎۲ آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے معاصرین اور محبین مخلصین میں سے تھے زہد و تقویٰ میں آپ کے زمانہ میں آپ کا مثل نہیں تھا ؎۳

؎۱ از قلم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ

؎۲ الرحیم کراچی اپریل ۱۹۶۵ء

؎۳ تذکرۃ المشائخ دیوبند

امی بی

آپ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی ہیں، امی بی کے بطن سے ایک صاحبزادی بی صفیہ تھیں، جن کا عقد مولانا محمد اسماعیل صاحب (پدر بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور جدّ محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ) سے ہوا تھا،

امی بی، اپنے والدِ محترم حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی طرح نیک سیرت اور رابعہ صفت خاتون تھیں، ہر وقت ذکر الٰہی، اوراد وتسبیحات میں مشغول رہتی تھیں،

بی صفیہؒ

یعنی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی دادی، بڑی جیّد حافظہ تھیں انہوں نے قرآن پاک اس وقت یاد کیا تھا، جس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے تائے اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ گود میں تھے، یہ بھی اپنی والدہ ماجدہ اور محترم نانے کی طرح نہایت پرہیز گار، عابدہ زاہدہ تھیں،

حضرت بی صفیہ باوجود عورت ذات ہونے کے اور ان تمام مراحل وعواقب کے باوجود جو ایک حوّا کی بیٹی کو پیش آتے ہیں۔ قرآن پاک سے گہرا شغف رکھتی تھیں رمضان مبارک میں تو قرآن پاک کا دور شباب پر ہوتا تھا روزانہ ایک قرآن پاک اور مزید دس پارے ختم کر لیا کرتی تھیں اس طرح پورے رمضان میں چالیس قرآن پاک ختم کرتی تھیں، بال بچوں اور امور خانہ داری کی مصروفیات کے ساتھ درود شریف پانچہزار، اسم ذات پانچہزار، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ایک ہزار نو سو، يَا مُغْنِيْ گیارہ سو، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بارہ سو يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ دو سو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دو سو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و اللّٰهُ اَكْبَرُ دو سو اَسْتَغْفَار پانچ سو اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ایک سو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ سو رَبِّ اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سو رَبِّيْ اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ سو لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ سو بار، نیز قرآن پاک

کی ایک منزل، ان کے روزانہ کے معمولات تھے [1] ان ہی مقدس بی بی کے بطن سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب پیدا ہوئے، اور ان دونوں کے تیسرے بھائی حضرت مولانا محمد صاحب کی والدہ دوسری خاتون تھیں

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رح

آپ حضرت جی کے دادا ہیں، آپ کا قدیم آبائی وطن جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) ہے لیکن پہلی بیوی کے انتقال کے بعد جب آپ کا عقد حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی نواسی محترمہ بی صفیہ سے ہوگیا تو آپ نے کاندھلہ کی سکونت اختیار کرلی تھی، اسی وجہ سے اس سلسلہ کے حضرات کو کاندھلوی کہا جاتا ہے۔

دہلی میں آپ نے اس وجہ سے قیام فرمایا کہ یہاں آپ مرزا الٰہی بخش (بہادر شاہ ظفر کے سمدھی) کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، اور چونسٹھ کھمبہ کے پھاٹک کے اوپر کے مکان میں رہتے تھے، اسی کے قریب ایک مسجد تھی (جس کو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا ہے اور جہاں اب بھی تبلیغی مرکز ہے) وہاں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے،

حضرت مولانا ایک خدارسیدہ سیدھے سادے بزرگ تھے، خدمتِ خلق اور اسلام کا جذبہ رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا اجتماعات اور ہجوم کے دنوں میں لوگوں کے لئے پانی اور لوٹوں کا انتظام رکھتے تھے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کسی مسلمان کی تلاش میں نکلے، باہر سے چند میواتی شہر میں مزدوری کرنے کے لئے آرہے تھے آپ نے ان سے دریافت کیا کہاں جاتے ہو، عرض کیا مزدوری کرنے، آپ نے فرمایا جو مزدوری تمہیں شہر میں ملیگی وہ یہیں مل جائے گی، چنانچہ آپ اپنے ساتھ لائے اور نماز و قرآن پاک سکھانے لگے، جب ان کو یاد ہوگیا مزدوری دیکر رخصت کیا، یہ ہے بنگلہ والی مسجد سے شروع ہونے والی تبلیغ اور مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد،

---

[1] تذکرۃ المشائخ دیوبند، تذکرۃ الخلیل، واضح رہے ان اوراد و اذکار مسنونہ کو قلب کے جاری کرنے میں خصوصیت حاصل ہے برسوں کے چلوں سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو اذکار مسنونہ پر ملازمت کرنے سے حاصل ہوجاتی ہے

مولانا کی اس للّٰہیت اور خلوص سے ان کے قلبی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ایک مرتبہ آپ نے حضرت قطب الاقطاب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی، فرمایا تمہیں بیعت کی کچھ حاجت نہیں اس لئے کہ بیعت کا مقصود تم کو حاصل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا یوسف صاحب نے فرمایا ہمارے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی دو روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی، اور تین کام تھے، یعنی امامت، اذان، تعلیم، اور یہ دو روپیہ بھی محض اپنے آپ کو کمتر ظاہر کرنے کی غرض سے لیتے تھے،

اسی خلوص و للّٰہیت کا نتیجہ تھا کہ جب ۴ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو آپ کا انتقال ہوا تو ایک جم غفیر موجود تھا، دہلی کے ہر طبقہ کے مسلمان حتیٰ کہ غیر مسلم بھی موجود تھے، دہلی سے نظام الدین تقریباً ساڑھے تین میل ہے، لیکن جنازے میں بلّیاں لگا دینے کے باوجود بہت سے لوگ کندھا دینے محروم رہے،

مولانا محمد صاحب

آپ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں اپنے والد صاحب مرحوم کی طرح پاک طینت تھے، طبیعت منکسرانہ اور متواضع پائی تھی، اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے، لیکن عمر نے وفا نہ کی،

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ

آپ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے منجھلے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی، تاریخی نام بلند اختر ہے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی، ادب و منطق کے علاوہ بقیہ کتابیں مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں، فرماتے ہیں:-

> مجھے سلّم ازبر یاد ہے۔ بتسبیح کے کر میں نے اس کی عبارت کو از اوّل تا آخر دو سو مرتبہ پڑھا ہے، تمام ادب میں استاد سے میں نے مقامات حریری کے صرف ۹ مقامات پڑھے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ استاد نے کہہ دیا تھا کہ میرے مکان کو آتے جاتے راستہ میں پڑھ لیا کرو، اس لئے میں ساتھ جاتا، اور راستہ میں ان سے پڑھا کرتا تھا اکثر جگہ استاد

فرما دیا کرتے تھے اس لفظ کے معنی مجھے یاد نہیں خود دیکھ لینا

میں نے بحمداللہ اٹھارہ دن میں پڑھا ہے، ظہر کے بعد اس کا سبق ہوتا تھا اس لئے میں صبح ہی سے اس کے حواشی کا مطالعہ کرنے کے لئے نانی اماں کی چھت پر جا بیٹھتا تھا، اور بارہ بجے اُتر کر روٹی کھایا کرتا تھا، بسا اوقات سبق میں استاذ سے بحث ہو جایا کرتی تھی"

جماعت علمائے دیوبند میں آپ کے حافظہ اور ذہانت کو مثالی طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اتنے غضب کا حافظہ تھا کہ طلبا، کو نفحۃ الیمن، متنبی، حماسہ محض اپنے حافظہ سے املا کرا دی تھیں، آج بھی ان کی لکھوائی ہوئی کتابیں موجود ہیں،

حدیث شریف آپ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے پڑھی، اور جب تک حضرت گنگوہی حیات رہے آپ گنگوہ میں ہی مقیم رہے حضرت گنگوہی سے بیعت ہو کر منازلِ سلوک بھی طے کئے، حضرت گنگوہی کو ان سے اس قدر تعلق تھا، کہ فرمایا کرتے تھے "محمد یحییٰ اندھے کی لاٹھی ہے"

آپ نے ۱۳۲۶ھ سے مظاہر علوم سہارن پور میں پڑھانا شروع کیا، پانچ سال تک آپ نے مظاہر علوم میں مستقل تعلیم دی اور ایک پیسہ بھی اجرت کا نہیں لیا، قرآن پاک سے آپ کو خاص شغف تھا اپنے متعلقہ امور کو انجام دینے کے بعد روزانہ قرآن پاک زبانی اس طرح ختم کر لیتے تھے، کہ اُدھر مغرب کی اذان کے لئے مؤذن اللہ اکبر کہتا اور ادھر سورۂ ناس کے آخری حروف آپ کی زبان پر ہوتے،

حضرت گنگوہی کی تقریر بخاری کو آپ نے عربی میں قلمبند فرمایا ہے جس کو حاشیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم نے شائع فرمایا ہے ہر دو کتاب کی عربیت کو دیکھ کر آپ کو ادب کا ایک کہنہ مشق اور پختہ کار تسلیم نہ کرنا حق تلفی ہے،

باوجود ان خوبیوں کے انتہائی متواضع تھے گویا آپ علم کے ایک سمندر تھے، جس کی سطح بالکل ساکن تھی، اور اندر موجیں تڑپتی رہتی تھیں

حضرت گنگوہی رح کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہو گئے تھے ان ہی سے آپ کو اجازت بیعت حاصل ہے ۱۳۳۴ھ میں آپ کا وصال ہو گیا، پس ماندگان میں ایک فرزند ارجمند، علم و عمل میں اکابر و اسلاف کا نمونہ، بطحائی پیغمبر کی سنت کی چلتی پھرتی تصویر، جانشین مشائخ چھوڑا۔ دنیا آج ان کو عالم اسلام کا شیخ الحدیث کہتی ہے مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِفُیُوْضِہٖ وَبَرَکَاتِہٖ وَطُوْلِ حَیَاتِہٖ اٰمِیْن

حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحب رح

آپ موجودہ دعوت و تبلیغ اسلام کے ہندوستان میں بانی اور حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کے فخر روزگار والد محترم ہیں آپ، کا تاریخی نام اختر الیاس (۱۳۰۳ھ) ہے۔

آپ اسی گھرانے کے تربیت یافتہ اور انہیں مقدس گودوں کے پروردہ ہیں، جس کا تذکرہ ابھی ابھی ہوا ہے آپ جس طرح سے بڑے ہو کر مقبول عوام و خواص تھے اسی طرح سے طفلی میں بھی نور چشماں اکابر تھے، اس خاندان کی ولیہ خاتون آپ کی نانی حضرت امی بی آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتیں اور فرماتیں "اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی بو آتی ہے" کبھی فرماتیں "کیا بات ہے، مجھے تیرے ساتھ صحابہ کی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں" حضرت شیخ الہند رح فرمایا کرتے تھے: "جب میں مولوی محمد الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں" حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بیٹھ کر مطالعہ کرنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا، "محمد الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق نہیں آئے گا"

آپ نے ابتدائی تعلیم تو کاندھلہ رہ کر ہی حاصل کی، لیکن ۱۳۱۴ھ یا ۱۳۱۵ھ میں آپ اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ کے ہمراہ گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں ان سے پڑھنا شروع کر دیا

درمیان میں آپ بیمار ہو گئے اور کافی عرصہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب رح (صاحبزادہ حضرت گنگوہی) کے زیر علاج رہے انہوں نے پانی پینے کا پرہیز بتلایا مگر اللہ اکبر

آپ کا یہ استقلال کہ سات سال تک آپ نے پانی نہیں پیا، ۱۳۲۶ھ میں آپ نے حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھا، اور ان کے بعد اپنے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے بھی دورہ پڑھا،

باوجودیکہ حضرت گنگوہی بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے، لیکن یہ آپ ہی کو خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کو بچپن ہی میں بیعت کر لیا تھا، حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے بیعت ہو گئے، انہیں سے آپ کو اجازت بیعت و خلافت حاصل تھی، حضرت شیخ الہندؒ کے ہاتھ پر بھی آپ نے بیعت جہاد کی تھی،

قیام گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ نے، اپنے فخر زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں، اور ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں بھی درس دیا اور ۱۳۳۶ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کے انتقال کے بعد بستی نظام الدین تشریف لے آئے، اور اس کام کو شروع کیا، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا فرمایا تھا، بالآخر اصلاحِ امت کے ایک بہت بڑے کام کو پھیلا کر جولائی ۱۹۴۴ء میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اور اپنے پیچھے اپنے نورِ چشم، مقبول بارگاہ الٰہی، یوسفِ ثانی یعنی حضرت مولانا محمد یوسف قدس سرہٗ کو چھوڑا جنہوں نے مولانا کے نقوش پر کام کر کے اس تحریک دعوت کو عالمگیر بنا دیا، یاد رہنا چاہیئے، کوئی چیز اسی وقت رواج پاتی ہے، جب اس کی پشت پر کوئی دعوت ہو (موجودہ زمانہ میں پروپیگنڈا کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے) کوئی چیز کتنی مفید کیوں نہ ہو اگر اس کو دعوت یا پروپیگنڈہ کی پشت پناہی حاصل نہ ہو تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی، اور کوئی چیز کتنی ہی مضر کیوں نہ ہو، لیکن اس کو دعوت اور پروپیگنڈہ کی حمایت حاصل ہو تو وہ رواج پا جائے گی، چنانچہ موجودہ زمانہ میں ایک چیز کو پیدا ہونے میں دیر لگتی ہے، لیکن رواج پانے میں دیر نہیں لگتی،

اسلام کی افادیت مُسلّم اس کی حقانیت اور صداقت کا اعتراف اور اقرار، مگر اس پر یقین کو مستحکم کرنے کے لئے ہمارے ہاتھوں اس کی دعوت نہیں ہے، نتیجہ اس کا یہ ہے، کہ اسلام کے خلاف غلط نظریات و افکار رواج پا جاتے ہیں، اور اسلام کے نظریات اور افکار

پیچھے ہی نہیں رہتے، بلکہ معدوم ہوتے جاتے ہیں.

اس جگہ یہ خیال نہ ہونا چاہیئے کہ ہم موجودہ مغربی طرز کے پروپگینڈے کی کسی شق کی طرف بلاتے ہیں، نعوذ باللہ، بلکہ ہمارا منشا دعوت سے صرف اس قدر ہے، کہ اشاعت اور حفاظتِ اسلام کی عملی تشکیل ہونا چاہیئے ہمارے نزدیک موجودہ دعوت و تبلیغ سے، زیادہ آسان اور مفید کوئی تشکیل نہیں ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم اسلام کے لیئے دوسری کوششوں اور خدمتوں کو حقیر جانتے ہیں، حاشا وکلا، ہاں یہ ضرور عرض کریں گے، کہ غور کر لینا چاہیئے،

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب

آپ حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بھتیجے اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے چچازاد بھائی بھی ہوتے ہیں، حضرت مولانا، رؤف الحسن صاحب کی (جو آپ کے حقیقی ماموں ہوتے تھے) چھوٹی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا، اور بڑی صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ۶ ر ذلقعد سنہ ۳۰ھ میں عقد ہوا تھا، اس طرح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ آپس میں چچازاد اور خالہ زاد بھائی بھی ہوتے ہیں

حضرت شیخ الحدیث صاحب زیدؔ مجدہم کی جب پہلی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، تو ان کے بعد آپ کا دوسرا عقد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی ہمشیرہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی صاحبزادی سے ہوگیا اس طرح حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کے برادرِ نسبتی یا بہنوئی بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا پہلا عقد حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی پہلی اہلیۂ محترمہ کی بڑی صاحبزادی سے ۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۴ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہوا اور ایجاب و قبول حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ نے کرایا، شوال سنہ ۱۳۶۷ھ میں ان اہلیہ محترمہ کا وصال سجدہ کی حالت میں ہوگیا مرحومہ نے ایک لڑکا صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب چھوڑا سنہ ۱۳۶۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث

صاحب زید مجدہم کی دوسری صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا عقد ثانی ہوا، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی، اس طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے ذی النورین ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی ولادت باسعادت ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں ہوئی، آپ نے اکثر کتب درسیات اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے پڑھیں، اور قرآن پاک بھی ان ہی کے سامنے حفظ کیا، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھیں آپ کے ایام طفولیت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی صحبت بابرکت میں گذرے،

شعبان ۱۳۳۴ھ میں حدیث شریف کے علاوہ آپ تمام درسیات سے فارغ ہو چکے تھے، شوال ۱۳۳۴ھ میں جب حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو دورۂ حدیث بھی اپنے والدِ محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھا۔ مگر یہ خواہش باقی رہی کہ بخاری اور ترمذی حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے پڑھیں چنانچہ یہ خواہش بھی پوری ہوگئی

جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی عرض کردوں کہ حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ۱۳۳۹ھ میں ہوا، اس طرح اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی عمر تقریباً ۲۴، ۲۵ سال کی تھی اس بناء پر میں نے ان سے ایک سوال کیا، وہ یہ کہ حضرت! ریشمی خطوط کی تحریک کا تقریباً تمام زمانہ آپ کے سامنے سے گزرا ہے اگر آپ کو اس کے متعلق کچھ معلوم ہو تو ارشاد فرمائیں —— جواباً ارشاد فرمایا:۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، ہاں ہمارے پڑوس میں ایک بڑے میاں رہتے تھے وہ اس تحریک کے ایک رکن تھے، ان سے سنا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ یاغستان (آزاد قبائل کا علاقہ) میں پیغام رسانی کی خدمات ان کے سپرد تھیں، ان کو کاغذ کے خوبصورت پھول بنانے کی مہارت تھی، ان پھولوں کو وہ فروخت کرتے ہوئے سرحد پہنچتے تھے اگر کوئی ایسی پیغام والے پھول کو خریدنا چاہتا تو اس سے کہتے کہ اس پھول میں یہ خرابی ہے، اور

اس سے اچھا پھول دکھاتے اور اس پیغام والے پھول کو اس طرح محفوظ کر کے یا غستان پہونچاتے ۔"

شیخ الحدیث کا خطاب

آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :۔ "والد صاحب نے جب مجھے مشکوٰۃ شروع کرائی، تو بڑے اہتمام سے غسل فرما کر اور دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرائی تھی اور بسم اللہ پڑھانے کے بعد دیر تک قبلہ رو ہو کر دعا مانگی تھی، اس کا تو مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا دعا مانگی تھی، مگر میں نے اس وقت دیر تک صرف ایک دعا مانگی تھی، کہ بار الٰہا اب مجھ سے یہ حدیث کا مشغلہ ترک نہ ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، چنانچہ آپ روز اول ہی سے اب تک اسی مشغلہ میں لگے رہے بَارَكَ اللهُ فِی عُمُرِہٖ وَبَرَکَاتِہٖ آمین، چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ بذل المجہود کی تالیف میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے شریک کار رہے، بالآخر انہوں نے آپ کو یہ خطاب مرحمت فرمایا، اور ارشاد فرمایا ۔

"ماشاء اللہ مولوی زکریا اس خطاب کے اہل ہیں، اور میں خوب جانتا ہوں کہ حدیث میں ان کو کتنا تبحر حاصل ہے ۔"

عجیب اتفاق ہے، باپ بھی شیخ الحدیث اور بیٹا بھی شیخ الحدیث، پھر تمام عمر والد محترم نے بھی تعلیم دینے پر کسی سے اُجرت نہیں لی۔ ماشاء اللہ ہونہار فرزند ارجمند، تاج المحدثین الیٰ یومنا ہذا باپ کے نقش قدم پر ہے مشائخ دیوبند میں اسی گھرانے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جس نے درس و تدریس کو ذریعہ کسب معاش نہیں بنایا، آج یہ حضرات خیر القرون کی زندۂ جاوید مثالیں ہیں رزق کفاف لینا چہ معنی دارد، بلکہ اس طرف سے بالکل آڑ کر لینا مردانگی ہے ایسے ہی حضرات کی بدولت آسمان پر رحمت کے بادل منڈلاتے ہیں اور زمین رزق کے دریا بہاتی ہے۔

تصنیف و تالیف

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی زندگی کا محبوب مشغلہ یہی حدیث ہے،

جس کے انہوں نے دعا کی تھی آپ نے اردو زبان میں متعدد کتابیں لکھیں، آج وہ کتابیں تبلیغی نصاب میں داخل ہیں، آج تک مشائخ دیوبند کی کتابوں میں بہشتی زیور کی اشاعت کو فوقیت حاصل تھی، مگر اب وہ ان کتابوں سے بہت پیچھے جا پڑی ہے۔ یہ کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں یہ کتابیں نہایت شوق و رغبت کے ساتھ نہ پڑھی جاتی ہوں، موجودہ نسل میں دینداری، دین کی تڑپ، عملی قوت، یہ سب کچھ ان کتابوں کا طفیل ہے، متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے جن کی زبان سادہ اور صاف ہے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں،

(۱) فضائلِ تبلیغ (۲) فضائلِ نماز (۳) فضائلِ ذکر (۴) فضائل قرآن (۵) فضائلِ حج (۶) فضائلِ صدقات، دو حصہ (۷) حکایاتِ صحابہ (۸) شمائل ترمذی،

فن حدیث میں عربی زبان میں چند معرکتہ الآراء کتابیں آج محدثین کے لئے خضرِ راہ کا کام کر رہی ہیں،

(۱) الکوکب الدری:۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تقریریں جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے قلمبند کیا تھا، اس کو عربی حاشیہ کے ساتھ آپ نے شائع کیا ہے

(۲) لامع الدراری بخاری شریف پر حضرت گنگوہی رح کی تقریر جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے قلمبند کیا تھا اس کو طویل حاشیہ کے ساتھ آپ نے شائع فرمایا ہے،

(۳) اوجز المسالک:۔ امام مالک کی مشہور عالم کتاب موطہ کی زبان عربی ہیں، چھ ضخیم جلدوں میں عظیم الشان شرح ہے،

سلوک اور تصوف

آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح کے خلیفہ ہیں اور حق یہ ہے کہ ہر اعتبار سے ان کے سچے جانشین ہیں، اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ، غرضیکہ وہ تمام چیزیں جن کو تصوف کی جان اور روح کہنا چاہیئے وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں ودیعت فرمادی ہیں، تواضع، انکساری، تحمل اور ضبط و صبر، طلبا سے

محبت، خلق سے مستغنی ہونا، مہمان نوازی غربا پروری، اور نہایت اونچے درجہ کا کشف اور روشن ضمیری غرضیکہ متقدمین اکابر میں جو کمالات ہو سکتے تھے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے سمیٹ کر آپ کی شخصیت میں مرکوز فرما دیئے اگر ہمیں یہ خوف نہ ہوا ہوتا کہ حضرت جی قدس سرہٗ کے تذکرہ میں دیر ہو جائے گی تو ہم بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی زندگی کے تمام شعبوں کو مختصراً ابھارتے، تفصیل کے لئے حضرت شیخ کی سوانح پر ہماری کتاب "ڈلی کامل" میں ملاحظہ فرمائیں،

امیر تبلیغ مولانا انعام الحسن صاحب

آپ کی جائے پیدائش کاندھلہ تاریخ ولادت ۱۹۱۸ء ہے، والد محترم کا اسم گرامی مولانا اکرام الحسن ہے، جو حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حقیقی بھانجے ہوتے ہیں، مولانا انعام الحسن صاحب عمر کے اعتبار سے حضرت مولٰنا محمد یوسف سے اگرچہ ایک سال پیچھے ہیں، لیکن اس قدرتی فرق کے علاوہ زندگی کے تمام مراحل میں حضرت جی کے ساتھ ساتھ رہے،

آپ نے قرآن پاک اور فارسی میں بوستاں تک تعلیم کاندھلہ میں رہ کر اپنے نانا عبد الحمید صاحب سے حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۲۶ء میں مرکز نظام الدین نئی دہلی میں چلے آئے اور عربی و فارسی کی بقیہ تعلیم یہیں رہ کر حاصل کی اور شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث مولٰنا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے ابوداؤد شریف پڑھنے کے لئے داخل ہوئے ۳ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو حضرت جیؒ اور مولانا انعام الحسن صاحب کا عقد حضرت شیخ الحدیث صاحب کی صاحبزادیوں سے حضرت شیخ الاسلام رحمہ نے پڑھایا، اور قریباً ایک سال بعد دونوں کی رسم رخصتی ایک ساتھ ادا ہوئی، دونوں کا ولیمہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی ساتھ ہوا۔ اس کے علاوہ دونوں حضرات شاہ محمد الیاس صاحبؒ سے ایک ہی ساتھ بیعت ہوئے، دونوں نے حج بھی ایک ہی ساتھ کیے، تبلیغ و دعوت میں دونوں ایک ساتھ رہے، اور اس سفر میں، جس میں حضرت مولٰنا یوسف صاحبؒ کا انتقال ہوا ہے، حضرت مولانا انعام الحسن

صاحب مدظلہ ساتھ ہی تھے،

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ارشاد فرمایا:۔

"میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، ۱۹۲۸ء سے آخر تک بجز چند مواقع کے ایک ہی ساتھ رہے، بچپن سے ہم دونوں میں نہایت محبت تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ جب میں کاندھلہ تھا، تو میں نے سنا، صبح کو یوسف دلی سے آرہا ہے، تو وہ رات میں نے جاگ کر گذاری اس وقت میری عمر دس سال سے کم تھی۔

۱۹۲۸ء میں، میں نظام الدین آگیا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب ان دنوں کافیہ پڑھتے تھے، اور میں نے آکر بڑے حضرت جیؒ سے میزان شروع کی تھی اور تین دن میں میزان اور پانچ دن میں منشعب ختم کر لی تھی، ہدایۃ النحو تک میں نے بڑے حضرت جیؒ سے پڑھا ہے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے مجھ سے پہلے پڑھ لی تھی، البتہ جلالین میں میرا اور ان کا ساتھ رہا ہے، اس کے بعد بڑے حضرت جیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا، اور اس کے بعد ۱۳۵۴ھ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ سے ابو داؤد شریف پڑھی، اور دونوں نے سہ ماہی امتحان میں کامیابی کے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے کوکبِ دُرّی انعام میں حاصل کی

۱۹۴۶ء میں جب میں بیمار ہوا تو کاندھلہ چلا آیا تھا، کچھ عرصہ کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب دلی سے کاندھلہ تشریف لائے، اور جس چارپائی پر میں لیٹا ہوا تھا، اسی پر میرے برابر لیٹ گئے اور فرمانے لگے تمہارے جانے کے بعد تو ہم بات چیت سے بھی ترس گئے تھے اس کے بعد ۱۹۵۰ء سے آخر تک میرا اور ان کا ساتھ رہا ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا، بجز اس سفر کے جس میں وہ تنہا ہی سدھارے اور ہمیں

داغ مفارقت دے گئے"۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک ہیں آپ نے پانچ مرتبہ "عمدۃ القاری" اور "فتح الباری" شروحات بخاری کا مطالعہ کیا ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کو دو مرتبہ کامل اور ایک مرتبہ نصف تک پڑھا ہے مدرسہ کاشف العلوم مرکز تبلیغ میں برسوں سے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، بخاری شریف کے پڑھانے اور اس کے ابواب التراجم میں بہت کافی مہارت رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بالکل خاموش رہتے تھے، البتہ مشوروں اور اجتماعات میں ضرور شرکت فرماتے تھے، لیکن حضرت جی کے انتقال کے بعد جب آپ کی جانشینی عمل میں آئی تو میں نے ایک ساکت اور خاموش انسان کو متحرک اور فعال پایا، آنے والوں کا خیال، اور ہر صادر، وارد کو ہدایاتِ تبلیغ کرنا اور اجتماعات میں تقریریں غرضنکہ مولانا اب ناقابلِ تسخیر عزم و حوصلہ کے انسان ہیں، امید ہے کہ آپ کی رہنمائی میں یہ کام اور زیادہ بڑھ جائے گا

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ جیسے محبوب اور مخلص رہنما کا انتقال اور ان کی جگہ حضرت مولانا انعام الحسن مدظلہ کا تقرر کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس سے معاصرین اور حاسدین کے دلوں کو دھچکا نہ پہونچا ہو، بعض حضرات ایسے بھی تھے کہ جو اس منصب کے لئے اپنے کو ہر طرح سے موزوں سمجھتے تھے اور اس کا حقدار جانتے تھے، امیدیں ختم ہو جانے کی وجہ سے تخریبی ذہن کو حرکت میں آجانا ہی تھا، اور کچھ ناشائستہ امور ظاہر ہونے ہی تھے، ان مفسدات کے سدّباب کے لئے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد ان بعض حضرات کو علیحدہ کر دیا،

یہ ایسا فیصلہ تھا کہ جس نے ہر دو بزرگوں کے خلاف بھڑکتی ہوئی آگ پر مٹی کے تیل کا کام کیا تبلیغی کام کے خلاف زبانی پروپیگنڈہ کے علاوہ پمفلٹ، کتابچے اور رسائل

واخبارات میں مضامین شائع ہونا شروع ہوئے اور بعض مولٰسنا صاحبان نے اپنی قدیم کٹر کھٹی افتاد طبع کی بنار پر تقریروں میں زہر اگلنا شروع کر دیا۔ ان ایام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا :۔

"ان لوگوں (خارجیین) کا کہنا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو مکانات اور بلڈنگ بنانے کی وجہ سے علیٰحدہ کیا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہمارے خود مکانات موجود ہیں، بلکہ ان لوگوں کو ان کی مخصوص عادت کی بنار پر علیٰحدہ کیا ہے، جو لوگوں کو عام طور سے معلوم ہے"

بہر حال اس جزوی واقعہ کی وجہ کچھ بھی ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ تبلیغ میں کام کرنے والے قدیم خدام ان لوگوں کے اخلاقیات سے مطمئن نہ تھے، اسی وجہ سے سب کے مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا تھا، اس ناخوشگوار واقعہ کے باوجود تبلیغی کام میں پہلے سے زیادہ ترقی ہوئی، اجتماعات اور مرکز میں لوگوں کی آمد اور تبلیغی کام سے لوگوں کی وابستگی پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی، یہ اگرچہ اس کام کی برکت اور حقانیت کی دلیل ہے لیکن یہ ہونے والے امیر کی محنت اور کوشش اور حسن تدبیر وعمل کا بھی نتیجہ ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف رحؒ نے کام کو جس جگہ چھوڑا تھا کام وہاں سے اور زیادہ آگے نکل گیا، خود مولٰسنا انعام الحسن صاحب کے یورپ اور افریقہ اسپین اور ممالک اسلامیہ کے متعدد دورے ہوئے اسی طرح ہندوستان کے قریہ قریہ اور شہر شہر میں گئے اور کام کی بنیادوں کو مزید مستحکم بنا کر آگے بڑھا دیا اللہ تعالےٰ اور زیادہ ترقی عطا فرمائے، آمین

مولوی محمد ہارون

آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم کی بڑی صاحبزادی کے بطن سے ۲۳ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحؒ کے بس یہی ایک فرزند ہیں، دوسری اہلیہ محترمہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی،

عزیزم مولوی محمد ہارون صاحب کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی بڑی صاحبزادی کا انتقال سجدہ کی حالت میں ہوا، مہینہ شوال ۱۳۶۷ھ تھا ان کے انتقال کے بعد حضرت شیخ .... نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح مولٰنا محمد یوسف صاحب سے ۱۳۶۹ھ میں کر دیا تھا اس طرح آپ شیخ الحدیث کے ذی النورین ہوئے

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ مولوی محمد ہارون بیمار ہوا، اس کے سر پر ایک ایسا خطرناک پھوڑا نکلا تھا، کہ صورت حال نازک ہوگئی تھی، میں نے یہ دیکھ کر مولوی محمد یوسف صاحب کو بلایا، جلد آئے، مولوی محمد یوسف صاحب کو گھر میں پہونچنے میں کچھ دیر ہوگئی، اور دیکھ کر باہر آئے اور تبلیغی سفر پر باہر جانے لگے تو میں نے کچھ توقف کے لئے کہا تو جواب دیا:۔

"حضرت! جب یہ پیدا ہوا تھا تو میں نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے خدا اگر اس لڑکے سے تجھے دین کی خدمت لینی ہے تو اسے زندہ وسلامت رکھ ورنہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے"

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی دعا قبول ہوگئی ہے، بحمد اللہ سب وہی آثار ہیں، میں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے عرض کیا، کہ میں نے خواب میں مولوی محمد ہارون صاحب کو آپ کے پیروں سے چمٹے دیکھا ہے، فرمایا مفتی صاحب مجھے اس کی طرف سے فکر بہت ہے۔"

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف کے جب یہ کام سپرد ہوا تھا تو ان کی عمر بھی اس وقت غالباً اتنی ہی تھی جتنی اس وقت مولوی ہارون کی تھی،

باب دوم

ایام طفولیت، تعلیم و تربیت اور نکاح وغیرہ

مکتوب شیخ الحدیث

اس جگہ بترکاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے حالات پر مشتمل، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب زید مجدہم کا ایک مکتوب گرامی پیش کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی پوری زندگی کا اجمالی خاکہ ہے، اور یہ پوری کتاب اسی مکتوب کی تفسیر و شرح ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں

"عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء سہ شنبہ کو ہوئی، ۲ جمادی الثانی دو شنبہ کو عقیقہ ہوا تھا، اس کے بعد اس کے سوا کیا کہوں،

ان ھذا من اعاجیب الزمن ؛ کان مملوکی فاضحی مالکی

ابتداءً میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا، داماد تھا، شاگرد تھا، زیر تربیت تھا، وہ میری نالائقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد یعنی میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی بہ نسبت اس ناکارہ سے بہت ڈرتا تھا، چچا جان کے احکام کو وہ پدرانہ ناز کی وجہ سے اور بچپن کی وجہ سے کبھی ٹال دیتا تھا، لیکن اس ناکارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو ٹال نہ سکتا تھا، چچا جان کو بسا اوقات یہ ارشاد فرمانا پڑتا تھا، یوسف سے فلاں کام لینا ہے

تمہارے کہنے سے جلدی کر دے گا،

دہلی کے احباب کا چچا جان پر بہت اصرار ہوا کرتا تھا کہ صاحبزادہ سلمہ، کو خاندان کی ہر شادی بیاہ میں ضرور ساتھ لائیں، مگر مرحوم (حضرت مولانا محمد یوسف صاحب) اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا، کہ اس کو یہ حرج بہت ناگوار ہوتا، بسا اوقات اسکی نوبت آتی کہ ان اوقات میں اگر اس ناکارہ کا دہلی جانا ہوا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے ہی یہ وعدہ لے لیتا، "بھائی جی خلاف جگہ جانے کو نہ کہیں" چچا جان مجھ سے ارشاد فرماتے "یوسف کو بھی ساتھ لے لیجیو"! تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے، کہ میں نہ کہوں،

اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ آسمان پر پہونچ گیا، اور یہ ناکارہ زمین پر ہی پڑا رہا، اور اس کی بلندی کو دیکھتا رہا، چچا جان کے وصال کے بعد ہی اس نے ایک پرواز کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا یہ خیال ہوا کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی نسبتِ خاصہ منتقل ہوئی ہے اور ہر ہر بات پر اس کا خوب مشاہدہ ہوتا، اس کے بعد اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا، حضرت مدنی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی، اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور ہوا، اور وہ بڑھتا ہی رہا اس کے بعد حضرتِ اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار وتجلیات کا ظہور ہوا، کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ خاص شفقت اور محبت کا یہ ثمرہ ہو،

ان ہی چیزوں کا یہ اثر ہوا کہ جو اس ناکارہ نے شروع شعر میں ظاہر کیا

کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مرعوب ہونے لگا کہ اس کے اصرار پر مجھے مخالفت دشوار ہوگئی، اسی کا اثر تھا، کہ گذشتہ سال اپنی انتہائی معذوریوں، مجبوریوں، امراض کی شدّت کے باوجود جب مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ تمہیں حج کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو مجھے انکار کی ہمت نہ پڑی، اور جب میں نے اپنے امراض کا اظہار کیا اور کہا میرے اعذار کو نہیں دیکھتے ہو تو مرحوم نے یہ کہا خوب دیکھ رہا ہوں، مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور چلیں، آخر میں اللہ جل شانہٗ نے اپنے لطف وکرم کی وہ بارش فرمائی، کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی بہت سی چیزیں کھلی محسوس ہوتی تھیں، اس قسم کی چیزیں لکھنی آتی ہیں، اور نہ لکھنے کو جی چاہتا ہے صرف ایک عورت کے خواب پر اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں، خواب تو مرحوم کے حادثہ کے بعد لوگوں نے عجیب عجیب دیکھے اور لکھے، لیکن یہ خواب چونکہ اس ناکارہ کے نزدیک لفظ بہ لفظ واقعہ ہے، اس لئے لکھوا رہا ہوں۔ اس حادثہ پر اپنے تعلقات کے موافق نیز اپنے قلبی ضعف وتحمل کے موافق اثرات تو بہت ہی عام ہوئے لیکن ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ کسی وقت چپ نہ ہوتی تھی، ہر وقت روتی رہتی تھی، بار بار وضو کرتی اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی وہ اسی حال میں ایک دفعہ وضو کرکے تسبیح لے کر بیٹھی تھی کہ اس کو غنودگی آگئی، اس نے عزیز مرحوم کو دیکھا، کہ وہ فرما رہے ہیں، کہ کیوں پاگل ہوگئی ہے مرنا تو سبھی کو ہے، تعلق مالک سے پیدا کرنا چاہئے، اس پر اس نے والہانہ انداز میں یوں کہا حضرت جی! یہ ایک دم کیا ہوگیا، مرحوم نے کہا کچھ بھی نہیں، کچھ دنوں سے جب میں تقریر کیا کرتا تھا،.... تو مجھ پر تجلیات الٰہیہ کا خاص ظہور ہوتا تھا، اس مرتبہ جب میں رات کو تقریر کر رہا تھا، تو ان کا اتنا زیادہ ظہور ہوا، کہ میرا قلب ان کا تحمل نہ کرسکا اور دورہ پڑ گیا، اس

کے بعد مجھے گلاب کا ایک بہت بڑا پھول سنگھایا گیا، اس کے ساتھ میری روح نکل گئی، بس اتنی سی بات ہوئی،

عزیز مرحوم کی پہلی شادی میری سب سے بڑی لڑکی کی ۳ محرم ۱۳۵۷ھ کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے نکاح پڑھایا تھا، چونکہ پہلے سے کوئی تجویز نہ تھی، عین وقت پر چچا جان نے فرمایا، نکاح کا ارادہ ہے، اس لئے اس وقت رخصت نہ ہوئی تقریباً ایک سال بعد چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی ایک آمد پر اسی طرح فوری طور پر بلا سابقہ تجویز کے رخصت ہوگئی، ۲۳، ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ دوشنبہ، سہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۲ بجکر چالیس منٹ پر عزیز ہارون سلمہٗ کی ولادت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اس کو اپنے باپ اور دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،

فقط والسلام زکریا (مظاہر علوم، ۱۲ محرم ۱۳۸۵ھ)

دوسرا مکتوب گرامی

عزیز یوسف کی اہلیہ یعنی والدہ ہارون تقریباً ایک سال تک تپ دق میں مبتلا رہ کر ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں نظام الدین ۲۹ شوال ۱۳۶۶ھ شب دوشنبہ مغرب کی نماز کے سجدہ میں جب کہ وہ اشارے سے نماز پڑھ رہی تھی، اور سجدہ کے لئے اشارے سے سر جھکا رکھا تھا دفعتاً انتقال کر گئی، اس کے انتقال کے بعد میں نے عزیز مرحوم کو حکماً منع کر دیا تھا، کہ دوسرا نکاح نہ کیجیو، اس لئے کہ تمہارے مشاغل کا ہجوم تمہیں حقوق کی ادائیگی کی اجازت نہیں دیتا ہے اس وقت تو اس نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا، مگر چند سال بعد اس نے ضرورت کا اظہار کیا، تو میں نے کہا بڑے شوق سے، جہاں تمہاری رائے ہو، وہاں تحریک کردوں، مرحوم نے کہا اگر کردو گا

تو آپ کے ہاں کر دوں گا، کہیں اور کرنے کا ارادہ نہیں ہے،

ایّام طفولیت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۲۵ رجمادی الاوّل ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء بروز منگل کاندھلہ میں پیدا ہوئے، بعض اخبارات نے آپ کی ولادت نظام الدین دہلی کی بتلائی ہے، وہ غلط ہے، آپ کا عقیقہ ۲رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ کو ہوا،

عام طور سے بچوں کے حالات کو بچپن میں، اس وجہ سے بھی نظر میں نہیں رکھا جاتا، کہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا، کہ زیر تربیت بچہ آئندہ چل کر کیا بننے والا ہے اس وجہ سے بڑے بڑے قائدین ولیڈروں کے بچپنے کے حالات اور ان کے جزئیات سے دنیا ناواقف ہوتی ہے، حد یہ ہے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کے عالم طفلی کے جزئیات دنیا کے سامنے نہیں ہیں، اس میں بھی شک نہیں ہے، کہ ان نفوس قدسیہ کے تمام حرکات وسکنات عالم طفلی ہی میں خیر اور نورانیت کا پہلو اپنے اندر نمایاں طور پر لئے ہوئے ہیں، لیکن ان نفوس قدسیہ کے مستقبل سے بجز ذات گرامی حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے اور کوئی واقف نہیں ہوتا،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ بچپن میں کیسے تھے، ان کے حرکات وسکنات کیا تھے ان سب کا جواب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے، کہ وہ بھی ایک انسان کا بچہ تھے، ان کی فطرت بھی بچوں کی سی فطرت تھی، وہی ہنسنا بولنا، کھیلنا، کودنا، رونا ان کو بھی آتا تھا، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود یہ کہنا زیادہ دشوار نہیں ہے کہ حضرت مولانا نے جن آغوشوں میں پرورش پائی تھی، اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی، وہ خاندان خیر القرون کا نمونہ تھا، عورتوں، مردوں، لڑکیوں، لڑکوں میں ذکر، تلاوت قرآن، نماز، مذاکرہ علمی سنت اور اسوۂ صحابہ کے چرچوں کی نورانیت، اور خیر وبرکت سے کاندھلہ بھرپور تھا، بھلا خیال فرمائیے جس گھر کی عورتوں کا مشغلہ کھانا پکانے جھاڑو دینے میں بھی تسبیح اور تلاوت قرآن ہو جو سینے پرونے کے وقت حضرات صحابہ کے واقعات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مذاکرہ کرتی ہوں، جن کی شب وروز کی

زندگی سادہ اور سنت کے مطابق ہو ان کا دودھ پینے والے اور ان کی آغوش میں پرورش پانے والے بچے یقیناً عام بچوں کی طرح نہ ہوں گے، حضرت جیؒ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:۔

"میری والدہ جب میں بہت چھوٹا تھا، مجھے صبح کی نماز کے لئے اٹھایا کرتی تھیں، اور میں پھر سو جایا کرتا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا، کہ میری صبح کی نماز قضا ہو جاتی ایک دن میری والدہ نے حضرت جی (والد صاحب) سے کہا کہ میں یوسف کو روزانہ اٹھاتی ہوں، مگر یہ پھر سو جاتا ہے، فرمایا یوسف لوگوں کو نماز کے لئے اس قدر اٹھائے گا، کہ تھکے گا نہیں[1]۔"

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً صادق آئی، اور اللہ کے اس مخلص بندے نے لوگوں کو کلمہ و نماز کے لئے اس قدر اٹھایا کہ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا، جہاں کلمہ و نماز کی آواز نہ پہونچا دی ہو، بلکہ ہمت مردانہ تو ملاحظہ فرمایئے، کہ اس علاقہ میں جہاں زندقہ اور الحادہی پیدا ہوتا ہے، یعنی یورپ اور امریکہ، روس جیسے ملک میں، اللہ کے اس محبوب بندے نے اللہ کا نام پہونچا دیا، بلاشبہ دعوت الی اللہ میں حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے شاہ ولی اللہ ہیں،

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"، بچپن کا زمانہ جو اپنی غیر شعوری کے لئے مشہور ہے، اس میں بھی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے اس اکلوتے فرزند کا عجیب و غریب مشغلہ تھا، جب مولٰنا کی عمر تین سال کی ہوگی، آپ والدہ محترمہ کے ساتھ سہارنپور، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے یہاں آئے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری دریافت کرتے کہ "ہاں بھائی کہاں جاؤ گے؟" تو کہتے حج کو جاؤں گا"، فرماتے، "کس پر بیٹھ کر جاؤ گے؟" تو کہتے اِس بکری کے بچہ پر بیٹھ کر جاؤں گا"، اس پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری بہت خوش ہوتے[2]

---

[1] روایت بذریعہ مکتوب از محمد زبیر صاحب کیرانوی [2] حضرت جی نمبر خدام الدین لاہور

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا: "ایک مرتبہ میں سہارنپور تھا، میرے اوپر کیا ضد سوار ہوئی، کہ میں نے کھانا نہیں کھایا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مجھے اپنے ساتھ کھلایا کرتے تھے، مجھے بہت سمجھایا، بہلایا، مگر میں یہی کہے گیا کہ میں تو آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاؤں گا، گھر کی عورتوں نے سمجھایا بھی ڈرایا بھی مگر میں اپنی بات پر قائم رہا، بالآخر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اٹھے اور اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے آٹا گوندھا، روٹی پکائی اور مجھے اپنے ہاتھ سے کھلائی تب جاکر میں سویا [۱]

عالم طفلی کی یہ چند باتیں اگرچہ کوئی اہمیت کے قابل نہیں ہیں، لیکن یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری جو حضرت گنگوہیؒ کے اجل الخلفاء اور شیخ وقت تھے، جن کی روحانیت کے تمام اکابر معتقد تھے، حضرت تھانوی اور حضرت شیخ الہند جن کو شیخ وقت سمجھتے تھے، ان کی گود، ان کی شفقت، ان کی خصوصی نظرِ التفات بیکار نہیں ہوسکتی تھی، میرا عقیدہ تو یہ ہے، کہ ان بزرگانہ نظروں نے مولانا محمد یوسف صاحب کو یوسف ثانی بنا دیا تھا،

طالب علمی کا زمانہ

جب مولانا کی عمر سات سال کی ہوئی تو آپ اپنے والد ماجدؒ کی خدمت میں بستی نظام الدین چلے آئے، اور یہاں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا، اور گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک سے فارغ ہوگئے [۲] اس کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے ان کو اور ان کے چند ساتھیوں کو میزان الصرف شروع کرائی، پندرہ بیس دن میں اس کتاب کو مولانا نے اپنے مخصوص طریقۂ درس کے ساتھ ختم کرا دیا، اس کے بعد صرف میر شروع کرائی، اور اس میں تعلیلات، ہفت اقسام کی پوری مشق کرا کر پنج گنج دوسرے استاد سے پڑھوائی،

---

[۱] روایت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

[۲] آپ کو مدینہ منورہ سے مولانا سید احمد صاحب نے حفظ قرآن پاک کی اعزازی سند بھی اسی سال فرمائی تھی،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے پڑھانے کا مخصوص طرز تھا وہ سبق کی پوری تیاری طلبا ہی سے کراتے تھے، یہی معاملہ ابتدائی کتابوں کا تھا، طلباء کو کاپی دیدی جاتی اور قرآن پاک دے دیا جاتا، اور حکم ہوتا، کہ قرآن کے الفاظ کو لکھو اور یہ تبلاؤ کہ اس کا صیغہ کیا ہے. کون سے باب سے ہے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں جمع مفرد وغیرہ، اس طرح چھ پاروں تک ابتدائی کتابوں کی مشق کی جس کی وجہ سے بہت سے قرآنی الفاظ اور ان کے معنی یاد ہو گئے

نحو میر پڑھانے میں بھی بہت مشق کرائی گئی، اس میں سولہ اقسام، منصرف، غیر منصرف اسمائے اشارات، موصولات وغیرہ کو خوب مشق کرا کر اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا جاتا تھا، نحو میر کے بعد قصیدہ بردہ شروع کرایا، اور اس کو اس طرح پڑھایا، کہ طلبا از خود تبلائیں، مثلاً

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ مَزَجْتَ دَمْعًا جَرَى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

ہمزہ استفہام کے لئے، من حرف جار، تذکرہ باب تفعّل سے، یعنی یاد کرنا، جیران جمع جار کی وغیرہ، قصیدہ بردہ کے بعد قصیدہ بانت سعاد، اور حضرت شاہ ولی اللہ کی چہل حدیث، غرضکہ طالب علم سے پوری محنت لی جاتی تھی، مولانا عبید اللہ صاحب کا بیان ہے، کہ اگر طالب علم نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم سے دوسرے مدرسہ میں جا کر داخل ہونا چاہتے تو ان کا امتحان داخلہ نہیں لیا جاتا تھا اور یہ بات مدارس میں مشہور ہو گئی تھی، کہ نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم کے بچوں کی استعداد اتنی پختہ ہے کہ ان کے امتحان کی ضرورت نہیں ہے

یہ تو ہے ابتدائی کتابوں کا حال، بڑی کتابوں کی تیاری بھی طلبا ہی سے کرائی جاتی تھی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:۔

"حضرت جی (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) نے جب ہمیں مشکوٰۃ شریف شروع کرائی، تو میرے ذمہ سبق کی تیاری میں حضرات صحابہ کے حالات کی تنقیح تھی، اور دوسرے ساتھیوں کے ذمہ مسائل اور اختلاف مذاہب رکھے، جب ہم پڑھنا شروع

کرتے تو ہم میں سے ہر ایک سے حدیث کے متعلق اُن چیزوں کو دریافت کیا جاتا تھا جو جس کے ذمہ تھیں "

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا فرمانا تھا، کہ پڑھانے سے غرض طلبا میں مطالعہ کی استعداد پیدا کر دینا ہے، آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ جس طرح قرآنی آیات کی تفسیر، قرآنی آیات ہی سے کرنا چاہیئے، اسی طرح حدیث کی تفسیر، حدیث شریف سے بھی کرنی چاہیئے۔ اس لئے مولٰنا نے اپنے یہاں نصاب میں بہت سی کتابیں حدیث کی داخل کر لی ہیں، لہ

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، کہ مولٰنا کو حدیث اور دینی کتابوں سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، ادب میں دیوان علی، دیوان حسّان پڑھاتے تھے، حدیث میں مستدرک حاکم وغیرہ بھی پڑھاتے تھے، حضرت مولٰنا انعام الحسن صاحب نے ارشاد فرمایا:۔

"میں نے اور مولٰنا محمد یوسف صاحبؒ نے مستدرک حاکم کا سبق حضرت جی (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) سے صبح کی نماز سے قبل پڑھا ہے" لہ

پڑھانے میں بڑے حضرت جی اس قدر مستعد تھے کہ تینتیس تینتیس سبق پڑھاتے تھے ایک سبق تو مسواک کرتے ہوئے ہی پڑھا دیتے، قرآن شریف کا حفظ تو صبح کی اذان سے پہلے ہی سُن کر فارغ ہو جاتے تھے،

طلبار باوجودیکہ آس پاس کی مسجدوں میں بٹھا دیئے جاتے لیکن مولٰنا کا اس قدر رعب تھا، کہ طلبار کوئی شرارت نہیں کر سکتے تھے، مولانا کا فرمانا تھا جس استاد کا طلبار پر رعب نہ ہوگا، وہ نہیں پڑھا سکتا سہ

سہارن پور میں آمد

شوال ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ حج کے لئے تشریف

لہ روایت مولانا عبید اللہ صاحب ۱۲ لہ روایت مولانا انعام الحسن صاحب

سہ روایت مولانا عبید اللہ صاحب

لے گئے تو آپ مظاہر علوم سہارنپور میں تشریف لے آئے اور مختلف کتابیں یہاں پڑھیں ۱۳۵۳ھ میں اپنے والد صاحب سے مشکوٰۃ شریف اسی شان سے پڑھی، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اس کے بعد شوال ۵۴ھ میں ابوداؤد شریف وغیرہ پڑھنے کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے،

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ ارشاد فرماتے ہیں، میں نے اعلان کیا کہ جس طالب علم کے سہ ماہی امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر آئیں گے اس کو بذل المجہود کامل دی جائے گی، اور اگر ان اعلیٰ نمبروں میں چند طلباء شریک ہوئے تو ہر ایک کو کوکب دری انعام میں دی جائے گی، اس سال چار طلباء کے یکساں اور اعلیٰ نمبر آئے، وہ چار طالب علم یہ ہیں، (۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (۲) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب (۳) حضرت مولانا منظور احمد صاحب بھاگلپوری (۴) حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی (مجازِ حضرت تھانوی) چنانچہ ان چاروں کو ایک ایک نسخہ کوکب دری کا دیا گیا،

نکاح

۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا سالانہ جلسہ تھا، جس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب جیسے اکابر تشریف لائے ہوئے تھے موقعہ غنیمت جان کر حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ارشاد فرمایا، حضرت مدنی موجود ہیں، جی چاہتا ہے کہ یوسف و انعام کا عقد ہو جائے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا، مجھے کیا عذر ہے، بندہ جناب کی مرضی کے تابع ہے، چنانچہ حضرت مدنی رح سے عرض کیا گیا حضرت نے دونوں کا ایجاب و قبول کرایا، اور اس دن کے جلسہ میں آپ نے پرزور تقریر نکاح اور اس میں سادگی کے متعلق فرمائی،

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا،

ہمارے خاندان میں کچھ دستور سا ہوگیا ہے، کہ لڑکی کا عقد اس کے اقرب نامحرم سے کیا جاتا ہے،

اقربِ نامحرم

ہندوستان میں ہنود و مشرکین کا یہ اشعار ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کی شادیاں ابعد ترین رشتہ داریوں میں کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ ہے کہ بالکل اجنبی سے شادی کرتے ہیں، ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے بلکہ ایسا اکثر ہوتا ہے، کہ شہر کی شہر میں شادیاں نہیں ہوتیں، لہذا جن مقتدایان ملت اور علمائے اسلام کو احیار شریعت نبویہ کا ذوق ہوتا ہے، وہ ہر اس طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں، جو غیر اسلامی ہوتا ہے،

خیر القرون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے یہاں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ سے کیا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش (جو آپ کی چچی امیمہ کی بیٹی ہیں) سے ہوا، ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بھی رشتہ میں آپ کے چچا ابوسفیان کی بیٹی ہوتی ہیں، غرضیکہ حضرات صحابہ میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، لہذا اقرب نامحرم سے نکاح کرنے میں جہاں مشرکین کے شعار کا رد ہے، وہاں ایک قسم کی سنتِ نبویہ اور سنتِ صحابہؓ کا احیار بھی ہے،

ولیمہ

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کے ایک سال بعد چچا جان حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ پھر سہارنپور تشریف لاتے، اور رخصتی کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شبِ عروسی تو ان کے والدین کے یہاں ہوگئی تھی، اس لئے یہیں یہ رسم ادا ہو جائے گی پھر ولیمہ کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا، ولیمہ بھی یہیں ہو جائے گا، اس پر فرمایا، یہ تو آپ کی طرف سے ہوگا، میں نے عرض کیا کیا مضائقہ ہے، آپ قیمت ادا کر دیجئے گا۔

اس جگہ قابل غور یہ چیز ہے، ولیمہ بھی ہوا اور رخصتی و نکاح بھی ہوا، لیکن ان سب چیزوں میں سنت اور اسوۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر خیال ہے جو کام بھی کیا جا رہا ہے، اس میں براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کیا جا رہا ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہمارے تمام اکابر کی زندگیاں ظاہری بزرگانہ ٹیپ ٹاپ سے پاک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے عین مطابق ہیں،

****
****

باب سوم

حضرت جی کا علمی مقام

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رح غیر معمولی علمی صلاحیتوں کے مالک تھے جبھی تو اس ایک عالمگیر تحریک کی سربراہی کر رہے تھے، جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اسوۂ صحابہ پر ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کی دعوت کو دنیا میں بلا سوچے سمجھے قبول کر لیا گیا ہو، یا ان کی تحریک پر کوئی اعتراض نہ ہوا ہو، بلکہ جب لوگوں نے اس تحریک کو خوب ٹھونک بجا لیا اور عملی طور پر، و نیز حضرت جی رح کے بیانات میں لوگوں کو اپنے شکوک و شبہات کے جوابات شافی و کافی مل گئے، تب یہ تحریک مقام مرجعیت میں داخل ہوئی ہے، میں نے بڑے بڑے نقادوں کی تحریریں پڑھیں، کہ جن کے اقلام نے حضرت جی رح کی تحریک کے سامنے اپنی سپر ڈالدی اور بجز کلماتِ خیر کے اور کچھ نہ لکھ سکے، [۱]

اس جگہ ہم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح کے علمی مقام پر بحث کرتے ہوئے ان کی تصنیفات و تالیفات، درس و تدریس اور بعض علمی مسائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ان ہی چیزوں سے کسی آدمی کا علمی مقام معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت جی رح کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا بہت زیادہ شوق تھا، باوجود دعوتی ہجوم کار کے وہ مطالعہ کتب کے لئے وقت نکال ہی لیتے تھے، اسفار میں وہ تھوڑے سے دقفہ کو مطالعہ کتب کے لئے غنیمت شمار کرتے تھے، ایک مرتبہ میں نے

---

[۱] ملاحظہ فرمایئے ترجمان القرآن ۱۹۳۹ء فاران کراچی جون ۱۹۶۵ء معارف اعظم گڑھ اپریل ۱۹۶۵ء

ان کی خدمت میں اپنی کتاب "حیاتِ امام اعظم ابو حنیفہ" پیش کی، دوسری ملاقات میں فرمایا اس کو میں نے فلاں سفر میں پڑھ لیا ہے، اچھی کتاب ہے اور محنت سے لکھی ہے

مطالعہ کتب کا یہ ذوق حضرت جی رح کو ابتداء ہی سے تھا، دہلی کے بازار میں جاتے تو کتب خانوں کا چکر لگاتے دلی کے کباڑیوں کی دوکانوں پر اچھی اچھی کتابیں معمولی قیمت پر مل جایا کرتی تھیں چنانچہ آپ کباڑیوں کی دوکانوں پر اسی شوق میں چکر لگایا کرتے تھے، طلب کتب اور مطالعہ کا یہ ذوق آپ کا اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس کے سامنے اپنے والد صاحب کی دعوت و تبلیغ کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے، بلکہ چھپے چھپے پھرا کرتے تھے، اس اشتغال بالعلم کی وجہ سے حضرت جی رح کی نظر میں بہت وسعت پیدا ہوگئی تھی، درس و تدریس، تصنیف اور تقریر میں علمی رنگ بہت نمایاں نظر آتا تھا،

مولانا کے تحریری ذوق کے متعلق تو اتنا عرض ہے کہ آپ کو ابتدائے طالب علمی سے اس کا ذوق تھا، درسیات کا ترجمہ کرنا ان پر حواشی اور فوائد لکھنا، مضامین لکھنا یہ سب چیزیں آپ کی طالب علمی کا محبوب مشغلہ تھیں [1] حضرت جی رح نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا:-

"بڑے حضرت جی رح جب مجھے میوات جماعتوں کے ساتھ بھیجا کرتے تھے، تو میں بیل گاڑی کے چھکڑے میں اپنی کتابیں رکھ لیتا تھا، اور راستہ بھر پڑھتا چلا جاتا تھا، اور قیام گاہ پر پہونچنے کے بعد جو کچھ مجھ کو لکھنا ہوتا تھا لکھ لیتا تھا:"

بیل گاڑی کا سفر اور اس کے جھٹکے پھر اس میں مطالعہ کا شغل دشوار کام ہے، لیکن مولانا کا ذوق ان تمام دشواریوں پر غالب تھا جب ہی تو چند بیش قیمت کتابیں وجود میں آگئیں،

---

[1] روایت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہم

امانی الاحبار

یہ امام طحاویؒ کی کتاب "شرح معانی الآثار" کی عربی شرح ہے، جس کو حضرت جیؒ نے تحریر فرمایا ہے، اب تک کتاب کی دو جلدیں چھپ سکی ہیں، تیسری جلد کا مسودہ موجود ہے، غالباً ابھی اس حصہ پر کام ہو رہا تھا، کہ قاصد اجل آگیا، پہلے حصہ میں بڑے سائز کے ۳۰۶ صفحات، اور دوسرے حصہ میں ۴۴۲ صفحات ہیں،

اس کتاب کی شرح کو مولانا نے کیوں اپنا مشغلہ بنایا؟ اس کے بارے میں اشارہ تو کتاب کے نام ہی میں موجود ہے، یعنی بزرگوں کی آرزو تھی کہ اس کتاب کی شرح لکھی جائے، چنانچہ راقم الحروف کی جتنے اکابر سے ملاقات ہوئی، ان کو متمنّی پایا، کہ کوئی کسی طرح سے اس کتاب کی شرح لکھ دے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو تو اس کتاب سے ایک گونا عشق سا تھا، انہوں نے خود بھی اس کتاب کے سلسلے میں کچھ کام کیا تھا، جیسا کہ سطور ذیل سے معلوم ہوگا، حضرت جی نے اپنی اس شرح کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:-

"كَانَ دَابِي فِي سَالِفِ الزَّمَانِ لَمَّا كُنْتُ مُشْتَغِلاً بِالْكُتُبِ الْمَدْرَسِيَّةِ كُنْتُ أَخْتَارُ كِتَاباً مِنْهَا لِأُعَلِّقَ عَلَيْهِ تَعْلِيْقاً لِتَكُوْنَ أَوْقَاتِي غَيْرَ أَوْقَاتِ الدَّرْسِ مَصْرُوْفَةً فِي هٰذَا التَّعْلِيْقِ حَتّٰى وَصَلَتِ النَّوْبَةُ إِلَى كُتُبِ الْحَدِيْثِ فَاخْتَرْتُ كِتَابَ مَعَانِي الْآثَارِ" (مقدمہ ص ۲۸ ج ۱)

(جب میں گزشتہ زمانہ میں کتب درسیہ میں مشغول تھا تو میری عادت یہ تھی، کسی کتاب کو حواشی و فوائد لکھنے کے لئے منتخب کر لیتا تھا، تاکہ اوقات درس کے علاوہ میرے اوقات مصروف و مشغول رہیں، یہاں تک کہ کتب حدیث کی نوبت آئی، تو میں نے شرح کے لئے کتاب معانی الآثار کو اختیار کیا۔)

اس کتاب کی شرح میں حضرت جیؒ نے نہایت انہماک سے کام کیا اور بہت کافی روپیہ بھی صرف کیا، حضرت جی رح کو معلوم ہو کہ مصر کے کتب خانہ میں علامہ حافظ بدر الدین عینی

کی اس کتاب پر ایک ضخیم شرح موجود ہے، چنانچہ ڈیڑھ ہزار روپیہ کے مصارف سے اس کتاب کے فوٹو حاصل کئے [۱] حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم نے فرمایا:

" یہ مولانا محمد یوسف صاحب ہی کی ہمت تھی کہ اتنا روپیہ صرف کر کے اتنی دور سے اس کتاب کے فوٹو حاصل کئے "

میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم سے دریافت کیا کہ علامہ عینی ہی کی شرح کیوں نہیں شایع کر دی، تو ارشاد فرمایا، کتب خانے والوں نے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ اس کو شایع نہیں کر آئیں گے، اور اتفاق سے یہ کتاب آخر میں حاصل ہوئی تھی،

حضرت جی رح اس کتاب کی شرح کو مختلف اوقات میں لکھتے تھے اور کتابیں اتارنے کے لئے دو تین طلباء کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے، ایک دفعہ مغرب کے بعد پہونچنے کا اتفاق ہوا تو اوپر بلا لیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف کتابیں کھلی رکھی ہیں، اور حضرت جی رح باری باری سے ان کا مطالعہ کر رہے ہیں، خود ہی ارشاد فرمایا " یہ امانی الاحبار کی تیاری کر رہا ہوں "

کتاب کی خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں حنفی مسلک میں یہ نہایت عمدہ کتاب ہے، میں نے سیدی وسندی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ سے سنا ہے، کہ شرح معانی الآثار از امام طحاوی، حدیث کے فن میں ہائی کورٹ کا درجہ رکھتی ہے، ایسی عظیم الشان کتاب کی شرح بھی اتنی ہی شاندار ہونا چاہیئے، سو الحمد للہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح نے اس کا حق ادا کر دیا،

اس شرح کے شروع میں حضرت جی رح نے ۱۰۸ صفحات پر کتاب کا عظیم الشان مقدمہ لکھا ہے، جس کے دو باب ہیں، پہلے باب میں سولہ فائدے یعنی سولہ فصلیں ہیں اور دوسرے باب میں دو فائدے یعنی دو فصلیں ہیں، پہلے باب کے فوائد میں امام طحاوی اور ان کی کتاب کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، اور دوسرے باب کے دو فائدوں میں سے

---

[۱] روایت شیخ الحدیث زید مجدہم

ایک میں سند کا ذکر ہے، اور دوسرے فائدے میں ان امور کا ذکر ہے، جن کا التزام و اہتمام حضرت جیؒ نے اس کتاب میں فرمایا ہے تقریبًا ۳۶ صفحات پر کتاب کے اسماء الرجال اور اشارات کی فہرست ہے، جو خود مستقل ایک اہم عنوان ہے

میری ناقص رائے میں حضرت جیؒ کی یہ کتاب فن حدیث میں اسلاف کے طرز پر نہایت عمدہ اور غیر فانی شاہکار ہے، جب زمانہ مستقبل کا مؤرخ اور محدث اس کتاب کو دیکھے گا، اس کو فن حدیث میں حضرت جیؒ کی جلالت علمی کا نہ صرف اعتراف کرنا پڑے گا، بلکہ اس کو معتقد ہونا پڑے گا،

اس جگہ میں یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جس دن حضرت جیؒ کا وصال ہوا اس دن میرے ایک دوست مولانا زاہد حسن صاحب عربی نے فرمایا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ہمارے گھر حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کا جنازہ رکھا ہے، میں نے عرض کیا کہ ——— ہمارے یہ دونوں اکابر ہندوستان میں دو بڑی تحریکوں کے مالک ہیں، حضرت نانوتوی علمی تحریک کے اور شیخ الہند جہادی تحریک کے، اور حضرت جیؒ کی ذات میں یہ دونوں تحریکیں موجود تھیں اور ان کا انتقال ہو گیا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

۲۔ حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کو حضرات صحابہؓ کی ذوات قدسیہ سے خصوصی تعلق بچپن ہی سے تھا، یہ جب بچہ ہی تھے، اُمی بی فرمایا کرتی تھیں، "الیاس کیا بات، میں تیرے ساتھ حضرات صحابہؓ کی صورتیں چلتی پھرتی دیکھتی ہوں" حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے: "جب میں مولوی محمد الیاس صاحب کو دیکھتا ہوں، تو فورًا حضرات صحابہؓ یاد آجاتے ہیں" یہی وجہ تھی، کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ حضرات صحابہؓ کے واقعات پڑھوا کر سنا کرتے اور ان سے کیف و سرور کی کسی دوسری دنیا میں مستغرق ہو جاتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے فخر زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

صاحب مدظلہ سے ایک کتاب "حکایات الصحابہ" لکھوائی،

حکایات الصحابہؓ اردو زبان میں پہلی کتاب ہے، جو حضرات صحابہؓ کے مختلف احوال پر "مختلف عنوان کے تحت" ترتیب دی گئی ہے، یہ وہ کتاب ہے، جس کے تراجم انگریزی، جاپانی، اور دنیا کی مختلف متعدد زبانوں میں ہوچکے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی حضرات صحابہ سے عشق و محبت کی نہ بجھنے والی پیاس نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حضرات صحابہؓ کی زندگیوں کو دعوت کے طرز پر پیش کیا جائے، اس کام کے لئے انہوں نے اپنے فخر زمانہ لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو منتخب کیا اور "امانی الاحبار" کا کام بیچ میں رکواکر اس کتاب کو ترتیب دلوانا شروع کیا، جس کا نام "حیاۃ الصحابہ" حضرت مولانا مولوی ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نے رکھا، لہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو خود حضرات صحابہؓ سے عشق تھا بچپن ہی سے حضرات صحابہ کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور دوسروں کو سنایا بھی کرتے تھے، چنانچہ بچپن ہی میں صمصام الاسلام اور محاربات الصحابہ کے پڑھنے اور سنانے سے بہت زیادہ دلچسپی تھی، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی حیات میں عشاء کی نماز کے بعد سیرت کی کتابوں کے سنانے کا دستور تھا، اور اس خدمت پر مولانا کی حیات میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مامور تھے، اور ان کے بعد بھی، اپنی حیات تک انہوں نے اپنا یہی معمول بنائے رکھا، پھر والد محترم نے جب مشکوٰۃ شریف پڑھانی شروع کی تھی، حضرات صحابہؓ کے حالات کی تتبع ان کے ذمہ کر دی تھی،

.... یہی وجہ تھی، کہ امانی الاحبار کی شرح کو بیچ میں چھوڑ کر حیاۃ الصحابہ کو والد محترم کے تعمیل ارشاد میں ترتیب دینا شروع کیا،

حیاۃ الصحابہ کیا ہے اس کے متعلق اپنی ناقص رائے تو یہ ہے، کہ اس طرز پر اسلامی

لہ روایت قاری محمد رشید احمد صاحب خورجوی

لٹریچر میں اب تک کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی، حضرت مولانا علی میاں صاحب نے عربی کی اس کتاب پر عربی ہی میں ایک مبسوط تبصرہ فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے،

وَلَقَدْ جَمَعَ هٰذَا الْكِتَابُ مِنْ اَخْبَارِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَسِيَرِهِمْ وَقَصَصِهِمْ وَحِكَايَاتِهِمْ مَا يَنْدُرُ وُجُوْدُهٗ فِيْ كِتَابٍ وَاحِدٍ الخ

دمؤلف نے اس کتاب میں حضراتِ صحابہ رض کی وہ خبریں، سیرت، قصے، حکایتیں جمع کر دی ہیں کہ جن سب کا وجود ایک کتاب میں نادر تھا)

سیرت، تاریخ، حدیث، رجال، طبقات کی کتابوں سے حضرات صحابہؓ کے وہ حالات کہ جن میں دعوت کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں ہے چھانٹ چھانٹ کر اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں، بڑے بڑے علماء کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ "کیا اس قسم کے واقعات موجود ہیں، لیکن انہوں نے جب اس کتاب کو مع حوالہ دیکھا تو انہیں اپنی کم علمی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جلالت قدر کا اعتراف کرنا پڑا۔

حضرت جیؒ کے پاس وقت بہت کم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں برکت دی تھی وہ اپنی مصروفیتوں میں سے بھی وقت نکال لیتے تھے جولائی ۱۹۶۲ء میں جب میں حاضر ہوا، تو حیاۃ الصحابہ پر نظر ثانی اور تصحیح کا وقت انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد نکالا تھا، چونکہ کتاب سنانا ان کے معمولات میں تھا، اس لئے وہ اس وقت حیاۃ الصحابہ سنایا کرتے تھے، شروع میں بہت دیر تک عبارت پڑھتے اور جہاں ضرورت ہوتی ٹھیک کرتے، اس کے بعد باب پر ایک تفصیلی تقریر کرتے، اس دن اتفاق سے علم کا بیان تھا، مولانا نے غالباً میری طبعی مناسبت کی وجہ سے بیان فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال مطلوب ہیں، اور اعمال والی زندگی فضائل سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلے فضائل کو بیان کرنا چاہئے تاکہ اعمال زندہ ہوں اعمال کے وجود میں آنے کے بعد صحت و فساد کا سوال پیدا ہوتا ہے، اس وقت مسائل کی ضرورت ہوگی"

تقریر فرمانے کے بعد جب حجرہ میں تشریف لے گئے، تو مجھ سے دریافت کیا، کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا، اگر تعریف نہ سمجھی جائے تو عرض کردوں میں نے آپ کی تقریر کو بہت غور سے سنا مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ اردو میں قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، آپ کے بیان کے وقت میں یہی سوچ رہا تھا کہ قرآن کی جو آیت آپ دلیل میں پیش کر رہے ہیں، وہی اس کا شان نزول ہے، اس پر مسکرا دیئے،

اصل عربی میں، حیاۃ الصحابہ کی تین جلدیں ہیں پہلی جلد $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۸}$ کے ۶۱۲ صفحات پر اور دوسری جلد ۷۱۴ صفحات پر مشتمل ہے، تیسری جلد بھی اتنی ہی ضخیم ہے حیاۃ الصحابہ کی تینوں جلدوں کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، جو بہت مقبول ہے، اور پاکستان میں مولانا سہیل احمد صاحب نے حیاۃ الصحابہ کو جدید عربی میں شائع کرنے کی اجازت بھی حضرت جی رح سے حاصل کر لی ہے۔

۳۔ مختصر الطحاوی

امام طحاوی رح کی کتاب "شرح معانی الآثار" متاخرین ومتقدمین سب ہی کی منظور نظر ہے پہلے حضرت مولانا الیاس صاحب رح نے اس کتاب کی تلخیص شروع کی، ان کے بعد حضرت جی رح نے اس کی تلخیص کی،

حضرت جی رح نے اختصار و تلخیص میں یہ کیا کہ پہلی فصل میں احادیث، دوسری فصل میں آثار صحابہ اور تیسری فصل میں امام طحاوی کی بحث ونظر کو لکھا ہے حضرت جی رح نے باب صلوٰۃ مسافر تک اس کی تلخیص کی، اس کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے

احقر راقم الحروف نے زمانہ طالب علمی میں شرح معانی الآثار کی دونوں جلدوں کی اسی انداز میں تلخیص کی تھی، افسوس کہ وہ مسودہ ضائع ہو گیا،

۴۔ چھ نمبر

حضرت جی مرحوم نے احادیث کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں پر بھی

کچھ لکھا ہے یہ رسالہ عربی زبان میں ہے، اس کی فہرست یہ ہے،

۱	کلمہ طیبہ	از صفحہ ۱ تا ۱۶	۵	اکرام مسلم	از صفحہ ۷۱	تا ۸۴
۲	الصلوٰۃ	" ۱۷ تا ۲۰	۶	نفر فی سبیل اللہ	" ۸۵	تا ۹۰
۳	العلم	" ۲۱ تا ۴۴	۷	النیۃ	" ۹۱	تا ۲۴۳
۴	الذکر	" ۴۵ تا ۷۰	۸	ترک لایعنی	" ۲۴۴	تا ۲۷۳

درمیان میں کہیں کہیں خالی صفحات بھی ہیں، اور کہیں کہیں حواشی پر اضافہ بھی ہے، کتاب کا انداز بیان یہ ہے کہ ہر ایک عنوان پر بکثرت احادیث اور آثار صحابہ کا ذکر کیا ہے، گویا احادیث و آثار سے ان نمبروں کی اہمیت کو ثابت کیا ہے، یہ کتاب ابھی مسودہ کی صورت میں ہے۔

دو کتابوں کی خواہش

مذکورۃ الصدر دو کتابیں مطبوعہ اور دو کتابیں غیر مطبوعہ ہیں، ان کے علاوہ حضرت جی کی خواہش تھی، کہ دو کتابیں اور تحریر فرمائیں

(۱) مَاذَا یُرِیْدُ اللہُ وَرَسُوْلُهٗ مِنَّا (۲) مَاذَا یُرِیْدُ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی مِنَّا

بات دراصل یہ ہے کہ آج کل دنیا میں یہود ونصاریٰ کی تہذیب اس کثرت سے رائج ہے کہ بڑے بڑے علماء صلحاء اور حد یہ ہے، کہ خانقاہوں میں گوشہ گیر حضرات بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں، جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں دشمنوں کی تہذیب نے پنجے گاڑ دیئے ہیں، وہاں سے اسلامی تہذیب رخصت ہو چکی ہے اور افسوس کی بات یہی ہے کہ ہم اسی میں خوش ہیں، اگر اتفاق سے ٹوک دیا جائے، تو اسلامی تہذیب کی تخفیف پر اتر آتے ہیں، حضرت جی نے اس مرض کو اچھی طرح محسوس کیا، اور اس کے علاج کے لئے ان دو کتابوں کی تالیف کی خواہش ظاہر فرمائی،

درس وتدریس

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کا طریقہ درس مروجہ طریقہ درس سے ذرا کچھ مختلف تھا وہ طلباء سے زیادہ محنت کرانے پر بہت زور دیتے

تھے، یہی وجہ تھی کہ ان کی درسگاہ سے نکلے ہوئے طلبا جب کسی دوسرے مدرسہ (دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی وغیرہ) میں جاکر داخل ہوتے تو ان درسگاہوں میں ان کو بلا امتحان داخل کرلیا جاتا تھا۔ لے

ان کے طریقۂ درس میں یہ بھی داخل تھا، کہ وہ منتہی طلبا سے ابتدائی طلباء کو درس دلایا کرتے تھے کے اس سے جہاں ابتدائی طلبا کی تعلیم ہو جاتی تھی وہاں منتہی طالب علم کی استعداد میں اضافہ ہوتا تھا، اور اپنے استاد کی نگرانی میں ایک لائق استاد بن جاتے تھے گویا ایک قسم کی ٹریننگ ہو جاتی،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے زمانہ طالب علمی ہی سے پڑھانا شروع کیا، اور آخر وقت تک اس کو اپنا محبوب مشغلہ بنائے رکھا، تقریروں اور بیانات، جماعتوں کی نگرانی اور انتظام نیز تصنیف و تالیف سے جتنا وقت بچتا طلبا کو پڑھانے میں صرف کرتے ایک دفعہ راقم الحروف نے مولانا سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی، اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کرکے کچھ دن تبلیغ میں لگا دوں، تو فرمایا۔

"ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو"

حضرت جی اکثر و بیشتر ابی داؤد شریف کا درس دیا کرتے تھے، میں نے دیکھا ہے کہ ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر حضرت درس کی تیاری کرتے اور پھر طلبا کو اپنے پاس بلا لیتے تھے حضرت جیؒ کے سامنے پڑھنے والے طالب علم کا بیان ہے کہ حضرت جیؒ ابتدا ابواب پر تفصیلی کلام کیا کرتے تھے، اور اس کے بعد حدیث کے ساتھ اختلاف مذاہب اور حنفی مسلک کی

لے روایت مولانا عبید اللہ صاحب ۔ کے روایت حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم

دلیلیں بیان فرمایا کرتے تھے لہ

ایک تفسیری مسئلہ

ایک مرتبہ آیت مبارکہ:-

"وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ" الآیۃ"

الآیۃ کے ذیل میں ایک طویل تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ۲ہ

"اللہ تعالے نے دنیا کو انسان کی ضرورت کے لئے بنایا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں وہ سب انسان کی ضرورت کے لیئے ہیں اور محدود ہیں۔ لیکن انسان "ضرورت" سے آگے بڑھ کر "خواہش" کی منزل میں جب داخل ہوتا ہے تو خواہش لا محدود ہیں، ایک محدود جگہ میں لا محدود خواہشوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا، خواہشیں پوری ہونے کی جگہ جنت ہے اور جنت کی تمام چیزیں غیر فانی ہیں اور لا محدود ہیں اسی چیز کو قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ الآیۃ (جنت میں وہ سب چیزیں موجود ہیں جس کی تمہارے نفوس خواہش کریں گے)

میرے ایک دوست بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت جیؒ سے دریافت کیا کہ ہمیں آپ کے مبلّغ، آیت مبارکہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (یعنی ہلکے اور بھاری ہر حال میں خدا کی راہ میں نکل جاؤ) سنا کر لائے ہیں تو کیا احکام جہاد سنانے کا وقت آگیا ہے اس پر حضرت جی رح نے فرمایا، کہ یہ سوال مجھ سے صرف دو آدمیوں نے کیا ہے ایک شامی وفد کے قائد نے اور دوسرے آپ نے، میں نے ان کو جو جواب دیا تھا، وہی آپ کو سناتا ہوں، اس کے بعد حضرت جیؒ نے آیت مبارکہ "اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پر پورے ڈھائی گھنٹہ اپنی خصوصی

لہ روایت حافظ محمد شفیع صاحب میواتی ۲ہ اتفاق سے مدینہ بجنور میں، ۱۷ جون کو جناب محمد ثانی کے الفاظ میں ضرورت اور خواہش کے عنوان کے تحت اس تقریر کا خلاصہ شائع ہوگیا ہے

مجلس میں تقریر فرمائی، نیز فرمایا کہ "اَلرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ" سے عام مفسرین نے جو کچھ مراد لیا ہے، میری رائے اس کے برعکس ہے، یعنی رکوع وسجدہ سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں تھوڑا بھی جھکو اور پورا بھی جھکو یعنی اللہ کی راہ میں حسب تقاضا جان ومال تھوڑا اور سارے کا سارا خرچ کرو، غرضکہ اس طرح اس آیت کی تفسیر فرمائی، کہ جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت پوری طرح روشن ہوگئی،

سیرت کا ایک مسئلہ

نہٹور ضلع بجنور کے علماء کے خصوصی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے وفود، لشکر قبائل اور علاقوں میں بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہادوں کی تعداد ایک روایت کی بنا پر ۲۳ ہے اور دوسری روایت کی بنا پر ۲۹ ہے، ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "بعث مقاتلا"

"آپ نے جنگ کے لئے بھیجا" بقیہ سب کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لئے بھیجا تھا، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جنگ میں ایک کافر کو زخمی کیا تھا،"

اس جگہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ حضرت جی رح نے سیرت کو کس نہج سے پڑھا اور اس کا کس طرح تجزیہ کیا ہے، یہ بات دراصل ایک عظیم مطالعہ اور اس میں بڑے غور وخوض کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

ملفوظات اور تقریریں

ان تمام چیزوں کے علاوہ حضرت جی رح کی تقریریں، خصوصی مجالس میں علماء اور ہر طبقہ کے لوگوں سے ان کے مرتبہ اور سمجھ کے مطابق بات کرنا۔ اور اسی دوران میں اپنے تبلیغی کام کو نہایت احسن طریقہ سے پیش کر دینا یہ ان کی عالمانہ سمجھ بوجھ کی دلیل ہے۔ چند تاجروں سے گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"اسلام کے "ارکان" میں کسبِ معاش داخل نہیں ہے، لیکن حیرت یہ ہے، کہ ہم لوگ ارکان اسلام کو تو ضائع کر رہے ہیں اور جو غیر ارکان ہیں ان میں اپنی زندگیاں کھپا رہے ہیں۔"

پاکستان میں آخری دورہ میں چند افسر آئے ان کا تعارف آپ سے کرا دیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:-

"خیر القرون میں تو تعارف اعمال کے اعتبار سے کرایا جاتا تھا، کہ یہ تہجد گزار ہیں، یہ قائم اللیل ہیں یہ صائم النہار ہیں۔" [1]

تاریخ عالم اور سیرت پر حضرت جی رح کی گہری نظر تھی وہ دنیا کے گزشتہ اور موجودہ حالات سے بخوبی واقف تھے، اور واقف ہی نہیں بلکہ ان کے بارے میں اپنی رائے بھی رکھتے تھے، دیکھنے والے بظاہر ان کو کلمہ و نماز ہی کا آدمی سمجھتے تھے، راقم الحروف کے ایک دوست بیان فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت جی رح نے ابتدائے اسلام سے لے کر موجودہ زمانہ تک کی ان تمام تحریکاتِ اسلامیہ کو بیان فرمایا جو دنیا کے مختلف حصوں میں پیدا ہوئیں، اور ختم ہو گئیں، اور پھر ہر ایک کے متعلق اپنی رائے بھی ظاہر فرمائی کہ فلاں تحریک میں یہ خامی تھی، آخر میں اخوان المسلمون کی تحریک کے بارے میں بیان فرمایا:-

"حسن البنا الشہید نے جب مصر میں اپنے متبعین کے زبردست مظاہرے کا اعلان کیا تو میں نے ان کو اپنے آدمیوں کے ذریعہ سے روکا، اور کہلوایا کہ احیاءِ دین کا جو کام آپ کر رہے ہیں اسے جاری رکھیے وہ ایک عظیم الشان کام ہے، طاقت کا مظاہرہ نہ کیجیے، ورنہ حکومت کی طاقت آپ کی مفید تحریک کو بھی کچل ڈالے گی، لیکن وہ نہ مانے۔"

بالآخر یہی ہوا کہ اخوان المسلمون کی تحریک کچل دی گئی، اس کے بعد حضرت نے میرے دوست کو مخاطب کر کے کہا کہ اب تم خود بتلاؤ کہ ہم نے جو طریقۂ کار اختیار کیا

---

[1] روایت بالواسطہ حاجی عبد الحمید صاحب کرتپوری

ہے، اس کے علاوہ احیاء المسلمین و اسلام کا دوسرا طریقہ اور کونسا ہے؟
ان واقعات سے حضرت جیؒ کی بالغ نظری اور بصارتِ علمی اور تدبّر و فکر کا
بخوبی اندازہ ہو رہا ہے،

****

باب چہارم

افکار ——— اور ——— نظریات

یہ باب پہلے باب کا تکملہ ہے، یعنی اسی کا ایک جزو۔ مقصود ان سطور کے اضافہ سے جہاں حضرت جی رح کے علمی مقام کو ظاہر کرنا ہے وہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ حضرت جی رح کے بارے میں بعض حضرات کا یہ خیال "وہ تو صرف کلمہ و نماز کے آدمی تھے"، غلط ہے حضرت جی رح کے بارے میں یہ خیال کوئی حاسد یا متعصب ہی رکھ سکتا ہے، یا بالکل ان پڑھ کیونکہ معمولی صلاحیت والا آدمی صاحبِ فکر و نظر نہیں بن سکتا اور اغیار کے نظریات کو یاد کر لینے سے بھی آدمی بابصیرت نہیں ہو سکتا، یہ تو خداداد ایک ملکہ ہے، جو علم و تقویٰ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہمارے یہاں جہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں ایک کم مائیگی یہ بھی ہے، کہ صاحب فکر و نظر ہمارے درمیان بہت کم ہیں، بلکہ نہیں ہیں، ذاتی طور پر میں ان حضرات کو قابل قیادت نہیں سمجھتا، جو ہیں تو ہمارے ہی، لیکن نظریات دوسروں کے رکھتے ہیں، حضرت جی رح میرے نزدیک بہت بڑے صاحب فکر اور بابصیرت مسلمان تھے، دور سے دیکھنے والا ان کو کچھ بھی کہہ دے، لیکن جن کو چند منٹ بھی ان کی صحبت حاصل رہی وہ یہی کہے گا:؎

وہ کم نصیب مقامِ نظر کو کیا جانے
جو اُن کے دل کی بلندی کا راز نہ جانے

میرے نزدیک اس قسم کی فکر و نظر والے صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں، اور وہی

ملت کو بنا جاتے ہیں، حضرت جیؒ کی نظر و فکر کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے :۔

اُمّت بننے کا تصوّر

موجودہ زمانہ میں علاقوں اور انسانوں کی تقسیم کے ساتھ ساتھ الفاظ اور محاوروں تک کی تقسیم ہوگئی ہے، چنانچہ ہمارے درمیان ایک گروہ ایسا ہے، جو اردو ادب کے ذریعہ ہی طبقات کی تقسیم کرتا رہتا ہے، اگرچہ زبان و محاورے کسی کی ملکیت نہیں ہوتے، مگر انہوں نے ایسا ہی کر رکھا ہے، چنانچہ اگر کوئی آدمی لفظ اُمّت یا ملّت بولتا ہے، تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے، اگر کوئی لفظ "قومیت" بولتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے

"خِرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خِرد"

ایسے زمانہ میں حضرت جی رحؒ نے ایک تقریر فرمائی، جس کا ایک ٹکڑا ذیل میں درج ہے، غور فرمائیں :۔

"یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں، بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔"

غور فرمائیے ! حضرت جی رحؒ نے موجودہ نظریات اور ان کی تخریبی کارروائی اور اس کا پس منظر کس طرح بیان فرمایا ہے یہ بات کوئی معمولی نظر والا نہیں کہہ سکتا، ان جملوں میں حضرت جیؒ نے "مسئلہ قومیت" کی تردید فرمائی ہے، اور صاف طور سے بیان فرما دیا ہے کہ " قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یہ نظریہ یہودیوں اور نصرانیوں کا ہے مسلمانوں کا نہیں ہے. اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے

"امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں، ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جُڑ کر امت بنتی ہے، جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے، اور حضورؐ اور صحابہؓ کی محنتوں پر

پانی پھیرتا ہے، امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے پہلے خود ہم نے اپنے کو ذبح کیا، یہود ونصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے۔"

یعنی یہود ونصاریٰ نے اپنے نظریہ کی چھری ہمارے ہاتھ میں دے کر چلوادی اور بعد میں خود بھی خیر خواہ بن کر ہمارے ساتھ شریک ہو گئے، اس طرح امت مسلمہ کا مکمل زوال کر دیا، اور ہم یہی سمجھتے رہے، کہ یہ بھی کوئی خدمت دین ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

"یہ امت اس طرح بنی ہے، کہ اس کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔"

غور فرمایئے! حضرت جی کیا فرمارہے ہیں، بلاشک حضرت جی اس صدی کے مجدّد تھے، مجدّد وہی ہوتا ہے کہ اعمال میں تبدیلی کرائے، اور نظریات اور عقائد کو پھیر کر پھر تیرہ سو سالہ قبل والا منظر دکھادے

"ہے یہی تیرے زمانہ کا امام برحق

حضرت جی رح نے ارشاد فرمایا:۔

"میرے بھائیو!، اور دوستو! اللہ اور رسول نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے، جن سے دلوں میں فرق پیدا ہو اور پھوٹ کا خطرہ ہو"

ان تمام امراض کو شمار کرانے کے بعد جو خرابی کی جڑ ہیں فرماتے ہیں:۔

"اس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضور والی محنت میں لگادو اور مسلمانوں کو مسجد میں لاؤ ایمان کی باتیں ہوں تعلیم اور ذکر وحلقہ دین کی محنت کے مشورے ہوں"

بات بظاہر ذراسی معلوم ہوتی ہے، اور کہنے والے کہہ دیتے ہیں: یہ تو ملّاپنے کی بات ہے، لیکن کوئی مفکر اور مجدّد اپنی بات کہنے کے بعد اصلاح کے لئے سب سے پہلے پہلی اینٹ کو درست کرتا ہے، دیکھنے والے بھلے ہی کہیں کہ یہ اس اینٹ سے پُل کس طرح بنائے گا، اور کس طرح اس خلیج کو پاٹے گا، مگر خلیج کو پاٹنے کے لئے سب سے

پہلے بنیاد کی اینٹ درست کرنی پڑتی ہے،

اسلام میں لچک

موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو زمانۂ حال کی چمک دمک دیکھ کر کہتے رہتے ہیں، اسلام میں لچک پیدا کرنی چاہیئے اور اس کو حالات اور زمانہ سے ہم آہنگ بنانا چاہیئے اس کے اندر سے فرسودہ پن دور کرنا چاہیئے، حضرت جی رح نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا:-

"آج کہتے ہیں، کہ اسلام موجودہ زمانہ میں چلنے والا نہیں ہے، ٹھیک ہے! لینے کا ذہن رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کیسے چلے، اسلام کو اپنی خواہش اور اپنی حالت کے مطابق بناؤگے، تو وہ اسلام رہیگا ہی نہیں، وہ تو تمہاری بنائی ہوئی"، ایک چیز بن جائے گی "

مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب ہو اس کے وجود میں آنے کا منشا ہی صرف ایک ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ زمانہ کے لوگ اپنے اعمال اور کردار کو مذہب کا پابند بنائیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے، بلکہ جس زمانہ میں جیسے لوگ ہوں اور جس قسم کے ان کے اعمال اور کردار ہوں، ویسے ہی اس مذہب کے اصول اور قانون ہو جائیں، تو پھر مذہب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، کیونکہ پھر زمانہ کے چلن کا نام ہی مذہب ہو جائے گا، اور اس مذہب کا جو بھی نام رکھ لیا جائے، چنانچہ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں کا کہنا ہے، کہ مذہب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے لئے ایک آڑ اور رکاوٹ اور نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتا ہے ایسے پاگلوں سے کیا بات کہی جائے؟

ہماری گزارش صرف موڈرن مولاناؤں اور موڈرن مسلمانوں سے ہے، وہ یہ کہ حضرت جی رح نے پتہ کی بات کہہ دی ہے کہ مذہب اسلام ایک آسمانی اور خدائی مذہب ہے اس کے اصول اور قوانین خدا اور اس کے رسول کی عطا ہیں ان کو رائج ہونا چاہیئے تاکہ بگڑے ہوئے انسان اس کے پابند ہو کر انسانیت کا نمونہ پیش کر سکیں، ان میں لچک جس قدر ہے، وہ مقرر شدہ ہے، اب مزید لچک پیدا کرنے کا مطلب تبدیلی اور تحریف

کے سوا کیا ہے؟ تبدیلی اور تحریف کی صورت میں اسلام نہ ہوگا، بلکہ لوگوں کی خواہش کے مطابق کوئی دوسری چیز بن جائے گی،

کامیابی اور ناکامی

آج کل ایجادات کی کثرت کی وجہ سے اور جدید نظام معیشت کو دیکھ کر لوگ اشیاء کی کثرت میں عزت اور کامیابی دیکھتے ہیں، حضرت جی رح نے فرمایا:۔

یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آئے گا تو اسلام چمکے گا، ملک و مال تو اسلام کو زندہ در گور کر رہے ہیں، آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں، وہ ابوبکر رض و عمر کے نمائندے نہیں، بلکہ وہ قیصر کسریٰ، شداد، نمرود کے نمائندے ہیں، ان سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے، ان کے ہاتھوں اسلام کا حال دیکھ کر دل کہتا ہے،

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا "اللہ اس مُردے میں جان کیسے ڈالے گا؟)"

ایک دوسری تقریر میں ارشاد فرمایا،

"آدمی سمجھتے ہیں کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ نے قومِ سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کر دیا۔"

اسی تقریر میں آگے چلکر ارشاد فرمایا۔

عزت اور ذلت روس اور امریکہ کے نقشوں (پلانوں) میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے، اور اس کے یہاں اصول و ضوابط ہیں جو شخص یا قوم یا خاندان، چمکانے والے اصول لائے گا، اللہ تعالےٰ اس کو چمکا دے گا، اور جو مٹنے والے کام کرے گا، اللہ تعالےٰ اس کو مٹا دے گا۔ یہود کی اولاد نے اصول توڑے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ٹھوکر مار کر ہلاک کر دیا، صحابہ کرام رض بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے

نہیں ہے اس کے یہاں اصول وضوابط ہیں، جو بھی ان کو اختیار کرے گا چمکے گا۔"

اس کے بعد کامیابی کا راز بتلاتے ہیں۔

"کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کا حال ہے، باہر کی چیزوں کے نقشہ کا نام کامیابی اور ناکامی نہیں، انسان کے اندر کی مایا اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں، انسان کے اندر کا یقین اور اس سے نکلنے والے اعمال اگر ٹھیک ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کامیابی کی حالت پیدا کر دیں گے، خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست کیوں نہ ہو۔"

مثلاً غزوۂ بدر میں سامان اور چیزوں کے اعتبار سے تو حالات بہت کمزور تھے مگر لشکر کا بدر کے یقین اور اعمال نہایت مضبوط تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے کرّوفر والے ناکام ہوئے، اور کمزور سامان والے کامیاب ہوئے، اس کے بعد ارشاد فرمایا:-

"ایمان ظواہر پر اور ظواہر کے مطابق، یقین کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ظواہر اور رواج، مشاہداتِ انسانیہ کے خلاف خداوند قدوس کی ذات وصفات، اور ان کے والے اعمال اور ان اعمال کی خبروں پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے۔"

حضرت جی اعمال کے اوپر کیسا یقین رکھنے تھے؟

"حضور سے صادر ہونے والے اعمال کو خدا نے ایٹم بم سے زیادہ طاقتور بنایا ہے، اور ایک ایک عمل کو عالم میں تغیر کا ذریعہ بنایا ہے دیا دہ ہے، صلوٰۃ استسقاء زمین کے حالات میں تغیر کا ذریعہ ہے۔"

حضرت جی رح کے یہ خیالات اور افکار تو تقریر اور ملفوظات کی روشنی میں ہیں اب ان کے مکاتیب کی روشنی میں ان ہی چیزوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب ۱

بستی حضرت نظام الدین

۱۶ / ربیع الثانی

محترم و مکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ سلمہ[1]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ ملا، حالات کا علم ہوا، اللہ تعالیٰ جملہ پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے، میرے بھائی دعا کی قبولیت کے لئے، دعاء دالاراستہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اگر دعاء دالاراستہ نصیب ہو جائے تو پھر دعا کے ذریعہ تمام پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں، اور حقیقی کامیابی نصیب ہوسکتی ہے، دعاء دالاراستہ مال و ملک والاراستہ نہیں ہے، بلکہ اعمال والاراستہ ہے، جس کو لے کر حضرات انبیاء علیہم السلام تشریف لائے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جامع اور مکمل طریقہ پیش فرمایا اور ایسی محنت چھوڑ کر تشریف لے گئے کہ اگر وہ محنت ہوتی رہے، تو پھر انشاء اللہ ہماری زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات داخل ہوں گے، تو پھر ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیاں سب درست ہو جائیں گی، اور سکون والی زندگی نصیب ہو گی، اب ضرورت ہے کہ پہلے یہ محنت زندہ ہو، اور اس کے لئے اوقات فارغ کر کے مقامی اور بیرونی نقل و حرکت میں پوری طرح شریک ہوا جائے، باہر جماعت میں نکل کر پہلے صحیح جذبہ اور اصول کی پابندی پیدا کی جائے، اور ان کی مشق کی جائے، اور مقامی اجتماع اور گشت اور روزانہ کی تعلیم میں خود شریک ہوتے ہوئے متعلقین کو پوری کوشش کر کے شریک کیا جائے۔ بندہ محمد یوسف عفرلہ بقلم عقیل احمد

مکتوب ۲

بستی نظام الدین

۲۲ / ذیقعدہ ۸۲ھ

محترم و مکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

---

[1] مکتوب[1] لغایۃ ۲ بنام نواب محمد ضمیر الدین صاحب سنبھلی ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جماعتوں کی نقل وحرکت، چہل پہل کا حال
سن کر بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ سب کی کوششوں میں دن دونی
رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آپ نے تحریر فرمایا تھا، کہ اوّل جون میں ایک
چلّہ کی جماعت آنے والی ہے، اس کا انتظار ہے، امید ہے کہ جناب خود بھی
تشریف لائیں گے، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے پوری کوشش کر کے
اس جماعت میں زیادہ سے زیادہ احباب کو جوڑ کر لایا جائے،
"حزب البحر" اور کتاب ہے اور "الحزب الاعظم" الگ کتاب ہے، ابھی
فی الحال حزب البحر کی اجازت نہیں ہے اور الحزب الاعظم کا ورد فرمائیں ما
شاء اللہ سارے خواب اچھے اور مبارک ہیں، اللہ تعالےٰ ان کی پوری خیر و
برکت سے آپ کو سرفراز فرمائے، مقامی کام گشت و تعلیم، قرب وجوار کی
کی تین تین دن کی جماعتوں میں نکلنے کی طرف بھی احباب کو جوڑتے رہیں، اس
جماعت میں جتنے احباب کو زائد سے زائد جوڑ سکیں جوڑ کر لائیں، فقط

بندہ محمد یوسف غفرلہ بقلم محمد مبین

مکتوب ۳۱

از بستی حضرت نظام الدین

۲۷ ر رمضان المبارک

محترم ومکرم بندہ زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے کہ مزاج اچھے ہوں گے، آپ کا گرامی نامہ صادر ہوا، کاشف
احوال ہوا، مسرت ہوئی، اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ہدایت
کو عام فرمادیں، اور ہم سب کو مزید ترقیات اور اپنی مرضیات پر چلنے
کی توفیق مرحمت فرمائیں۔
اصل اجتماع ابھی سے شروع ہے وہ آخری ایام تو اختتام اجتماع کے
ہیں قبل از اجتماع حقیقی محنت ہوگی کام متعدی ہوگا، اور جتنا یہ کام پھیل

جائیگا اس کے بقدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی نسبت نصیب ہوگی، لہذا آپ اپنے یہاں سے ابھی سے احباب کو چلوں کے لئے نکالیں خصوصاً عید الفطر کے موقعہ پر ضرور نقد جماعتیں نکالیں، اور اجتماع سے پہلے مضافات میں خوب جماعتیں پھرائیں، ہر ہر گاؤں میں جماعتیں کام کریں، اور مضافات والوں کو اس پر آمادہ کریں، کہ وہ اجتماع میں جماعت بنا کر شرکت کریں، اور تشکیل کی صورت میں اپنے ہاں کے مقام پر ہر ماہ کے تین یوم اور ہر ہفتہ کے دو گشت روزانہ کی تعلیم تسبیحات کا اہتمام کریں، حالات سے مطلع فرماتے رہیں، آپ کے ماموں صاحب کو اللہ پاک صحت کاملہ عنایت فرمائیں، احباب کو سلام مسنون، بندہ محمد یوسف عفی لہٗ

مکتوب ۴۷

محترم ومکرم بندہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا تمہارا خط ملا، حال معلوم ہوا، اور تمہارے کام سے بہت مسرت ہوئی اللہ رب العزت تمہاری مساعی جمیلہ کو بہت ہی قبول فرمادے، اور رمضان شریف میں جو تم اجتماع کر رہے ہو، اللہ پاک بہت ہی کامیابی کی صورت پیدا کریں، اور اہل عالم کے لئے ایمان وعمل صالح علم وذکر اور اخلاص اخلاق کو امت میں زندہ فرمادے، مقامی کام کو خوب بڑھایا جائے، نقد جماعتیں چلوں کی بنا کر یہاں روانہ کریں، رمضان شریف قرآن وہدایت اور اعمال کی صحت کا مہینہ ہے، اگر ہم اس ماہ مبارک میں نکل کر اصولوں کے ساتھ دین کے لئے محنت کریں گے، تو اللہ رب العزت کی ذات سے امید ہے کہ اہل عالم کے لئے ہدایت کا راستہ کھل جائے گا۔ اس لئے اس ماہ مبارک میں ضرور جماعتیں نکالی جائیں، احباب کو سلام مسنون،

فقط والسلام، بندہ محمد یوسف، بقلم رحمت اللہ

مکتوب نمبر ۵

از بنگلہ والی مسجد

محترمی و مکرمی، سلام مسنون

الحمد للہ خیریت سے ہوں، امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، بھائی بڑی سعادت اس میں ہے، کہ اللہ رب العزت دین کی فکر عطا فرما دیں، اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اعمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقل اخلاص سے محنت کے لیے مسجد والے نقشہ کو زندہ کیا جائے، اور چوبیس گھنٹہ کے اوقات کا محاسبہ کیا جائے کہ کہاں خرچ ہوتا ہے، اور کہاں خرچ ہونا چاہیئے تھا، اپنی ضرورتوں کے حصول کے بعد جو وقت بچے وہ غلط طریقہ سے خرچ نہ ہو۔ بلکہ مسجد میں تعلیم و نماز، ذکر و دعا میں صرف ہو اور لوگوں کو اس میں مشغول رکھا جائے، ہفتہ کے دو گشت، مہینہ میں تین دن کی جماعتیں بنا کر برابر اپنے آس پاس کے علاقوں میں نقل و حرکت کرتی رہیں، اس سے کام کی ایک فضا پیدا ہوگی۔ خوب جم کر دعائیں کریں، اور وقتاً فوقتاً نظام الدین ضرور آتے رہیں۔ تمام احباب سے سلام عرض کردیں،

بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم نسیم اختر

مکتوب نمبر ۶

مکرم محترم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، خط سے حالات معلوم ہوئے، علالت طبیعت سے رنج و افسوس ہے، یہ مصائب اور بلایا تو مومن کے درجات بڑھانے کے لئے ہیں بس صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ہر حال میں دین اور دعوت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو اور ان

اعمال مسجد ہی سے اللہ سے ملنے کا یقین کامل ہو، جیسے آج کل تجارت، زراعت سے نفع ملنے کا یقین ہوتا ہے، اجتماع کی کامیابی کے لئے ہم سب دعا کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اسی دیر اور دور کے لئے جماعتیں نقد نکالیں اور دین متین کے پھیلنے کا ذریعہ بنائیں اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے

فقط بندہ محمد یوسف، بقلم احسان الحق

مکتوب ۷ محترم و مکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

سلام مسنون، امید ہے، کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، نامہ آپ کا ملا۔ حالات پڑھ کر خوشی ہوئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آئندہ ہونے والے اجتماع میں بھی کامیابی نصیب فرمائے، اصل میں اللہ رب العزت اس آدمی کی محنت پر دین کو زندہ فرمانے کا اور ہدایت کو عام کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، جو اس کے دین کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے والا ہو، اللہ پالنے والے ہیں، جو اس یقین کے ساتھ اپنے تقاضوں کو دبا کر اور آگے پیچھے کر کے، دوکان اور بیوی بچوں کی مشغولیات میں کم وقت لگا کر اور اللہ کے دین کے لئے زیادہ وقت لگائے گا۔ اپنے آرام و راحت کو دین کے مطالبہ پر قربان کرے گا، اللہ رب العزت ایسے شخص کو اس کی قربانی سے خوش ہو کر اس کی دعاؤں پر لوگوں کے قلوب کو ہدایت کے لئے اور دین کی طرف پھیرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، اس لئے الحمدللہ آپ جتنی محنت کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرمائے، اور اس میں اور زیادتی فرمائے، مقامی کام کی ترتیب کو بھی قائم کریں، فقط والسلام

بندہ محمد یوسف بقلم الطاف احمد

مکتوب ۸

مکرم و محترم بندہ۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کا خط ملا تبلیغی جد وجہد اور دین کی سرسبزی اور آخرت کے سدھار کے لئے سعی وکوشش کا معلوم ہو کر مسرت ہوئی، اللہ تعالےٰ قبول فرمادیں، اور مزید توفیق بخشیں، آمین الحمدللہ علی احسانہ یہاں پر بھی رمضان المبارک میں اوقات فارغ کر کے آنے والوں کی اس قدر کثرت ہے، کہ ۱۸، ۲۰ سال کے عرصہ میں دیکھنے میں نہیں آئی، اللہ تعالےٰ اس مبارک مہینہ اور اسی کے ساتھ شوال، ذیقعدہ، ذوی الحجہ چاروں مہینوں کی خیر وبرکات میں ہم آپ سب اہل علاقہ کا بھرپور حصہ نصیب فرمادیں. اور تمام عالم اسلام میں تفریغ اوقات کی توفیق حاصل ہو اور اعزہ اور اہل وعیال کو فلاح دارین بخشیں اور صحت وعافیت عطا فرمائیں، فقط والسلام، نیز احباب کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون پہنچا دیں، اور تبلیغی حالات سے برابر مطلع فرماتے رہیں

بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم محمد شفیع

مکتوب ۹

مکرم بندہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا گرامی نامہ کاشف احوال ہوا، حالات سے بڑی مسرت ہوئی یہ اللہ تعالےٰ کا انتہائی فضل ہے. کہ بیک وقت تین جماعتیں آپ کے یہاں پہنچ گئیں، اللہ تعالےٰ ان کے پہونچنے کو قبول فرما کر آپ کے یہاں کام کو انتہائی ترقی عطا فرمائیں، امید ہے کہ ان جماعتوں سے خوب فائدہ اٹھایا گیا ہوگا، اور نقد جماعتیں بھی نکلی ہوں گی،

میرے محترم دین کی یہ مبارک محنت سارے عالم کے لئے باعث برکت ورحمت ہے. بلکہ زیادہ امت کے اندر اس کا رواج پڑیگا اور نقل وحرکت ہوگی، اللہ تعالےٰ کے قہر کے دروازے بند ہوں گے اور امن وعافیت کے دروازے کھلیں گے، اس لئے محنت کو خوب بڑھائیں

مقامی طور پر مسجد دں میں پابندی کے ساتھ تعلیم، ہفتہ کے دو گشت، سویرے شام تسبیحات کی پابندی کی کوشش اور ہفتہ میں ایک شب تمام احباب کے ساتھ مسجد میں شب گذاری کا اہتمام فرمائیں، اور مہینے میں تین دن کی جماعت کا اطراف میں بھیجنے کا نظم بنائیں، کوشش فرماکر زیادہ سے زیادہ افراد کو یہاں روانہ فرمائیں، جو لوگ جماعتوں میں وقت لگا کر واپس ہوں، ان کو مقامی کام میں پورے طور پر جوڑنے کا آپ بھی اور آپ کے تمام رفقاء کوشش فرمائیں ورنہ تبلیغ کے زمانہ میں جو اثرات قائم ہوتے ہیں۔ وہ مقامی کام میں نہ جوڑنے کی وجہ سے بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں، آپ کے لئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے، اور دین کی محنت کو پورے طور پر قبول فرمائے، تمام رفقا اور مقامی کارکنوں کی خدمت میں ہمارا اسلام عرض کر دیں، فقط والسلام

بندہ محمد یوسف بقلم محمد خالد

مکتوب نمبر ۱۰

مکرمی و محترمی ارشدنا اللہ فی سبیلہ جداً وسعیًا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ باعث مسرت ہوا اللہ جل شانہ محض اپنے فضل وکرم سے اعمال میں مزید ترقی فرمائیں، زیادہ سے زیادہ محنت کر کے اپنے علاقہ سے فی گھر ایک ایک آدمی نکالنے کی سعی کی جائے، اور ان کو تین چلوں کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اگر یہ رواج دنیا میں پڑ جائے، تو امت کی تمام پریشانی دور ہو کر تمام عالم میں راحت وسکون آ دیں گے، ورنہ ایسے حالات آ دیں گے، جیسے آج کل آرہے ہیں، جو لوگ پہلے کام کر چکے ہیں، انہوں کو زیادہ ٹائم نکال کر یہاں کی کوشش فرمادیں، کیونکہ میری غیر موجودگی

ہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو کہ پورے ہندوستان میں نقل و حرکت کر سکیں، حق تعالےٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو دین کی سرسبزی والے کام کے لئے قبول فرمایا، اس شکر گزاری میں اگر ہمارے تمام مال وجان اللہ تعالےٰ کی راہ میں لگا دیا جائے، تب بھی کم ہے۔ حجاز مقدس عمرہ کے لئے میری روانگی ۸ ار اکتوبر رات کے ۹ بجے متیقن ہے میری طرف سے سب جماعت والوں کو سلام اور دعا کہہ دیں، فقط

بندہ محمد یوسف عفی عنہ، بقلم محمد ابوالقاسم

****
****

باب پنجم

سُلوک اور تصوّف اور تعلیماتِ سُلوک

سلوک اور تصوّف یا بالفاظ دیگر طریقت کا مقصود انسان کے قلب میں ملکہ یادداشت پیدا ہو جانا ہے، جس کو شرعی اصطلاح میں احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ کیفیت، جس طریقۂ عبادت سے بھی، حاصل ہو جائے، وہی محمود ہے اس کے بعد اوراد مسنونہ اور اذکارِ مسنونہ میں زندگی گذارنا حاصلِ عبدیت ہے اس لئے اس جگہ ہم حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیمات سلوک و تصوف کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں،

ان تعلیمات کا ذکر اس جگہ اس وجہ سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحبؒ جو اپنے زمانہ کے شیخ وقت تھے، ان ہی کی تعلیمات اور ہدایات کی بدولت اس مقام پر فائز ہوئے تھے، اب رہی یہ بات کہ حضرت مولٰنا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیمات کن بزرگوں کی تعلیمات سے مقتبس ہیں، اس کے اثبات کے لئے ابتداءً بطور تمہید ان بزرگوں کی تعلیمات کا ذکر بھی لازمی ہے،

حضرت گنگوہی رح

حضرت گنگوہی رح حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے شیخ ہیں، ان کے متعلق آپ فرماتے ہیں،

حضرت گنگوہی رح اس دور کے قطب الارشاد اور مجددؒ تھے لیکن مجدد کے لئے ضروری نہیں ہے، کہ سارا تجدیدی کام اسی کے ہاتھ پر ہو، بلکہ اس کے آدمیوں کے ذریعہ جو کام ہو وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا کام ہے جسطرح

خلفائے راشدین بالخصوص حضرات شیخین کا کام فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے۔" لے

حلقہ علمائے دیوبند میں سلوک و تصوف، شریعت و طریقت میں سنت کے مطابق مذاق صرف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کا مرہون منت ہے، انہوں نے اپنے متبعین میں دین کا وہی تصور چھوڑا جو حضرات صحابہ رض اور خیر القرون میں تھا،

حضرت گنگوہی رح کا نظریہ تصوف

حضرت گنگوہی سلاسل اربعہ میں بیعت فرماتے تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے بیعت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا،

"میں چاروں سلسلوں میں اس وجہ سے بیعت کرتا ہوں تاکہ مرید کے قلب میں دوسرے سلسلوں کی اہانت کا جذبہ پیدا نہ ہو جائے" ۲ے

حضرت گنگوہی رح نے ذکر و فکر اور تسبیحات کے بارے میں ارشاد فرمایا:-

"ذکر جہر کی اب کچھ حاجت نہیں، ذکر اصل میں تذکر قلب ہے اور جب ذکر قلبی حاصل ہوا۔ اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں خصوصاً جب ذکر جہر سے دل گھبراوے، اس وقت ذکر زبانی کا ترک لازمی ہے، جس ذکر سے دل کو سرور ہو اس کو کرنا چاہئے، مثلاً تسبیح، تہلیل، تحمید میں یا تفکر میں یا تشکر میں یا جس پیرایہ میں حضور حاصل ہو وے، اس پر ہی قناعت کرو، اصل سب کا حضور ہے ۳ے

دوسرے خط میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکار ماثورہ و نوافل کوئی ضرورت نہیں، یہی موجب ترقی اور باعث ازدیاد یقین ہوں گے،" ۴ے

تیسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں،

لے ملفوظ ص۱۴۲ ۲ے ملفوظ ص۱۴۱ ۳ے مکتوب شیخ الاسلام ص۱۱ ۴ے مکتوبات رشیدی

"اب یہ شغل ہے جس کا مظہر کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور قرآن پاک، درود، حزب الاعظم اور وظائفِ حدیث، ؎۱

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کے بڑے بھائی جناب مولانا محمد صاحب رح جن کو اورادِ مسنونہ، نماز، تلاوت قرآن پاک سے بڑا شغف تھا، وہ جب حضرت گنگوہی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا:۔

آپ کو اس کی حاجت نہیں، جو اس طریقہ اور ان ذکر و اذکار کا مقصود ہے۔ وہ آپ کو حاصل ہے"، ؎۲

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقصود بالذات انسان میں عبدیت اور صفت انسان کا پیدا ہونا ہے یعنی جسم انسان تابع فرمان الٰہی اور مطیع ارشاد نبوی رہے، اور شریعت پر عمل کرنا اس کی عادت ثانیہ بن جائے، اور قلب انسان ہر حال میں ذکر خداوندی اور اس کے تصوّر میں لگا رہے، انسان میں یہ کیفیت جس طرح بھی حاصل ہو جائے وہی محمود ہے،

حضرت مجدّد الفِ ثانی کا طریقہ

حضرت مجدد الف ثانی کا طریق سلوک بھی یہی ہے، کہ وہ اذکار صوفیہ کے ساتھ اذکار ماثورہ اور مسنونہ اور اتباع شریعت کو ضروری قرار دیتے ہیں، میں نے حضرت مجدّد الف ثانی رح کے مکتوبات پڑھے ہیں اور حضرت گنگوہی رح کے مکتوبات بھی ہیں دونوں حضرات کے مکتوبات اور ان کی تعلیمات میں ذرہ برابر فرق نہیں پاتا،

اس سے انکار نہیں ہے کہ حضرات صوفیہ نے جو اذکار تعلیم فرمائے ہیں، ان کو تصفیہ قلب میں بڑا دخل ہے، لیکن تصفیہ قلب ان پر ہی منحصر نہیں ہے، اگر شیخ کامل ہو تو وہ محض تلاوت قرآن پاک، کثرتِ نوافل، کثرتِ استغفار اور کثرتِ درود شریف سے سلوک کے تمام منازل طے کرا سکتا ہے، ہم مشائخ دیوبند کی تعلیمات

؎۱ مکتوبات رشیدیہ ؎۲ مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت ص۳۰

تصوف کو دیکھتے ہیں، کہ کسی شیخ کے یہاں چشتیت کا غلبہ ہے تو کسی کے ہاں قادریت اور نقشبندیت کا غلبہ ہے۔ اور ان کی تعلیمات میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے انجام کار سب کا وہی ہے جو مومن کا مقصودِ حیات ہے اور بس

حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحب کا طریقہ

حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحبؒ نے خود بھی صوفیاء کے اذکار کیئے ہیں اور اپنے مریدین کو بھی، چنانچہ انہوں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحبؒ کو ۱۹۳۵ء میں بیعت کیا اور بیعت کرنے کے بعد پاس انفاس تعلیم فرمایا، اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو تین ہزار اسم ذات اور حضرت مولانا انعام الحسن کو بارہ ہزار اسم ذات تعلیم فرمایا، اس کے علاوہ وہ حزب الاعظم اور حصن حصین کے پڑھنے پر بھی زور دیتے تھے، لہ

لیکن مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا طبعی رحجان اعمالِ مسنونہ اور اورادِ مسنونہ کی طرف زیادہ تھا، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں، ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہ اور تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور صبح وشام سو سو مرتبہ درود شریف، استغفار، تلاوت قرآن مع تصحیح قرأت اور نوافل میں تہجد کی تاکید اور اہل ذکر کے پاس جانا۔ علم بدون ذکر کے ظلمت ہے، اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے ٢ہ"

علم و ذکر کی حقیقت

ذکر کی حقیقت، بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

"علم و ذکر تھامنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے مگر علم و ذکر کی

لہ روایت مولٰنا انعام الحسن صاحب ٢ہ ملفوظات صنہ ۵۰

حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے۔ ذکر کی حقیقت ہے، عدم غفلت، اور فرائض کی ادائیگی میں لگا رہنا اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے بھی اپنے بعض مکتوبات میں یہی ارشاد فرمایا ہے، ان کا ارشاد ہے کہ "نوافل میں اشتغال اور فرائض میں کوتاہی یہ اللہ سے روگردانی ہے" اپنے ایک مکتوب میں وہ ارشاد فرماتے ہیں "فرائض اس وجہ سے زیادہ افضل ہیں کہ ان کا تعلق براہ راست وحی خداوندی سے ہے" حضرت شاہ محمد الیاس صاحب رحؒ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقعہ پر اور جس حال میں اور جس مشغلہ میں ہو اس کے متعلق اللہ کے جو احکام ہوں ان کی نگہداشت رکھے اور میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔"[۱]

اور تبلیغ میں نکال کر یہی کرایا جاتا ہے کہ خدا سے یا عی زندگیوں میں تابعداری اور اطاعتِ خداوندی کا جذبہ اس قدر غالب ہو جائے کہ وہ کسی ماحول سے بھی متاثر نہ ہوکر اپنے اوقات کو شریعتِ حقہ" کے مطابق صرف کرنے لگیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ ریاضت ایک بڑی ریاضت ہے اور یہ مجاہدہ بڑا سنگین مجاہدہ ہے مزید یہ کہ اس کا نفع متعدی ہے۔

ریاضت کا مفہوم

حضرت مولٰنا شاہ محمد الیاس صاحب رحؒ نے ریاضت کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

"یہ تحریک درحقیقت اپنے لئے بہت بڑی ریاضت ہے افسوس کہ لوگ اس کی حقیقت کو سمجھتے نہیں۔"[۲]

اور چونکہ حضرت پر اس کی حقیقت پورے طور پر منکشف ہوگئی تھی، اس لئے وہ اپنے مریدین کو اس راہ میں زیادہ محنت کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے ان

---

[۱] ملفوظات صـ۲۰ [۲] ایضاً صـ۲۶

کے یہاں سلوک کے تمام مراحل اور منازل، تبلیغی جد و جہد میں طے ہو جاتے تھے وہ صوفیاء کے مقرر کردہ مراقبات کو زیادہ نہیں کراتے تھے، ان کا فرمانا تھا کہ "جب تم گشتوں میں جاؤ اور متکلم کلام کرے تو تم خدا کا ذکر دھیان کر کے کرو، تمہارے قلوب کے اثرات اور ذکر کی برکتوں سے شیطانی اثرات ختم ہو جائیں گے"، اور یہی حکم وہ تعلیمی حلقوں کے وقت دیا کرتے تھے، اور یہی ان کے یہاں مراقبہ تھا

(بروایت قاری محمد رشید صاحب خورجوری)

مراقبہ کا مفہوم

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے۔ کہ مراقبہ کا ماحصل اس قدر ہے کہ جو دھیان اور تصور ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہی تصور ہمہ وقت باقی رہے اسی کو شریعت میں احسان کہا جاتا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ اسی پر زیادہ زور دیتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں :-

"نماز سے پہلے، کچھ دیر نماز کا مراقبہ، کرنا چاہیئے، جو نماز بلا انتظار مراقبہ کے ہوگی وہ پھس پھسی ہوگی"

جب یہ کیفیت اور خصوصیت حاصل ہو جائے تو پھر انسان کے اندر سے شرارت کا مادہ تقریباً سب ہی نکل جاتا ہے۔ اب اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔ مولانا ارشاد فرماتے ہیں :

"طریقت کی خاص غایت اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر کا مرغوب طبعی اور نواہی کا مکروہ طبعی ہو جانا ہے"

اور یہی ایک مومن کی زندگی کا ماحصل ہے، حضرت مولانا نے عام طریقۂ تصوف سے ذرا کچھ آگے مریدین کے لئے ایسی چیزیں مقرر کی تھیں کہ جن کا نفع بھی متعدی ہو اور تاثیر بھی زیادہ، اس کے لئے ان کے یہاں تبلیغی جد و جہد، کثرت نوافل، کثرت اذکار مسنونہ مقرر تھی، اور ان ہی تمام راہوں پہ انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو چلایا تھا، جس کے نتیجہ میں ہم نے دیکھا کہ مولانا اوراد و اذکارِ مسنونہ، نوافلِ مسنونہ کے بہت زیادہ پابند تھے، حد یہ ہے، کہ جس دن آپ کا انتقال ہونے والا

تھا، انہوں نے اس دن کی حزب الاعظم کی منزل پڑھ لی تھی [۱]

حضرت جی رح کی تعلیمات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کی تعلیماتِ تصوف سے خود ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تعلیماتِ سلوک کیا ہوں گی، مگر اس جگہ ہم ان کے چند خطوط نقل کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنے ایک مرید کو تحریر فرمائے ہیں،

پہلا مکتوب

محترم و مکرم بندہ۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے گرامی نامہ کاشف احوال ہوا، دعاگو ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، اور بار آور بنائے دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مال و جان کے خرچ کے طریقے بتا کر گئے ہیں کہ جان کا سب سے بڑا موضوع دعوت دین کے لئے نقل و حرکت، ایمان کی مجلسیں، مالعبد لموت کی باتیں، انبیاء کرام و صحابہ کے تذکروں میں جان کو لگا دیا جائے، پھر اعمال کی قیمت، اثرات اور اعمال کی تفاصیل معلوم کرنے کے لئے اور دوسروں کو بتانے کے لئے جان خرچ ہو، اللہ کے ذکر تلاوت، عبادات، نمازوں میں ہماری جان کھپے، ہم اپنے جتنے تقاضوں پر اپنے لئے جان لگاتے ہوں دوسروں کے ان سب تقاضوں میں جان لگائی جائے، جانی خدمت میں، مذہب، رنگ، زبان وطن کے لحاظ سے کوئی تفریق نہیں، پھر جیسے جان کو کمائی اور گھر کے تقاضوں میں خرچ کیا جائے، ایسے ہی اپنے مال کو دین کی نصرت، نقل و حرکت علم لینے اور علم دینے میں خرچ کریں ضرورتمند

---

[۱] روایت قاری رشید احمد صاحب خورجوی

کی بال سے خدمت کی جائے ایسے تقاضوں پر مال بقدرِ حاجت قناعت کے ساتھ لگے پھر مال کو گھر اور کمائی کے تقاضوں پر خرچ کیا جائے، معاشرہ میں تعلقات اور ہمدردی صرف اللہ والے بنکر اللہ کے تمام بندوں سے انصاف و عدل کے لحاظ سے ہو، اہر مظلوم کی مدد کریں، اسے ظالم سے بدلہ دلائیں چاہے ظالم اپنے خاندان یا قوم یا وطن یا زبان والوں میں سے ہو جان و مال کے خرچ کی یہ ترتیب دوست و دشمن سب کے دلوں میں محبت ڈال دے گی ایسے ہی دنیا کی نعمتیں، دولتیں حکومتیں قدموں پر آکر پڑیں گی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہی ترتیب تھی اسے چھوڑ کر جان کا موضوع مال کمانا اور مال کا موضوع نفسانی تقاضوں پر لگا دینا ہی بنا کر یہ امت ذلت و مصائب میں مبتلا ہو چکی ہے۔

اس تبلیغ کے عنوان سے ہونے والی مقامی اور بیرونی محنت کا مقصد امت میں اس ترتیب سے جان، مال کو خرچ کرنا ہے اس ترتیب سے قلوب میں نور کا فیضان عام ہوگا، طبائع شر سے خیر، تخریب سے تعمیر، کفر سے ایمان، فسق و فجور سے طاعت، غفلت سے علم و ذکر، نفسانیت سے اخلاص کی طرف متوجہ ہوں گی، اس محنت کو وجود میں لانے والوں کو دارین میں درجات محبوبیت سے نوازا جائے گا،

مقامی کام میں اتنی ہی جان پڑے گی جتنے مقام سے احباب اور دوسرے علاقوں میں جا کر محنت کریں گے اور اصول و نہج کو پرانوں کے اختلاط سے کام چلائیں گے، اس راہ میں نکلنے میں تمام پریشانیوں کا حل ہونا سمجھ کر آخرت و جنت کے درجات و اجور کی ترغیب دلا کر اپنے ہمراہ احباب کو لانے کی سعی کریں اور جس مسجد کے قریب رہتے ہوں، اس مسجد میں پابندی سے کسی نماز کے بعد فضائل کی تعلیم روزانہ

کر لیا کریں، ہر ہفتہ مسجد والے احباب کے ہمراہ ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں کر لیا کریں، ہر ماہ اپنی مسجد کے احباب کی جماعت بنا کر آس پاس لے کر جانے کی سعی کریں، اکرام، ترغیب تواضع کی مشق کرتے ہوئے ہر ایک سے صرف نمبروں ہی میں بات کی جائے، تلاوت ذکر، تسبیحات، نوافل کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کریں، انشاءاللہ یہ کام اپنے لئے خود ہی راستہ نکال لے گا، اصولوں پر جمنے کی کوشش کی جائے

والسلام،

دوسرا مکتوب

جن اجتماعات کے متعلق آپ نے دعا کے لئے تحریر فرمایا ہے، ان کیلئے دعا کی جائے گی، خداوند کریم ان کو زیادہ سے زیادہ کامیاب کرے، لیکن میرے بھائی دعا کے ساتھ ساتھ اجتماعات کے لئے پوری محنت و کوشش کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے،

جن خوابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا دیکھنا مبارک ہے، جس کے لئے آپ نے تحریر کیا ہے وہ قرآن پاک کی آیت نہیں، البتہ اس کا مطلب دوسری آیت سے ملتا ہے، درود شریف کے متعلق جو تحریر کیا ہے تو درود شریف برکت کا ذریعہ ہے، امید ہے کہ روزانہ کی تعلیم، ہفتہ کے دو گشت، مہینے کے تین دن، سال کا چلہ برابر دے رہے ہوں گے، اجتماع سے ایک جماعت لے کر یہاں آنے کی سعی کریں، والسلام

تیسرا مکتوب

آپ کا خط ملا، اصل میں بھائی قلوب کے پلٹنے والے صرف اللہ ہیں ہم کو ضابطہ کے طور پر دو چیزیں عطا کی ہیں، ایک محنت اور اس کے بعد دعا، آپ اخلاص کے ساتھ محنت کرتے رہیں، اور رات کی دعاؤں

کا بھی اہتمام کریں کام جتنا اصولوں کی پابندی سے ہوگا، انشاء اللہ اتنی ہی حفاظت ہوگی، بزرگان دین سے بدظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں، ان کے پاس جب جائیں. تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جارہا ہوں، بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے. اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں، جب کوئی زیادہ پریشانی سامنے آئے تو اپنے بڑوں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں کو یاد کرلیا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے ، والسلام

چوتھا مکتوب

مکتوب آپ کا ملا، تراویح سے قبل فضائل رمضان سنانے سے مسرت ہوئی، البتہ تعلیم کے ساتھ گشت اور دعوت کا انتظام بھی کیا جائے، اس سے عمل کے جذبات بنتے ہیں، اور گشتوں کے اہتمام سے دعوت کی استعداد پیدا ہوتی ہے، اور مقصود اس کام سے امت کے اندر دعوت کی استعداد کا پیدا کرنا ہے، فضائل رمضان، رمضان کے ایام میں اور فضائل حج، حج کے موسم میں پڑھنا بہت مفید اور ضروری ہے، اس کے ساتھ دوسری کتابوں کو بھی سنانے اور سننے کا اہتمام فرمائیں، گشت کر کے مسجد میں لوگوں کو جوڑ کر ایمان و آخرت کی محنت پر تیار کرنے کی سعی کی جائے، رمضان المبارک کی محنت و نقل و حرکت کو اسلام کے وجود میں آنے اور کفر و ضلال کے ختم ہونے کے ساتھ خاص مناسبت ہے، عبادت اور محنت کو بڑھا کر دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے، والسلام

پانچواں مکتوب

خط موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا، کام کے حالات معلوم ہوئے، جن سے ازحد مسرت ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ قبول فرما کر کام کا صحیح سلیقہ اور ایمان

کامل سے نوازے آمین آج امت کو گرانے کے لئے دین سے ہٹا کر اللہ کی نصرتوں سے محروم کرنے کے لئے اس میں سے اجتماعیت کو ختم کر دیا گیا ہے، اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو علاقائی، لسانی، مذہبی محدود گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا[1] ہے، دیکھا گیا ہے، کہ اللہ تعالےٰ اس عالی کام سے مختلف طبقات، گروہوں میں جوڑ و اتفاق کی اعلےٰ شکلیں پیدا فرما دیتے ہیں کہ کسی سے بات چیت کرتے وقت اس رخ پر بات چیت نہ کی جائے جس میں اسے اختلاف ہو اور اگر کوئی اختلافی بات لائے بھی تو اسے کہہ دیا جائے کہ ہم صرف چھ نمبروں پر بات چیت کرتے ہیں، مسلمان ہونے اور حضورؐ کے امتی ہونے کے لحاظ سے اکرام کرنا دوسرے کو بہت زیادہ قریب کرنے والا ہے. دونوں خواب مبارک ہیں، درخت سے مراد دین متین ہے. اور شیر سے مراد مہلکات و حوادثات ہیں، جن سے بچنے کی بھی ضرورت ہے. کہ دین پر چلنے اور دین پر محنت کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے، جس کی طرف سے دوسرے خواب میں صراحتاً بتایا گیا ہے، احباب کو یہاں بھیجنے کی سعی کرتے رہیں، دین کی محنت کے لئے قربانی پر آمادہ کرنا آسان ہے، جب اس محنت سے زندگی کے تمام مسائل حل کرنے کا یقین آجائے، فقط والسلام

چھٹا مکتوب

خداوند قدوس سے امید ہے کہ آپ کے مزاج اب بخیریت ہوں گے، تفصیلی مکتوب موصول ہوا دینی مساعی سے ازحد مسرت ہوئی، اور بیماری و مرض کی خبر سے رنج و قلق ہوئے، اللہ جل مجدہٗ اپنے فضل و کرم سے صحت و قوت باطناً و ظاہراً نصیب فرمائیں، میرے بھائی ناگواری اور تکالیف کے نامساعد حالات، میں ایمان و عمل کی محنت کے تقاضوں

[1] یہ اس نقطہ نظر کی تردید جسکو ہمارے درمیان ہمارے علماء کا ایک طبقہ بیان کرتا ہے۔

کو پورا کرنے میں بھی صحابہ کرام رضؓ سے مشابہت ہے اور اسی پر اللہ جل شانہ کی طرف سے خصوصی نصرتوں ورحمتوں کا نزول ہوتا ہے، خصوصاً رمضان المبارک کے ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افتتاحی سفر بدر کا اور اختتامی سفر فتح مکہ کا ہوا دنیا میں

حالات کو شر سے خیر، اور فساد سے اصلاح، شرک سے ایمان کی طرف لانے کا جب ہی اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا، اس ماہ مبارک میں اس کے لیئے اپنا علم نورانی کتابوں میں آتارا، فرشتوں اور کتابوں کا نزول اس میں ہوا اس ماہ کی تیاری میں سارے سال جنت سجائی جاتی ہے اس کی آمد پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے طاغوتی اور سرکش طاقتیں دنیا کے اندر مقید کر دی جاتی ہیں رحمتوں کی مخصوص ہوائیں چلتی ہیں، مخلوق کی طرف خدا کی شفقت والی نظر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس ماہ میں خاص طور سے ہدایت لینے کی محنت کو، مساجد کے اندر اعمال کو، عبادات و نقل و حرکت کو، قرآن اور علم میں اشتغال کو اور دعاؤں کو خوب بڑھایا جائے اس ماہ کو اللہ کی راہ میں لگا دینا وہ اثرات و برکات و ثمرات دلاتا ہے، جو دوسرے سینکڑوں مہینوں میں نہیں ملتے اور گھر کے تقاضے کو پورا کر کے سارا وقت مسجد میں لگا دیا جائے باہر نکلنے کی دعوت ہر ایک کو قوت سے دی جائے اور نیت یہ ہو کہ میرا مخاطب میرا اپنا دل ہے روزانہ کی تعلیم، ہفتہ کے دو گشتوں مہینہ کے تین دنوں کو ہر ایک مسجد میں قائم کرنے کی سعی کی جائے اور اپنی مسجد میں اس کو اصولوں اور قربانیوں سے چلایا جائے، یہاں آمد و رفت اور خط و کتابت سے تعلق بڑھانا بہت مفید رہے گا، حزب الاعظم کے لیئے باوضو، قبلہ رخ اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں،

والسلام

ساتواں مکتوب

بعد سلام مسنون امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے، خط سے حالات معلوم کر کے خوشی ہوئی، اللہ رب العزت آپ کو ہر نیکی میں سبقت کی توفیق عطا فرمائے، خواب مبارک ہے ہمت سے کام کرتے رہیں، چند اعمال ہیں اگر ان کی پابندی کر لی جائے تو انشاء اللہ زندگی کا رُخ صحیح لائن پر آجائے گا، وہ یہ کہ فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنا، تہجد، اشراق، چاشت، اوّابین کے نوافل کا اہتمام قرآن پاک کی تلاوت، ایک پارہ روزانہ، وقت مقرر کر کے فرماتے رہیں، تلاوت قرآن پاک کا بہترین وقت تہجد کے وقت دیکھ کر پڑھنا ہے، استغفار، درود شریف سوم کلمہ کی دو تسبیح ایک صبح کے وقت ایک شام کے وقت پڑھا کریں، باقی چار کسی ایک وقت میں اجتماعی اعمال میں پابندی کرنا وہ یہ ہیں فضائل کی کتابوں مثلاً فضائلِ نماز، فضائلِ ذکر، فضائل صدقات وغیرہ کتابوں میں سے روزانہ کسی ایک نماز کے بعد مسجد میں تمام نمازیوں کو ٹھہرا کر اہتمام سے عظمت کے ساتھ سنانا یا سننا، ہفتہ میں دو دن گشت ایک دن اپنی مسجد میں دوسرے دن دوسری مسجد میں، مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے دیہات قصبات میں جماعت لے کر جانا اور وہاں بھی مذکورہ اعمال کو چالو کرانا سال میں ایک چلّہ یہاں آکر گذارنا اور ساری عمر میں تین چلّے یہاں کے مشورہ سے گزارنا، میرے دوست اگر ہمت کی جائے تو یہ کام نہایت آسان اور بے حد مفید ہے، اور نہ کرنے والوں کے لئے دشوار ہے مٹنے والی دنیا کے لئے آج اس سے کہیں زیادہ محنت اور ہمت کی جارہی ہے، لیکن کام آنے والی چیز دین کو دشوار بنا رکھا ہے یہ ہے ہماری عقل کا فتور، آپ ہمت فرما کر ان تمام امور کو انجام دیتے رہیں، اور ہر مہینہ بذریعہ خط اپنے حالات تحریر فرماتے رہیں یہاں سے جواب جائے

فقط والسلام

آٹھواں مکتوب

آپ کا خط ملا حالات معلوم ہوئے، اللہ رب العزت آپ حضرات کی کوششوں کو قبول فرما کر ایک ایسے طبقہ کو وجود بخشیں جو اصنیار والی محنت کے لیئے اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کرنے والا ہو، بھائی مقامی کام بہت اہم ہے اور اس میں صحیح ترتیب کے ساتھ محنت کرنے میں اوقات وصول ہوتے ہیں، اس کی ترتیب یہ ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد کے لئے جماعت بنائی جائے، اور روزانہ تعلیم کا وقت مقرر کر کے اس کا اہتمام ہو اور ہفتہ کا ایک گشت اپنے محلہ میں اور دوسرا گشت کسی دوسرے محلہ میں کریں، وہاں کے مقامیوں کی جماعت بنائیں اور اپنے روزانہ کی تعلیم کا وقت کسی نماز کے بعد مقرر کریں، اگرچہ اس طرح کرنے پر شروع میں زیادہ ساتھی مستقل نہ ہوسکیں گے، لیکن اگر آپ اصولوں کی رعایت رکھتے ہوئے کریں گے تو ضرور انشاء اللہ پاک راستہ نکالیں گے، مہینہ کے تین دن کی جماعت اپنی مسجد والوں کی علیحدہ، اور دوسری مسجد والوں کی علیحدہ نکالیں اور اپنی دعوت میں پورے چار ماہ کا مطالبہ رکھیں، لیکن اس پر اتنا زور دیں جتنی لوگوں میں استعداد ہو اگر وہ اس دعوت کے بعد صرف ایک گھنٹہ روز کا بھی لگانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی قدر کریں، اور اس کا وقت اتنا قیمتی بنا دیں کہ اس کے سامنے اس محنت کی قیمت اچھی طرح کھل جائے، پھر ان سب باتوں کے ساتھ خصوصی ملاقاتوں کا بھی اہتمام کریں، اور ایک ایک فرد کو کام سمجھانے کی اور اس پر محنت کرنے کی کوشش کریں، انشاء اللہ اس طرح محنت کرنے پر اللہ رب العزت کام کی شکلوں کو وجود بخشے گا اور اس کے بڑھنے کی صورتیں پیدا ہوں گی، اپنی نمازوں کو خوب جاندار بنانے کی فکر فرمائیں، اور وقتاً فوقتاً یہاں بھی آتے رہیں۔[1] والسلام

---

[1] یہ چند مکتوب حضرت جی کے ایک مرید جناب ابو الانصار صاحب بہاری نے عنایت فرمائے تھے، فجزاہ اللہ خیراً

تبصرہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔

"یقیناً ذکر خداوندی افضل ترین عبادت ہے، لیکن جس محنت سے دنیا ذاکر ہو جائے وہ محنت اس سے بھی زیادہ افضل ہے۔" مولانا نے لوگوں کو انفرادی محنت سے ہٹا کر اجتماعی فائدے کو ترجیح دی، وجہ اس کی یہ ہے کہ مغرب کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے امت میں غیر اسلامی زندگی فروغ پا رہی ہے، نیک اور علمی خانقاہی گھرانے تک بھی غیر شعوری طور پر عیسائیت اور مغربیت کی لپیٹ میں آچکے ہیں، ایسے دورِ ابتلا میں خاموش رہنا اور دین کی بربادی پر سکوت کر لینا ایسے انسان سے ناممکن ہے جو اپنے قلب میں امت کی فوز و فلاح کا درد رکھتا ہو۔ اس سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ دشمنوں کی تہذیب گھروں میں آباد ہو اور گھر کا بڑا صرف اپنے ہی تسبیح و مصلّے میں لگا ہو۔[1]

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایسے وقت میں وہی کیا، جو ایک بڑا صاحبِ دل اور غیور مومن کرتا ہے، انھوں نے پکارا اپنی انفرادی زندگیوں کو بھی بدلو لیکن اسی کے ساتھ اجتماعی زندگی بدلنے کے لئے محنت کرو، یاد رکھو اسلام اجتماعیت کا داعی ہے، وہ انفرادیت کا داعی نہیں ہے، خود حضرات صحابہؓ اپنی انفرادی زندگی میں کامل و مکمل تھے، لیکن ان کو گھر سے نکالا گیا، اور ماحول سے جہاد کرنے کے لئے میدان میں لا کھڑا کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے جاہلانہ اور مشرکانہ ماحول نے شکست کھائی اور تہذیب اسلامی فتحیاب ہوئی، اور اسی محنت کے طفیل میں آج گوشہ ہائے عالم میں مسلمان ہیں۔

خیال فرمائیں جب خانقاہی پیروں کے گھر تبکدے بن جائیں اور جب درسگاہی علماء نصرانیت کا شکار بن جائیں تو ان کے ذکر اور ان کے درس میں نورانیت اور خیر و برکت

---

[1] اس موضوع پر حضرت جی کی ایک تقریر ہے، اجتماعیت کے بارے میں اس سے زیادہ بہتر اور عمدہ تقریر میں نے اپنی زندگی میں نہیں سنی، اس کتاب میں اس تقریر کو شائع کیا جا رہا ہے۔

کہاں سے آئے گی، آج کون سے خانقاہی پیر کا گھر ایسا ہے کہ جس کے گھر میں تصویریں نہ ہوں اور کون عالم ایسا ہے کہ مثلاً، جو بائیں ہاتھ میں گھڑی نہ باندھے اور یہ چیزیں نہایت ادنیٰ درجہ کی ہیں کہ جن کی طرف نظر بھی نہیں جاتی یہیں سے مرض کی جڑ معلوم ہو جاتی ہے، خیال فرمائیں ایسے بیمار قلوب کے ذکر اور ایسے مریض نفوس کے قال اللہ اور قال الرسول میں نورانیت کہاں ہو گی؟

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس مرض کو محسوس کیا، اور لوگوں کو گھروں سے نکالا، اور مسجدوں میں لا بٹھلایا، ان میں حرکت پیدا کی اور ان پر محنت کی کہ تم خود بھی بدلو، اور اپنے متعلقین کو بھی بدلو،

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا

"ایمان والو! تم بھی دوزخ سے بچو اور اپنے متعلقین کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ"

یہ یاد رہے کہ حضرت جیؒ نہ خانقاہی نظام کے مخالف تھے، بلکہ وہ خود خانقاہی تھے، اور نہ وہ درسگاہی نظام کے مخالف تھے، بلکہ وہ خود درسگاہی تھے، وہ تو یہ چاہتے تھے، یہ سب کچھ کرو، لیکن امت کے سدھار کی فکر، تبلیغی محنت کو بھی اپنے ساتھ رکھو، اور وہ اس پر خود بھی عامل تھے وہ جہاں پڑھاتے تھے وہاں باہر نکل کر امت کے لئے محنت بھی کرتے تھے اور جہاں باہر گلی گلی کوچہ کوچہ پھرا کرتے تھے وہاں رات کو مسجدوں کو ذکر و تلاوت اور نوافل کی کثرت سے خود بھی زندہ رکھتے تھے، اور اسی کو اپنے مریدین، معتقدین کو ترغیب دیتے تھے، بلکہ انہوں نے لاکھوں انسانوں کو اس زندگی کا عادی بنا دیا ان سے ان کے ماحول کو بھی بدلوایا، اور خود کو بھی اور یہی ایک مومن کا مقصود حیات ہے کہ وہ خود بھی مومن بنے اور دوسروں کو بھی مومن بنائے،

حضرت جی کے شب و روز کیسے گذرتے تھے؟ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ اس اللہ کے محبوب بندے کو تنہا اپنی ہی فکر نہ تھی بلکہ پوری امت کی فکر تھی اور ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنی فکر سے بے نیاز ہو بلکہ زندگی کے دونوں رخ بھرپور تھے اور اسی کی وہ تعلیم دیتے تھے، اس جگہ ہم مضمون کی مناسبت سے ان

کے نظام الاوقات کو پیش کرتے ہیں،

حضرت جیؒ کا نظام الاوقات

رمضان المبارک

۱۳۸۴ھ کے رمضان المبارک میں دستور سے زیادہ ملک کے لوگوں کا مسجد بنگلہ والی مرکز تبلیغ میں اجتماع ہوگیا قرب وجوار کے علاوہ ملک کے گوشہ گوشہ سے جماعتیں اللہ کا دین سیکھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پہ ایمان ویقین اور کلمہ والی زندگی پیدا کرنے کے لئے آئیں تھیں...... راوی کا بیان ہے اکہ اس سے قبل کبھی لوگوں کی کثرت نہ ہوئی تھی جہمانوں کو رات گزارنے کے لئے جگہ نہ ملتی تو بستی نظام الدین کی دوسری مساجد میں چلے جاتے اور وہاں آرام کرتے تھے،

نماز فجر اوّل وقت ہوتی تھی اور اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا بیان ہوتا تھا، بیان طویل ہوتا بہت سے سونے لگتے تھے مگر بقول مولانا محمد عمر صاحب حضرت جیؒ نہ اکتاتے تھے اسی جوش وخروش سے بیان جاری رکھتے بیان کیا تھا، ایمان ویقین کا ایک سیلاب تھا، جس کی تیزی میں ان چیزوں سے فرق نہ آتا تھا، جب بیان کے بعد تشکیل ہوتی اور لوگ وقت دینے میں کمی کرتے تو ٹھنڈی سانس بھرتے، افسوس کرتے مگر اس سال تو لوگوں نے خوب نام لکھوائے، حضرت جیؒ نے رمضان المبارک کے پہلے ہی عشرہ بیسے تین چلوں کا مطالبہ اس شدت سے کیا کہ اس سے پہلے کبھی بھی نہیں کیا تھا،

رات کو عشاء اور تراویح سے فارغ ہوکر کتاب سناتے اور ختم کرنے کے بعد فرماتے ہر ایک آدمی تین چلوں کی نیت کرکے سوئے، اور تہجد کی نماز میں دعا مانگے کہ اس کے دل میں اللہ تعالےٰ ڈال دے، صبح کو نام لکھوادینا چنانچہ لوگ رات کو دعا کا اہتمام کرتے صبح کو منبر پہ بیٹھتے ہی سب سے پہلے حضرت جیؒ لوگوں سے دریافت کرتے رات کس کس نے دعا مانگی ہے، جس کے دل میں اللہ تعالےٰ نے بات

ڈالدی ہو وہ کھڑے ہو کر تین چلّے لکھوائے، چنانچہ لوگ نام پیش کرتے حضرت جیؒ ان کو بہت دعائیں دیتے

بمبئی، کلکتہ، راجستھان، بہار، یوپی کے لئے پیدل چلنے والی تین چلّوں والی جماعتیں روانہ فرمائیں، اور سواری کی جماعتوں کا تو کوئی شمار نہ تھا، چنانچہ جس قدر اس رمضان میں جماعتیں روانہ ہوئیں کسی رمضان میں نہیں ہوئیں،

صبح کی تقریر کے بعد اشراق کے نوافل ادا فرماتے اور اس کے بعد کچھ دیر تک تلاوت قرآن پاک فرماتے تھوڑی دیر کے بعد حضرت جیؒ پھر ممبر پر تشریف لاتے اور جماعتوں کو دن رات گذارنے کا طریقہ ہدایت فرماتے، اور اس کے بعد دعا فرماتے یہ دعا بھی کافی طویل اور درد و فکر سے بھرپور ہوتی تھی اکثر لوگوں پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، تقریباً ۲۰ منٹ تک یہ دعا ہوتی تھی، اس کے بعد ایک جماعت کو کھڑا کرتے، اس کے امیر جماعت کو پاس بلاتے اور مصافحہ کرتے اور خوش ہو کر دعائیں دیتے،

جو جماعتیں اپنا وقت گذار کر واپس آئی ہوتی تھیں ان کو بھی خوش ہو کر دعائیں دیتے اور اللہ کے دین کے لئے وقت گزارنے کا ارادہ کراتے حضرت جی فرمایا کرتے تھے

"چوبیس گھنٹے کی حضرات صحابہ کی ترتیب اوقات میں ادنیٰ ترتیب یہ ہے کہ آدھا دن کمائی میں اور آدھا دن مسجد میں، اس طرح ان کے یہاں رات کی تقسیم تھی، نصف شب بچوں بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں اور نصف شب نماز اور ذکر میں صرف کرتے تھے"،

معمولات

حضرت جیؒ عام طور سے رات کو گیارہ بجے سوتے تھے سر میں تیل لگوانے کا اہتمام سفر و حضر میں رات کو سونے سے پہلے، اور دوپہر کو قیلولہ کرنے کا وقت تھا، اس وقت کچھ خدّام جسم دبانے کے لئے آجاتے اور جسم دباتے لگتے تو ان پر بہت شفقت فرماتے اس وقت حضرات صحابہ کے قصے سناتے کبھی دریافت حال بھی

فرماتے، تیس منٹ تک یہ مجلس رہتی اور اس کے بعد چادر اوڑھ کر سو جاتے تھے۔

گرمی کے دنوں میں دن کو دو بجے سو کر اٹھتے، استنجاء اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد ظہر کی سنتیں ادا فرماتے اور ظہر کی نماز خود پڑھاتے تھے، رمضان المبارک پانچوں وقت کی نماز خود پڑھاتے اور غیر رمضان میں اکثر سفر میں رہتے تھے، اس لئے ظہر و عصر عشاء دوسرے حضرات کے ذمہ تھیں،

نماز کے بعد حافظ محمد شفیع صاحب حاضر ہوتے اور تراویح والے پارے کا دَور ہوتا اسی اثناء میں مشورہ بھی ہو جاتا، خصوصی احباب سے ملاقات بھی ہوتی اور ڈاک کا جواب بھی اس وقت لکھولتے، غرضیکہ عصر کے وقت تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا، عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، غروب آفتاب سے قبل دعائیں مانگنے میں مصروف رہتے تھے، خدام حجرہ میں افطاری رکھ دیتے تھے، مہمانوں کے ساتھ افطاری فرما کر چائے نوش فرماتے تھے، اور پان کھاتے تھے اتنے میں مہمان خوب اچھی طرح فارغ ہو جاتے تھے، کلی کر کے نماز مغرب پڑھاتے تھے اس کے بعد صلوٰۃ اوّابین میں لمبی لمبی صورتیں قرأت فرماتے، تقریبًا ایک گھنٹے میں فارغ ہوتے اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے اور بعد آرام کے استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز اور تراویح پڑھاتے۔

حضرت جی قرآن پاک جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے، بلکہ معمول کے مطابق پڑھتے بس دو گھنٹے لگ جاتے تھے ذکر سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لاتے تھوڑی دیر کے بعد مولوی محمد معین الدین بلند شہری دوائے کر حاضر ہوتے دوا اور پان کھا کر کتاب سنانے کے لئے باہر تشریف لاتے تھے اور خوب جی لگا کر عربی کی عبارت بڑی عظمت کے ساتھ پڑھتے اور ترجمہ سے قبل ایک تقریر فرماتے، اس میں کبھی تشکیل بھی فرماتے تھے اور کبھی کام کرنے کے اصول تعلیم فرماتے تھے، اور اسی کے ساتھ کام کرنے والوں کی کمزوریاں بھی بیان فرماتے تھے، اس کے بعد ترجمہ کرتے اور پھر مختصر سی دعا مانگ کر آرام فرماتے ان ہی مشاغل میں نصف رات گذر جاتی تھی، آخر شب میں بیدار ہوتے

خادم چائے پیش کرتا، کلی کرکے چائے نوش فرماتے، اور استنجاء، وضو سے فارغ ہوکر تہجد کی نماز میں مشغول ہوجاتے، سحری ختم ہونے میں جب بیس یا پچیس منٹ باقی رہ جاتے تو دعا کرکے دسترخوان پر تشریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، اتنے میں اہل شوریٰ جمع ہوجاتے، کبھی مشورہ ہوتا اور کبھی احوال وقصص و حکایات بیان فرماتے اتنے میں اذان ہوجاتی،

معمولات غیر رمضان المبارک

غیر رمضان میں ان معمولات کے علاوہ کتاب لکھنے کا اہتمام رہتا تھا دوپہر کے کھانے سے قبل، مغرب کی نماز کے بعد، فجر کی نماز کے بعد سب چیزوں سے فارغ ہوکر کتاب لکھنے کی عادت تھی، اس وقت آپ اپنی ذاتی کتبخانہ میں ہوتے دو یا تین خادم کتابیں اٹھا کر دینے کے لئے ہوتے، چاروں طرف تپائیوں، گاؤ تکیوں پر کتابیں کھلی ہوتیں اور آپ باری باری سے ان کو مطالعہ فرماتے اور نشان لگاتے اس وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی، اتفاقاً سے ایک دن راقم السطور پہونچ گیا حضرت جی کو اطلاع ہوئی اوپر بلالیا فرمانے لگے "اس وقت امانی الاحبار کے لئے چیزیں تلاش کررہا ہوں"۔

غیر رمضان میں اشراق کی نماز سے فارغ ہوکر مہمانوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے اس وقت واردین وصادرین کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، کبھی کوئی خاص مضمون ہوتا تو اس پر دیرتک تقریر فرماتے، اس وقت کی مجلس بھی اندازاً ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی ہوجاتی تھی،

ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرے کے سامنے بیٹھ جاتے اور طلبا کو درس دیتے ابوداؤد شریف پڑھانے کا خاص ذوق تھا اور کیوں نہ ہوتا، جب اس سلسلہ کے تمام مشائخ کو اس کتاب کے پڑھانے سے دلچسپی رہی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ اس کا سبق نہایت اہتمام سے پڑھاتے تھے اس درس میں مہمان بھی

شریک ہوجاتے تھے۔

اجتماعات کے مواقع پر

باہر اجتماعات پر بھی اکثر تشریف لے جاتے تھے، ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے سینکڑوں اسفار آپ نے کیے ہیں، یہی نظام آپ کا حالت سفر میں بھی جاری رہتا تھا، خدام اس ترتیب سے نظام مرتب فرماتے کہ حضرت کے معمولات بھی ادا ہوجائیں اور تقریری پروگرام بھی ہو جائے، غرضیکہ حضرت مولانا ہر دم اور ہر لمحہ مصروف و مشغول رہتے تھے

بقول شخصے ؎

مکتب عشق کے قانون نرالے دیکھے ؛ اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

بلاشبہ حضرت جی رحؒ نے اپنی مصروفیات اور خدمت دین کے اعتبار سے بہت زیادہ عمر پائی، اس اعتبار سے ان کی عمر سو، دو سو جتنے برسوں کی کہدی جائے کم ہے۔ اگرچہ شمار کرنے میں صرف اڑتالیس سال ہی شمار کرتے ہیں عمر کا طویل وقصیر ہونا یہی ہے کہ آدمی شمار کے اعتبار سے تو کم دنوں زندہ رہا ہو، مگر کام صدیوں کے کر گیا ہو اور اگر سینکڑوں برس زندہ رہا، مگر کام کچھ نہ کیا بلکہ اپنے وجود کے لئے بھی مفید ثابت نہ ہوا تو ایسی عمر طویل انتہائی قصیر عمر ہے، جس کو بھلے آدمیوں کے ایک گھنٹہ کے برابر بھی شمار نہیں کیا جاسکتا ؎

حسن کردار ہے انسان کا معیار حیات

زندگی نپتی نہیں وقت کے پیمانوں سے

******

باب ششم

اخلاق اور عادات

یوں تو ہر مومنِ کامل کے اخلاق و عادات شریعتِ حقہ اور سنتِ مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن وہ مومنین کاملین جو داعی الی اللہ بھی ہوں ان کے اخلاق و عادات جہاں شریعتِ حقہ اور سنتِ مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں، وہاں دوسروں کو بھی متاثر کرتے ہیں، حضرت جیؒ کو قدرت نے یہی کمال عطا فرمایا تھا اس زمانہ میں وہ خیر القرون کی نشانی تھے، ان کے پاس بیٹھنے سے دنیا سے نفرت اور آخرت سے اُنس پیدا ہونے لگتا تھا اعمال سانپ بچھو بن کر کاٹنے لگتے تھے، عجیب جاذبیت کے انسان تھے، جب مرکز جانا ہوتا واپسی کو جی نہیں چاہتا تھا، جتنی دیر اس ماحول میں رہنے کا اتفاق ہوا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جنت کے کسی ٹکڑے میں موجود رہیں، عجیب قسم کا سکون، اطمینیت موجود ہوتی تھی،

علماء کا اکرام

حضرت جیؒ سے میری ملاقات اور تعلق آخری دو تین سالوں سے ہوا تھا، پہلی مرتبہ نظام الدین پہونچنے کا اتفاق ہوا مسجد کے دروازہ پر ٹھہرا اور کوئی جان پہچان کا آدمی نہ دیکھ کر سامان ہاتھ میں لئے سیدھا مسجد میں جا بیٹھا عصر کی نماز ہو چکی تھی، قبیل مغرب تھا اتفاق سے کسی جاننے والے نے حضرت جیؒ سے جا کر کہہ دیا کہ فلاں آدمی آیا ہوا ہے، اس وقت حضرت جیؒ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، بہت تیزی سے مسجد میں داخل ہوئے اور سینہ سے

چھاتالیا سامان اُٹھایا اور اپنے حجرہ میں لیجا کر رکھا، معذرت چاہی جواب دینے کی نوبت نہ آنے دی میں اپنی جگہ پانی پانی تھا یا اللہ اس انسان کے ان اخلاقِ کریمانہ کا کن الفاظ سے جواب دوں؟ رات ہوئی کھانا ساتھ کھلایا، فرمایا جمعہ کے دن میری عادت شام کو کھانا کھانے کی نہیں ہے۔ مگر تمہاری وجہ سے کھا رہا ہوں، ایک ایک چیز سامنے اٹھا کر رکھتے۔ نہایت توجہ کے ساتھ کھلاتے

رات ہوئی چارپائی اوپر بچھوا دی۔ ایک آدمی کو خبر خبر کے لئے مقرر کر دیا میں شرمندہ تھا یا اللہ یہ قابل احترام حضرات، ان کو کس طرح روکوں کہ میں ان خدمات کا اہل نہیں ہوں، بہت اصرار کیا جواب یہی ملا ہمیں تو حضرت جی کا حکم ہے ہم اگر آپ سے غافل ہوئے تو حضرت جی ناراض ہوں گے، اب میرے پاس اس کا جواب کیا تھا؟ رات کافی ہوگئی ایک آدمی بھاگا ہوا آیا فرمایا حضرت جی لیٹ گئے ہیں مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ کو بیت الخلاء غسلخانہ اور یہاں کی تمام چیزیں جن کا تعلق رات کی ضروریات سے ہے بتلادوں،

ایک دن رات کے قیام کے بعد واپس ہونے لگا یا صرار چائے کے وقت تک ٹھہرایا اور خوب چائے پلائی، نہیں نہیں چائے کے ساتھ اپنی چاہت بھی پلائی وہ چلے گئے اور ہمارا دل اپنے ساتھ لے گئے۔ ؎

ہائے اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے ؛ جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

رخصت ہونے لگا مسجد سے باہر پختہ سڑک تک ساتھ آئے دیر تک کھڑے رہے میں نے عرض کیا حضرت! واپس چلے جائیے، فرمایا یہ تمہارے اوپر احسان نہیں ہے میں تو اتباع سنت کی وجہ سے یہاں تک آیا ہوں، گھر آگیا، قلب بہت متاثر تھا جی چاہتا تھا پھر ملاقات کروں، اس کے بعد سے جتنی مرتبہ دلی جانا ہوا نظام الدین ضرور گیا حضرت جی بھی اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ پھر تو جس اجتماع میں میری شرکت ہوئی، اور ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ آیا ہے بس اپنے پاس ہی رکھتے تھے، میں نے بھی یہی عادت بنالی تھی، کہ ان کے قریب ہی رہتا تھا ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو تلاش کرنے کی نوبت آئے،،

یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کو کسی طرح یہ معلوم ہو جانا چاہئے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا، ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا، میرے ایک خاص کرم فرما جناب مولانا خلیل احمد خاں صاحب نجیب آبادی بہت سیدھے اور نیک عالم تھے، کوئی ظاہری علامت ایسی نہیں، جن سے ان کو عالم سمجھا جائے، ایک مرتبہ جماعت میں مرکز پہنچ گئے. چائے پینے کے وقت سب مہمانوں کے پاس بیٹھے تھے، میں نے جب ان کو مولانا کہہ کر یاد کیا حضرت جیؒ متوجہ ہوئے اور وہاں سے بُلا کر اپنے قریب بٹھایا خاص شفقت فرمائی،

ایک دفعہ جناب سعید اختر صاحب ایڈیٹر مدینہ چلّے پر گئے تھے، کاوی پہونچ کر انہوں نے ارادہ ظاہر کیا کہ تین چلّے پر یہاں سے ہی چلا جاؤں. حضرت جیؒ نے فرمایا جی تو یہی چاہتا ہے مگر مفتی صاحب کا خیال ہے وہ تمہاری عدم موجودگی سے بہت پریشان ہوں گے اور ہم علماء کو ناراض کرنا نہیں چاہتے حضرت جی فرمایا کرتے تھے، کہ میں جو دیوبند سہارنپور جماعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں، کہ علماء کو تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دی جائے بیں تو اسی غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جا رہے ہیں یہ ان سے قریب ہو جائیں اسی میں ان کا فائدہ ہے،

اکابر سے تعلق

اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولٰنا محمد یوسفؒ صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو دیوبند ضرور جاتے اور بہت دیر تک نہایت ادب واحترام سے بیٹھے رہتے تھے، حضرت مدنیؒ کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا، جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو ہر مصافحہ کرنے والے سے پوچھا کرتے کہیئے! آپ نے چلّہ دیا یا نہیں، اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سے چلّہ لکھواتے

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد نظام الدین حاضری کا اتفاق

ہوا، سردی کے دن تھے حضرت جی چبوترہ پر دھوپ میں بالکل بجھے ہوئے بیٹھے تھے مصافحہ کے بعد ٹھنڈی سانس بھر کر فرمانے لگے حضرت مدنی کا انتقال ہوگیا دنیا سے بہت بڑی خیر اٹھ گئی اتنی بڑی خیر اگر ہم سب لوگوں کی خیر ایک جگہ جمع کرلی جائے، تب بھی اس خیر کے مقابلہ میں کچھ نہیں، مجھے معتبر آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ پورے دو سال تک برابر لوگوں کو تاکید کرتے رہے دیکھو اپنے اس چلّہ کا ثواب حضرت مدنی کی روح کو پہونچانا بلکہ ان کو ایصالِ ثواب کی نیت سے نیت کرکے چلو!

حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز سے جو تعلق خاص آپ کو تھا اس کا ایک خاص ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ کی عادتِ شریفہ مضامین اخباروں میں شائع کرانے کی نہیں تھی، مگر شیخ الاسلام نمبر کے لئے اپنا ایک خاص مضمون مرحمت فرمایا، جس کے بعض ٹکڑے عنوان کی مناسبت سے اس جگہ درج کررہا ہوں، جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ حضرت جی رح کو حضرت مدنی رح اور ان کو حضرت جی سے کس قدر تعلق تھا تحریر فرماتے ہیں۔

"اس ناکارہ نے حضرت مدنی سے ان کے انتقال سے ۲۲ گھنٹہ پہلے اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے زیارت کی سعادت حاصل کی، اگرچہ بیماری کی رعایت سے اپنا ملنے کا ارادہ نہ تھا، مگر ازراہِ شفقت و کرم خود ہی یاد فرمایا، چوکی پر قبلہ رُخ تشریف فرما تھے اور انتہائی متوجہ الی اللہ تھے، ارشاد فرمایا کہاں سے آتے ہو؟ جواب میں عرض کیا گیا، بستی حضرت نظام الدین سے، ارشاد فرمایا کہاں جاؤ گے؟ عرض کیا بستی نظام الدین اولیاء ہی واپسی ہوگی، ارشاد فرمایا، محض میری وجہ سے سفر ہوا میں تو بہت پسماندہ ہوں آپ حضرات نے کیوں تکلیف فرمائی، وہیں سے دعا کرتے، غائب کی دعا جلد قبول ہوتی ہے وہ میرے لئے زیادہ کارآمد ہے، پھر ارشاد فرمایا لوگ مصیبتوں سے گھبراتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیے بلایا اور مصیبتیں خدا کی نعمت ہیں"

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم تو آپ کے

سب کچھ تھے، بھائی بھی، خسر بھی، بہنوئی بھی، استاد اور مربی بھی۔ ان تمام رشتوں کے علاوہ دینی، ایمانی، قومی رشتہ دونوں میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کا گرویدہ تھا۔

ایک دفعہ حضرت جی سہارنپور تشریف لائے، یہ احقر بھی موجود تھا حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم پلنگ پر تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے حضرت جی دلیؒ سے تشریف لائے، اور حضرت شیخ کے سینہ سے چمٹ گئے اور دیر تک چمٹے رہے دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا جب جدا ہوئے تو دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، ان دونوں حضرات کے خصوصی تعلق کا اظہار حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے مکتوب گرامی سے بخوبی ہو رہا ہے۔

نسبتوں کا احترام

اکابر سے اس شدید تعلق کی وجہ ہی سے اکابر کی نسبتوں کا بیحد احترام کرتے تھے، جب کبھی تھانہ بھون، دیوبند، انبہٹہ کاندھلہ، امروہہ وغیرہ جماعت بھیجتے تو جماعتوں کو ہدایت فرماتے وہ اکابرین کا شہر ہے، ادب کی ضرورت ہے، ان مقامات پر اجتماعات کیے، لیکن اجتماعات کی شرائط میں بہت نرمی اختیار کی کاندھلہ کا اجتماع منظور فرمایا (جو آپ کے وصال کے بعد ہوا) محض مشائخ کاندھلہ کے احترام کی وجہ سے پہلے سے نہ کوئی ماحول بنا اور نہ وہ شرائط ہی لگائی گئیں، جو دوسرے اجتماعات کے لئے لگاتے تھے، ایسے ہی امروہہ کا اجتماع کیا، فرمایا یہ اکابر اور اولیائ اللہ کی بستی ہے اس بستی کا تو ہم پر ویسے بھی حق ہے۔

حضرت مدنیؒ حضرت تھانویؒ حضرت رائے پوری کے منتسبین میں سے جب کوئی بستی نظام الدین پہونچ جاتا آپ کو بے انتہائی خوشی ہوتی، ایسی خوشی گویا کہ عید ہے، ایک مرتبہ مولانا اسعد صاحب نظام الدین کسی اپنے ذاتی کام سے پہونچ گئے باصرار ٹھہرایا اور قسم قسم کے کھانوں کا اہتمام فرمایا،

اپنے والد محترمؒ سے مشابہت

حضرت جی اپنے والدِ محترم مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ سے ہر اعتبار سے

بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ میں تین کمالات خاص تھے، حقیقت علم کا حصول، خلوص للٰہیت، دعوت کے لئے جد وجہد اور دلسوزی یہ تینوں کمالات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں بدرجۂ اتم موجود تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات ارشادات آج بھی موجود ہیں ایک طرف ان کو رکھ لیا جائے اور دوسری طرف حضرت جی کے ارشادات کو رکھ لیا جائے، تو ذرہ برابر فرق محسوس نہ ہوگا، قرآن و حدیث سے ایسی ایسی نایاب چیزیں نکال لیتے تھے جو اسلاف کی کتابوں میں بھی موجود نہیں، بارہا تقریریں سننے اور مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ان سے ہزارہا حدیثوں کو سنا ان کے معنی ومطلب سنے بہت دیر تک حیرانی رہتی تھی یہ یقین ہو جاتا تھا، کہ مولانا جو کچھ بیان فرمارہے ہیں، کلام ربّانی اور کلام رسول کا یہی منشا اور غرض ہے۔

معمولات میں بالکل اسی طرح پابندی جس طرح بڑے حضرت جی کی تھی اور وہی تمام معمولات جو بڑے حضرت جیؒ کے تھے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا عشاء کے بعد کتاب سنانے کا طریقہ بڑے حضرت جیؒ کے زمانے سے ہے اللہ کا شکر ہے کہ اب تک وہی طریقہ چل رہا ہے

محنت اور جد وجہد کا وہی عالم تھا جو بڑے حضرت جی کا تھا جب لوگوں کو دیکھتے کہ دعوت کی طرف راغب ہیں تو قلب کی مسرت چہرے سے عیاں ہوتی اور جب لوگوں کو دیکھتے کہ چلّوں کے لئے نام پیش کرنے میں تامل کر رہے ہیں رنجیدہ ہو جاتے ٹھنڈی سانس لینے لگتے تھے، میں نے اپنی زندگی میں امت کے لئے کڑھنے والا، مصیبت اور محنت جھیلنے والا حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا،

سخاوت اور توکّل

حضرت جیؒ کے پاس نہ کوئی جائداد تھی اور نہ دولت اور نہ کہیں سے کوئی وظیفہ مقرر تھا، اس پر اخراجات اور بلا دستِ سوال دراز کئے ہوئے ہم لوگوں

کے لئے حیرت ناک ہیں، ایک ایک دن میں سینکڑوں آدمیوں کا کھانا، چائے، یہ حضرت جیؒ کا دل گردہ تھا، حضرت مدنیؒ کا دسترخوان اپنے زمانہ میں مشہور تھا، لیکن حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا دسترخوان ان سے بھی زیادہ وسیع ہوگیا، پھر ذریعہ آمدنی بجز توکل کچھ نہیں، قرضہ پر قرضہ ہوتا چلا جائے، کوئی فکر نہیں نہ کسی سے سوال نہ صورتِ سوال، وہ اللہ کا کام کرتے تھے اللہ ان کا انتظام کرتا تھا مرکز تبلیغ کا ہمیشہ سے دستور ہے کہ جب پیسے پاس نہیں ہوتے تو سارا غذائی سامان قرض ادھار آتا رہتا ہے، جب پیسے آتے ہیں تو ادا کر دیا جاتا ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی تحریر فرماتے ہیں، تقریباً چودہ پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قرض کی رقم کچھ زیادہ دنوں تک ادا نہیں کی جا سکی غلہ وغیرہ جس دوکاندار کے یہاں سے آتا تھا، انہوں نے ان صاحب سے تقاضہ کیا جو سامان لینے جایا کرتے تھے، اور باورچی خانہ کا انتظام جن کے سپرد تھا، اور آگے کے لئے سامان دینے سے معذرت کر دی، انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے کوئی تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا، اور ہمیشہ پیش آ سکنے والی اس مشکل کو مستقل طور سے حل کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی کہ دو چار اپنے مخلص صاحب استطاعت احباب رازدارانہ طریقہ پر ایک مناسب رقم امانت کے طور پر آپس میں جمع کرلیں، تاکہ جب ایسی ضرورت پیش آجائے تو اس میں لنگرخانہ کے سلسلہ کا قرضہ ادا کر دیا جایا کرے اور جب رقم اپنے پاس آئے تو وہ رقم امانت فنڈ میں واپس کر دی جائے، اور چونکہ یہ اندازہ تھا، کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اس کو کبھی پسند نہ فرمائیں گے اس لئے پوری رازداری کے ساتھ انہوں نے بالا بالا اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا اور دہلی کے پانچ با توفیق دوستوں نے پانچ پانچ ہزار روپے دے کر پچیس ہزار روپیہ کی رقم اپنے ہی میں سے ایک کے پاس جمع کر دی اور آپس میں عہد و معاہدہ ہوگیا کہ حضرت مولانا سے کوئی اس کا ذکر نہ کرے بلکہ بات بالکل راز میں رہے

اور ہم چھ آدمیوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، لیکن حضرت جیؒ کو اس کا علم ہوگیا فوراً ہی ان تمام حضرات کو بلایا اور باصرار ان سے یہ واقعہ معلوم کیا اور ان حضرات نے اقرار کیا اس وقت حضرتؒ جی نے ارشاد فرمایا،

آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے نیک نیتی سے کیا ہے لیکن ہمارے ساتھ یہ ایکطرح کا ظلم ہے جب اس طرح کے انتظام آپ لوگ کرینگے، تو پھر ہم اللہ کی مدد کے قابل نہیں رہیں گے، اللہ کی مدد کے قابل ہم اسی وقت تک ہیں جب تک دنیا میں ہمارا کوئی سہارا نہ ہو اور ہماری نظر بس اس کے خزانہ اور اس کی مدد پر ہو اور ہم مضطر ہوں" ؎۱

اس کے بعد مولاناؒ نے اس رقم کو واپس کرا دیا عربی میں حیات الصحابہ کی طباعت دائرۃ المعارف حیدرآباد میں کرائی تھی، مصارف کا اندازہ قریباً آٹھ دس ہزار ہوگا، حیدرآباد اور بمبئی کے بعض مخلصین نے مل کر آٹھ دس ہزار روپیہ کا انتظام کیا، لیکن حضرت جیؒ کو جب اس کی خبر ہوئی تو تمام رقم کو واپس کرا دیا، اور تمام اخراجات کا انتظام از خود کر کے بھیج دیا ؎۲

اسی طرح امانی الاحبار پر بہت کافی لاگت آئی، لیکن جب وہ تیار ہوگئی تو اس کا پورا ایڈیشن حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کردیا اور ساتھ ہی وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی جانب سے اس کی زکوٰۃ بھی از خود ہی ادا کر دی،

جس سال حضرت جیؒ اور حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم سفر حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں اس سال رجب کے مہینہ میں راقم السطور نظام الدین حاضر ہوا مجھ سے دریافت کیا آپ نے ابھی حج کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا ابھی تک میں اس قابل نہیں ہوا ہوں، فرمایا نیت تو کر لینا ہی چاہئے، میں نے عرض کیا نیت میں تو کچھ خرچ نہیں ہوتا مگر بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی، فرمایا

؎۱ الفرقان یوسف نمبر ؎۲ ایضاً

یہی ہمارا معاملہ ہے ہم میں سے کسی کے پاس کچھ نہیں مگر حج کے لئے جانا ہے، بہر حال یہ حضرات حج کے لئے گئے اور ہوائی جہاز سے گئے

بعض معترضین نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ مرکز نظام الدین میں غلہ میوات سے عشر وصول ہوکر آتا ہے، جب ہی تو اس فراغت سے خرچ کرتے ہیں اتفاق سے معترض صاحب تھے بھی ایسے ہی کہ جن کی بات پر مجھے یقین کرلینا چاہیے تھا، میں یہ سن کر چپ ہوگیا، اور ارادہ کرلیا کہ جب دہلی جاؤں گا۔ تو دریافت کروں گا، دہلی گیا، چائے پینے کا وقت جب آیا، تو حضرت جی نے از خود فرمایا کہ بعض لوگوں کا ہمارے متعلق خیال ہے کہ ہم میوات کا عشری غلہ وصول کرتے ہیں، حالانکہ ہم ایک دانہ بھی نہیں لیتے،

طالب علمی کے زمانہ میں دیوبند سے بعض طلبار چھٹیوں میں مرکز پہونچ جاتے تھے حضرت ان کا بہت خیال فرماتے تھے ان ہی طلبار سے معلوم ہوا کہ حضرت آمدورفت کا کرایہ ان طلبار کو دیکر واپس کیا کرتے۔ مظاہر علوم کے ایک طالب علم سے اس سال ۸۳ھ میں معلوم ہوا کہ حضرت جی کو کسی طرح یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ضرورت مند ہے چنانچہ حضرت جی نے مجھے بیس روپے مرحمت فرمائے،

ضبط وصبر اور تحمل

قومی اور عوامی کاموں میں ضبط وصبر اور تحمل کی بے انتہا ضرورت ہے بغیر اس کے وہ کام نہیں ہوسکتا تبلیغی کام میں جس قدر عمومیت ہے غالباً دوسرے کام میں اس قدر نہیں ہے اور حق یہی ہے کہ عوام کو دیندار بنانا، خواص کو ان کے قریب لے جانا، عوام کو خواص کے قریب لانا اور ان میں دینی زندگی پیدا کرنا اس کام کا موضوع لہٰ ہے پھر عوام میں جو علم اور دین دونوں سے بہت دور، جہالت اور بے دینی سے قریب، ایسے لوگوں سے ربط وضبط رکھنا، ان کو اپنے سے نزدیک کرنا اور ان کی تمام حرکات کو نظر میں رکھ کر ان کی اصلاح و تربیت کرنا انتہائی مشکل کام ہے جو بلا ضبط وصبر وتحمل کے نہیں ہوسکتا،

حضرت جی کے ساتھ روزانہ ہر وقت ایسے ہی مراحل پیش آتے تھے، کہ جنکی وجہ سے ضبط وصبر کا دامن چھوٹ جائے دیہاتیوں کا ہجوم، نہ وقت کا خیال نہ آرام کا، ہر وقت ہر آن حضرت جی کے پاس، کوئی دعا کے لئے کہہ رہا ہے، کوئی مصافحہ کے لئے لپک رہا ہے، کوئی تعویذ کی درخواست کر رہا ہے اور حضرت جیؒ سب کو مسکرا کر جواب دے رہے ہیں، نہ کھانے کا خیال نہ چائے کا نہ پان کا، خادم نے دے دیا، کھالیا ورنہ اپنے کام میں مشغول،

جناب حکیم محمد مشتاق احمد صاحب کھٹوری فرماتے ہیں، ایک دفعہ حضرت جی کھٹور کے قریب ایک موضع میں تشریف لائے بہت بڑا اجتماع ہوا اگرچہ موسم برسات بھی غضب ڈھا رہا تھا۔ مگر تمام تبلیغی کام اپنے پروگرام کے تحت باحسن وجوہ انجام پار ہا تھا فرماتے ہیں حضرت جی جب دہلی تشریف لائے تو ہمارے یہاں چند گھنٹہ قیام فرمایا، حضرت جیؒ کے ہمراہ چند غیر ملکی مہمان بھی تھے مرکز کے سب رفقار ساتھ تھے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا، کھاتے وقت فرمایا، کاش وہ ہمارے غیر ملکی مہمان بھی شریک ہوتے (حضرت جیؒ پہلی کار سے تشریف لائے تھے) اور غیر ملکی حضرات پیچھے آرہے تھے،

حضرت جی غیر ملکی مہمانوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے ان کے مزاج کے مطابق مہمان نوازی سے بہت خوش ہوا کرتے تھے، یہاں حضرت کے مزاج کے مطابق اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ غیر ملکی مہمانوں کا انتہائی اعزاز واکرام کیا جائے تاکہ حضرت جی بہت خوش ہوں، بہر حال حضرت جی نے دوپہر کا کھانا کھاکر بعد نماز ظہر اس گاؤں کا سفر فرمایا وہاں پہونچ کر حسب معمول اپنا کام شروع کیا، یہاں سے خوب جماعتیں نکلیں، حضرت جیؒ بہت خوش ہوئے اور دو یوم تک ایسے مشغول ہوئے کہ کھانا تک نہیں کھایا، صورت حال یہ ہوئی کہ ہر شخص دوسرے کے متعلق یہ سمجھتا رہا، کہ حضرت جیؒ نے وہاں کھانا کھالیا ہوگا جہاں بیعت کرنے گئے تھے جب اس گاؤں سے کھٹور واپس ہوئے تو کھٹور آکر کھانا کھایا، جب کسی طرح معلوم ہوا کہ

آپ یہاں سے ہی کھانا کھا کر گئے تھے اور یہیں آکر کھایا ہے۔

اتباع سنّت

حضرت جیؒ مغربیت سے بہت زیادہ متنفر اور بیزار تھے وہ مدنیت کی اشاعت کے لئے کوشاں تھے اور ان کا فرمانا تھا، اس مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعت سنت میں ہے۔" اس لئے وہ سنت کی اشاعت زبان سے تو کرتے ہی تھے عمل سے بھی اس کی اشاعت کرتے تھے اور ایک انسانی کوشش کا جہاں تک تعلق ہے وہ اضطرار کی حالت میں بھی اس سے گریز نہیں کرتے تھے

اکثر اوقات پائجامہ پہنتے تھے، لیکن جب نماز پڑھتے یا پڑھاتے تو تہبند پہن لیتے تھے یہ عمل ویسے تو بہت آسان اور معمولی سا نظر آتا ہے، لیکن حضرت جیؒ کی مصروفیت کے پیش نظر یہ بڑا مجاہدہ ہے، اس عمل میں حضرت جیؒ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی دونوں سنتوں پر عمل کیا ہے۔

روایات میں مذکور ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا اور ایک روایت میں یہ ہے، کہ آپ نے پہنا بھی، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تو آپؐ کی اجازت سے پائجامہ پہنا کرتے تھے ؎۱

حضرت جیؒ نے اس سنت پر اس طرح عمل کیا کہ نماز کے وقت تہبند باندھ لیتے تھے اور ویسے بقیہ اوقات میں پائجامہ پہنے رہتے تھے تاکہ دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے گرمیوں کے دنوں میں عام اوقات میں ٹوپی اوڑھے رہتے تھے، لیکن جب نماز پڑھنے یا پڑھانے کا وقت آتا تو عمامہ باندھ لیتے تھے حضرت جیؒ نے اتباعِ سنت کی غرض سے چمڑے کا ایک تکیہ بھی بنوا رکھا تھا، جس میں کوئی سخت سی چیز بھری تھی، غالباً کھجور کی کھال ہو گی،

دستر خوان پر مسنون سالنوں میں سے کوئی نہ کوئی سالن ضرور ہوتا تھا،

؎۱ زاد المعاد از ابن قیم

ایک دن کھانا کھاتے ہوئے فرمایا، مدینہ منورہ سے آیا ہوا شہد رکھا ہے اسے جلدی سے لاؤ، ایک دن فرمایا دیکھو اندر سرکہ میں زیتون ڈالے ہوئے ہیں ان کو منگالو، ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کھانے کے بعد جب آپ کو یاد آیا تو آپ نے روغن زیتون اندر سے منگوایا، اور فرمایا دیکھو مجھ سے کیسی بھول ہوگئی تھی،

اعمال اور اوراد و وظائف میں مسنون دعاؤں اور اوراد کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں ادعیہ اوراد مسنونہ کا اتنا زیادہ کوئی دوسرا پابند نہ ہوگا، مہمانی اور میزبانی، سفر و اقامت، آرام و راحت، سکوت اور گویائی غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوری پوری اتباع فرماتے تھے،

متعدد مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت جی جب اپنے میزبان کے یہاں سے رخصت ہوتے تو اس کو اپنے پاس بلاتے اور معذرت پیش کرتے اور جب اپنے مہمان کو رخصت کرتے تو اس کا شکریہ ادا کرتے تھے اور جب کوئی مخصوص مہمان آتا تو اس کو رخصت کرنے کے لئے دور تک ساتھ جاتے،

حضرت جیؒ ایک مرتبہ ہندوستان سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں، حضرت جیؒ سے جب دریافت کیا گیا تو فرمایا میں اتباع سنت کی نیت سے گیا تھا اور ایک سنت کی اتباع میں میرا سب کچھ خرچ ہوجائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے۔

میں نے ایک دفعہ حضرت جی سے دریافت کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ان تاریخوں میں بھی جماعت نکالا کرتے تھے جن تاریخوں میں غزوۂ بدر ہوا تھا۔ پھر کیوں اس کو بند کردیا، ارشاد فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا پہلا سفر ہے جو خدا کے دین کی نصرت کے لئے ہوا تھا اور اسی سفر میں حق و باطل کا فیصلہ ہوا تھا اسی کے اتباع میں ان تاریخوں میں جماعت نکالا کرتا

تھا لیکن جب بعد میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ لوگ اس کو ضروری قرار دیدیں گے اور آئندہ یہ بدعت کی صورت اختیار کرلے گی تو پھر میں نے اس کو بند کر دیا وہ حضرات خیال فرمائیں جو رمضان المبارک میں تہجد کی نماز، جماعت سے، محض سنت کا نام لے کر کرنے کو واجب و فرض جیسا عمل سمجھتے ہیں۔

****
****

باب ہفتم

جناب یوسفؒ دعوت سے پہلے اور بعد میں

مولانا محمد یوسف دعوت سے پہلے

یہ عرض کیا جا چکا ہے، کہ فطری طور پر حضرت مولانا محمد یوسفؒ کو پڑھنے اور پڑھانے مطالعہ کرنے اور لکھنے سے زیادہ شغف تھا، حضرت جیؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:۔

"ابتدا میں مجھے تبلیغ کے کام سے دلچسپی نہ تھی ذہنی طور پر اس نقل وحرکت کے لئے مجھے شرح صدر نہیں ہوا تھا، تبلیغ کے کام میں جس قدر حصہ لیتا تھا، وہ سب بڑے حضرت جیؒ کی وجہ سے تھا"

مولانا علی میاں کو ایک مکتوب میں حضرت جیؒ نے تحریر فرمایا تھا،

"میں نے ان کی (حضرت محمد الیاس صاحبؒ) کی کبھی نہیں سنی، جب کسی طبقہ کا افتتاح ہوتا تو میں سہم کر ہٹتا، جب کبھی جماعت جاتی میں ڈرتا، جب دعوت کا وقت آتا میری روح فنا ہوتی، جب کوئی حکم دیتے میں اس کی تعمیل سے قاصر رہتا ہر مشورہ میں میری رائے حضرت شیخ کے سامنے ہوتی اور میں ان کی (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کی رائے کے خلاف اظہار بے باکی کے ساتھ کرتا"

یاد رکھنا چاہیے خلوص کے ساتھ اظہار رائے سوء ادبی نہیں کہلاتا، ایک دفعہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ارشاد فرمایا

"بڑے حضرتؒ جیؒ ہر طرح کے آدمیوں سے بڑے اکرام سے پیش آتے تھے، جن میں سے بعض غیر متشرع بھی ہوتے تھے اور اسی طرح بعض معتقدین کی کار بھی استعمال کر لیتے تھے ایک مرتبہ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ اپنے اس رویہ پر غور فرمالیں یہ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟"

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اپنے والدِ محترم کے بارے میں یہ جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اعتراضاً نہیں تھا غالباً اپنے علم کی روشنی میں ان کا خیال اس وجہ سے تھا کہ ایک مردِ باخدا کو اس طرح غیر متشرع حضرات کا اکرام نہیں کرنا چاہیے غالباً ان کی نظر فقہ کے اس جزئیہ پر ہوگی، کہ فاسق کا اکرام نہیں کرنا چاہیے، لیکن یہاں اس کے برعکس معاملہ تھا، غالباً مولانا کی نظر سیرت مبارکہ کے دعوت کے اس پہلو پر نہیں گئی تھی، کہ جس میں یہ واقعہ بھی سامنے آجاتا ہے، کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں بیٹھے تھے، چند سرداران قریش کو سمجھا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے اور سلام کیا آپ کو اس سے انقباض ہوا اور ان کی طرف التفات نہیں کیا۔[1]

اسی طرح آپؐ نے فتح طائف و حنین کے موقعہ پر نو مسلمین حضرات پر زیادہ انعامات کی بارش کی اور انصار مدینہ کو کچھ نہ دیا، جس کی بنا پر ان کو شکایت ہوئی تھی،

سیرت مبارکہ کے یہ گوشے اپنے اندر دعوتی پہلو لئے ہوئے ہیں ایک داعی دل سے یہ چاہتا ہے کہ ہر متنفس اس کی دعوت کو کسی بھی طریقہ سے قبول کرلے اسی وجہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ غیر متشرع حضرات کی ظاہری کمزوریوں سے اغماض کرتے ہوئے ان کو قریب تر رکھتے تھے تاکہ وہ اس مجسمہ خیر سے کسی بھی وقت متاثر ہو کر راہِ ہدایت اختیار کرلیں تو ان کے لئے

---

[1] ملاحظہ فرمائیے شانِ نزول سورۂ عبس

آنحضرت کے تمام دروازے کھل جائیں گے یہ داعین الی اللہ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے ہیں، کہ کیچڑ اور دلدل میں پھنسا ہوا موتی بیکار اور ضائع نہ ہو جائے، چنانچہ فضیل بن عیاض وغیرہ اپنے مشائخ کے نقطۂ فیض سے متاثر ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا الحسن صاحب دیوبندی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی از خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی زندگی میں بہت سی ایسی مثالیں سامنے ہیں کہ انہوں نے ایک مسلمان کا ضائع ہونا کبھی بھی پسند نہیں کیا یہ بات در اصل مولانا نے دعوت سے زیادہ شغف اور ابتداءً زیادہ دل چسپی نہ ہونے کی وجہ سے فرمادی تھی، لیکن جب وہ داعی بنے تو کیا ہوا دنیا جانتی ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کی مخلوق پر ان سے زیادہ کوئی دوسرا مہربان نظر نہ آتا تھا،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا وصال اور حضرت جی کی جانشینی

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ کا انتقال ۱۹۴۴ء میں ہوا اس وقت تک یہ کام اگرچہ کافی ترقی کر چکا تھا ہندوستان کے مشاہیر علماً اس کام سے دل چسپی لے رہے تھے، مگر ان میں اکثر حضرات کا اس کام سے جوڑ اور تعلق حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی شخصیت کی وجہ سے تھا، چونکہ یہ حضرات حضرت مولانا کو مخلص، پاک باز، ولی کامل سمجھتے تھے، ان کے پاس رہنے ان کے ارشادات کے سننے ان کے اشاروں پر چلنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے، گویا تبلیغی کام کو حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی وجہ سے پسند کرتے تھے، اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ مقدس کام ان کے بعد ختم نہ ہو جائے، جب کہ وہ بظاہر حضرت ممدوح کی سی خوبیوں کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا یہ ضرور ہے، کہ بعض مخلصین ایسے بھی تھے جو اس کام کو اپنا مقصد حیات بنا چکے تھے، بالآخر حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ تو نہ تھے کہ لوگ جن کا اس قدر

احترام کریں ان کے اشاروں پر چلنے کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھیں اس لئے اس وقت تمام مخلصین کو فکر تھی کہ کیا ہونا چاہیئے حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب اس وقت سب کچھ تھے، لیکن وہ یوسفِ ثانی نہ تھے، یوسف ثانی تو بعد میں بنے ہیں اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولٰنا محمد زکریا صاحب اپنے چچا حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی علالت کی وجہ سے دہلی میں مقیم تھے چند حضرات نے تبلیغی کام کے لئے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو فرمایا :-

"مولوی صاحب! حضرتِ چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے، میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اسی سوچ میں ہیں لیکن یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کریں اور وہ ہو جائے، اللہ تعالےٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لئے مرمٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا ان کے بعد بھی ان کے کام اور فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت اور تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندے کے بعد انشاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا. مشائخ کے یہاں خلافت اور اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے. خلافت اور اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ انشاءاللہ ان سے بھی لیا جائے گا،

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہوا نظر نہیں آتا، کہ جس سے توقع کی جاسکے،

کہ اسکے ذریعہ اس بندہ کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا لیکن اس بندہ کا انتقال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتاً اس کی طرف منتقل ہوگئی اور ایسا بہت کم شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، لیکن یہ جب ہوتا ہے تو نسبت کا انتقال بہت غیر معمولی خارقِ عادات قسم کا ہوتا ہے۔

حضرت چچا جان کے لوگوں میں، میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو جاری رکھے گا مگر مجھے اللہ تعالےٰ سے اس کی پوری امید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا، اس لئے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے۔ اللہ تعالےٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی پھر اس کو تم بھی دیکھ لوگے اور میں بھی دیکھ لوں گا اور پھر انشاء اللہ یہ کام اسی سے لیا جائے گا، اگر اللہ تعالےٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہوا تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے پھر یہاں میں خود رہوں گا، بلکہ اگر تم خود مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی یہیں رہوں گا، اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اسے دیکھ لوگے اور میں بھی اس کو دیکھ لوں گا، پھر اللہ تعالےٰ اسی سے یہ کام لے گا۔ بس انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اگر دیکھو کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب میں خود بھی تم سے بڑا حاجی ہوں میں نہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

(الفرقان یوسف نمبر ص ۲۴)

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے وقت یہ حالات تھے، کہ بظاہر تبلیغی کام کو ذمہ داری سے انجام دینے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا، لیکن اس کے بعد کیا ہوا کون اس کام کا اہل ثابت ہوا کس نے اس کام کا عروج بخشا اس کو میں اور آپ سب جانتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی وفات سے کچھ پیشتر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی معیت میں نظام الدین تشریف لے آئے حضرت مولانا ممدوح ان کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور بستر علالت سے ان ہر دو حضرات کو یہ پیغام بھیجا:-

"مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتماد ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرادیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں (۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲)، قاری داؤد صاحب (۳)، مولوی احتشام الحسن صاحب (۴)، مولوی محمد یوسف صاحب (۵)، مولوی انعام الحسن صاحب (۶)، مولوی سید رضا حسن صاحب"

ان حضرات (حضرت شیخ الحدیث صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور مولانا ظفر احمد صاحب نے مشورہ کرکے حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ: "مولوی محمد یوسف صاحب ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الجمیل" میں خلافت کے لئے جو شرائط لکھے ہیں وہ سب بحمد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں" اس پر حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا۔

"اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر و برکت دے گا مجھے منظور ہے، پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی۔ اب بہت اطمینان ہوگیا، امید ہے کہ انشاء اللہ

میرے بعد کام چلے گا" (حیات مولٰنا محمد الیاس صاحب)

چنانچہ ان حضرات کی دعاؤں اور توجہات کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے بعض لوگوں کی امید کے خلاف اصلاح و تبلیغ کا وہ اعلےٰ کام کیا، کہ جس کی مثال نہیں ملتی، حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحب کا انتقال ہوا اور ان کے دفن سے پیشتر صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے سر اقدس پر بڑے حضرت جی کا عمامہ رکھ دیا اور ان کی خلافت اور جانشینی کا اعلان کر دیا

حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی نسبت

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم اپنے مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں

"چچا جان کے وصال کے بعد اس نے ایک پرواز کی، جس کے متعلق اس ناکارہ اور حضرت اقدس رائے پوری کا یہ خیال ہے کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی نسبت خاصہ منتقل ہوئی ہے۔ اور ہر ہر بات میں اس کا مشاہدہ خوب ہوتا تھا،" (مکتوبات گرامی حضرت شیخ الحدیث مدظلہم) حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ اذکار الٰہیہ اور ریاضت و عبادت اور بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے قلوب سے کثافت دور ہو جاتی ہے، اور رذائل نفسانیہ فنا ہو جاتے ہیں، اس وقت مبدا فیاض کی طرف سے قلوب پر مختلف فیوضات کا نزول ہوتا ہے، جن کو وہ قلوب حسب استعداد و صلاحیت جذب کر لیتے ہیں اور چونکہ جوارح قلوب کے تابع ہوتے ہیں، اسی وجہ سے جوارح سے فیض رحمانی کے مطابق جو اس کے قلب میں ودیعت ہوتا ہے، افعال و اعمال سرزد ہوتے ہیں، مثلاً کسی کے قلب پر رحم و کرم، جود و سخا کا فیضان ہوتا ہے تو جوارح سے بھی وہی اعمال سرزد ہونے لگتے ہیں، جو ان اوصاف کے ثمرات ہوتے ہیں، یہی حال صحبت اولیاء اللہ کا ہوتا ہے، مثال اس کی اس طرح سمجھنا چاہیے کہ جسطرح

کسی زمین پر مختلف اقسام کے پھول گرا دئے جائیں تو وہ زمین ان پھولوں کی خوشبو دیا نسے مہک جاتی ہے، لیکن ان میں سے بعض پھول سریع الانتقال ہوتے ہیں، اور بعض پھول بطور الانتقال یا پھر یہ کہ زمین نے حسب استعداد بعض کی بو کو جلد جذب کیا ہے، اور بعض کو دیر میں، غرضیکہ پھول کی خوشبو کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اس مٹی کو فلاں پھول سے زیادہ مناسبت ہے۔

حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کے جو اوصاف خاصہ ہیں وہ بعض دوسرے علماء کو حاصل نہیں تھے وہ امت کے لئے ہر وقت دلسوزی فرماتے رہتے تھے، امت کی اصلاح اور اس کا سدھار اور بگڑے ہوئے انسانوں کو اللہ والا بنانا اور اللہ تعالےٰ کے فرامین اور عبادات کا احیاء وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے وہ اس بات کے خواہشمند تھے کہ ہر انسان جہاں اپنی انفرادی زندگی کو آخرت والی زندگی بنائے وہاں اس میں یہی تڑپ امت کے لئے بھی ہو، اور انسان جہاں خود اللہ والا بنے وہاں دوسروں کو بھی خدا والا بنانے کے لئے دل سوزی اور جان سوزی کرلے، مولانا ممدوح کسی فرد کو بھی جب آخرت سے دور اور دنیا سے قریب پاتے تھے تو کڑھا کرتے تھے، اور چاہتے تھے جس طرح بھی ممکن ہو اس کو آخرت والا بنا دیا جائے اسی وجہ سے ان کو بگڑے سے بگڑے انسان سے محبت تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو شروع میں یہ خیال ہوا تھا کہ حضرت جی الیسا کیوں کرتے ہیں، لیکن جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا انتقال ہوگیا، اور مبداء فیاض نے اس کام کو جاری رکھنا چاہا تو الیاسؒ کے وہ کمالات یوسفؒ کی طرف منتقل کر دئے، چنانچہ لوگوں نے دیکھ لیا، کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دعوت و اصلاح کے کام میں دلسوزی و جانسوزی کے اعتبار سے حضرت شاہ محمد الیاس صاحب سے آگے تھے،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے مشابہت، حضرت مولانا محمد منظور صاحب

نعمانی فرماتے ہیں :-

" اگلے دن صبح کو جب حضرت مولانا محمد یوسف نے نماز فجر پڑھائی اور نماز کے بعد حضرت کے معمول کے مطابق تقریر شروع فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ یہ تو مولانا محمد یوسف صاحب کی زبان سے حضرت رح بول رہے ہیں ، اس وقت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی وہ بات یاد آئی اور اس تقریر کے ختم ہونے سے پہلے یہ یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ سب اس کا ظہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے وہ دولت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف منتقل فرما دی ہے

(الفرقان کا یوسف نمبر)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب میں تین امتیازی خصوصیات تھیں جن کا کھلے طور پر مشاہدہ ہوتا تھا ، اول دین کا درد اور فکر اور اس کے لئے ہر ممکن جد وجہد ، اور دوسرے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور یقین ، تیسرے علوم اور معارف ، یہی تین اوصاف بلکہ مع شئی زائد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں موجود تھے ، چنانچہ جس نے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رح کو دیکھا ہے ، وہ مولانا محمد یوسف صاحب رح کو دیکھتے ہی بتا دیتا تھا کہ دونوں شخصیتوں میں کس قدر مشابہت تھی ،

حضرت مدنی رح اور حضرت رائے پوری رح سے نسبت

مشائخ دیوبند میں یہ دونوں حضرات اپنی بعض خصوصیات میں ممتاز ہیں . حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح علمی روحانی ، کمالاتِ عالیہ کے علاوہ کوہ ہمالیہ سے زیادہ مضبوط عزم و عمل کے مالک تھے ، اعلان حق میں دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کر سکتی تھی اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری روحانیت میں کمال مرتبہ رکھتے تھے ، ذکر و فکر ، عبادت و ریاضت ان کا طرۂ امتیاز تھا ، صفائی قلب میں ان کا قلب آئینہ سے زیادہ صاف تھا ، جو کچھ فرماتے تھے وہ بعینہٖ ہو جاتا تھا ، چنانچہ ان کے

متعلق اس قسم کے بہت سے ذاتی تجربات اور مشاہدات ہیں جن کو مصلحتاً بیان نہیں کیا جارہا ہے ان دونوں بزرگوں کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے خصوصی تعلق تھا غالباً یہی وجہ ہے کہ ان ہر دو حضرات کے کمالات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف منتقل ہوگئے تھے گویا مولانا ان ہر دو بزرگوں کے سچے امین تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب زید مجدہم اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سے یوسف مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت کے سامنے اپنی بات کو نہایت جرأت اور بےخوفی سے کہنے کا ظہور ہوا اور وہ بڑھتا ہی رہا، اس کے بعد حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار وتجلیات کا ظہور پیدا ہوا کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ شفقت ومحبت کا یہ ثمرہ ہو"

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ ان کی زندگی میں آرام کا نام ہی نہیں تھا یہی حال حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے یہاں تھا، تقریر اور گفتگو میں نورانیت کا یہ عالم کہ بڑے بڑے ناقدین اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی تقریر میں کہیں جھول نہیں ہوتا، فیوض وبرکات کا یہ عالم دیکھنے والے سکینہ کا نزول اپنی ان ظاہری آنکھوں دیکھتے تھے، وہ آنکھیں نورانیت سے اس قدر بھرپور ہوتی تھیں کہ پکے "کافر" بھی تسلیم کرتے تھے، کہ جو کچھ کہتے ہیں، یہی حق ہے، نہٹور ضلع بجنور کے اجتماع کے بعد بس میں سوار ایک سادھو نے مجھ سے کہا "مولوی صاحب یہ جو آپ کا بڑا سادھو آیا تھا، اس کی باتیں سنکر دل اس کی طرف کو کھینچتا تھا ہم نے بہت تپسیا کی ہے لیکن اس سادھو کی آتما بہت بلی (طاقتور) ہے ہمارے جی میں تو آگیا تھا کہ اسی کا چیلہ بن جانا چاہیے" یہی بات میں نے ایک ہندو سادھو سے

ریل گاڑی میں حضرت رائپوری کے بارے میں سنی تھی کہ "سادھو ہو تو ایسا ہو جیسا رائے پور والا ہے۔"

نورانیت اور اثر و تاثیر

ایک دفعہ حضرت جی نے تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ "جب دو آدمی ملتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی سے متاثر نہ ہو یا متاثر کرتا ہے۔ یا متاثر ہوتا ہے، درمیان میں کوئی درجہ نہیں ہے اس لئے اگر تم مخاطب کو متاثر نہیں کر سکے تو یہ سمجھو کہ تم غیر ارادی طور پر خود اس سے متاثر ہو چکے ہو۔" ؎۱

مجھے آج تک کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ملا جس سے مولانا متاثر ہوئے ہوں اور نہ کوئی ایسا فرد ملا کہ جس نے یہ نہ کہا ہو کہ میں مولانا سے متاثر نہیں ہوا ہندوستان ہی نہیں عالم اسلام کے کثیر النسان اور وہ بھی ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرت جی کی مجالس میں شریک ہوئے ان سے بات کی، مگر سب متاثر ہو کر واپس ہوئے ایسا اکثر ہوتا تھا کہ جاتے تھے قلوب میں دنیا لئے ہوئے اور واپس ہوتے تھے آخرت لئے ہوئے، جناب قاضی محمد عدیل عباسی وکیل اپنا واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت جی کیا تھے اسے مجھ جیسا تیرہ بخت آلودہ معصیت، علم و عرفان سے نا آشنا کیا سمجھ سکتا ہے، رات کی اندھیاری میں جب چاند طلوع ہوتا ہے تو چاند کی اصلیت و ماہیت کو کون جانتا ہے، صرف روشنی دکھلائی دیتی ہے وہ عالم افروز روشنی میں نے دور سے دیکھی دودھ کی طرح پھیلی ہوئی چاندنی ضلع بستی میں اجتماع تھا، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے اس ناکارہ سے کہا جگہ وغیرہ کا انتظام کر دے، میں نے انتظامات کے سلسلہ میں کوتوال شہر سے کہا وہ کچھ سپاہی مقرر کر دیں کیونکہ آس پاس جرائم پیشہ لوگوں کی آبادی تھی، وہ عین وقت پر خود بھی موٹر سائیکل پر آیا اور دیکھ بھال کر رہا تھا یوں

؎۱ ہفت روزہ المنبر، محرم ۱۳۸۵ھ

سے کہا چلو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اس وقت حضرت جی خطاب کر رہے تھے سپاہی جو ہندو تھے، کوتوال سے کہنے لگے کہ حضور آپ چلیں ہم ابھی آتے ہیں یہ مولانا صاحب تو اپنے مذہب کی نہیں سب مذہبوں کی بات کہتے ہیں، خداشناسی وحق پرستی وعرفانِ الٰہی کو عوام کے ذہن نشین کرانے کا مادہ اس تقریر میں نمایاں تھا"

نہٹور ضلع بجنور کے اجتماع کے موقعہ پر بھی ایسا ہی ہوا، ایس پی وغیرہ نے ملاقات کرتے وقت یہ کہا تھا" آپ جیسے مہاپُرش جہاں ہوں گے، وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے" قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:-

"مجھے ہندوستان کے بیشتر علماء اور بعض مشائخ کو دیکھنے ان کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرنے اور ان کے مواعظ حسنہ سننے کا اتفاق ہوا ہے، لیکن میں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی ایسا نہیں پایا کہ جس میں اس اعلےٰ درجہ کی روحانیت ہو، پاس بیٹھتے ہی اپنے اعمال سانپ بچھو بن کر کاٹنے لگیں اور رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہو کر خشیت الٰہی طاری ہو جائے اور اپنے نفس کے تزکیہ اور بد اعمالیوں سے توبہ کرنے اور راہِ مستقیم اختیار کرنے کی طلب پیدا ہو"[۵۱]

یہی وہ نسبت ہے، جس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا ہے،

جرأت اور عزم

حکیم مشتاق احمد صاحب کھٹوری نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا تھا ایک دفعہ حضرت جی نے فرمایا "حکیم صاحب آپ کا پنڈت نہرو سے براہ راست تعلق ہے لہٰذا اس تعلق کا تقاضہ ہے کہ ان کو دعوت دیجائے"

میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک وزیر اعظم اور دنیا کی چند شخصیتوں میں سے

---

[۵۱] ندائے ملت ۹؍اپریل ۱۹۶۵ء

ایک ایسی شخصیت کو میں کیسے دعوت دینے کی جرأت کر سکتا ہوں، وہ تو بہت بڑے ہیں اور میں بہت چھوٹا ہوں" یہ سنکر فرمانے لگے، حکیم صاحب آپ بحیثیت کلمہ گو ان سے بہت بڑے ہیں اور دعوت دے سکتے ہیں، حضرت جی کے فرمانے کے بعد میرے دل میں ایک جذبۂ ایمانی پیدا ہوا اور ایک بات ذہن نشین ہو گئی کہ ایک کلمہ گو بہت بڑا مقام رکھتا ہے یہ کیفیت اس وقت تک رہی، جب تک میں حضرت جی رح کے پاس بیٹھا رہا وہاں سے اُٹھنے کے بعد یہ کیفیت نہ رہی"۔ لہ

سہ یہ کیفیت اسے ملتی ہے جسکے ہے مقدر میں
مئے الفت نہ شیشہ میں نہ خم میں ہے نہ ساغر میں

حضرت مولانا محمد یوسف میدان عمل میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا انتقال ہو گیا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر بنا دئے گئے کون جانتا تھا کہ اب یوسف پہلا سا یوسف نہیں تھا، ایک طرف لوگوں کا خیال یہ تھا اب یہ کام ختم ہو جائے گا، کیونکہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ان کے نزدیک اس کام کے اہل نہیں تھے ادھر اتنی بڑی تبدیلی کہ والد محترم کا جنازہ رکھا ہوا ہے لوگ جنازہ اٹھانا چاہتے ہیں، مگر حضرت جی اڑے ہوئے ہیں۔

"جنازہ اٹھایا جائے گا جب لوگ چلوں کے لئے نام پیش کریں گے" ۲ه
یہ بھی عجیب اتفاق اور اتباع سنت صحابہ رضی اللہ عنہ ہے کہ لاہور میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا جنازہ رکھا ہوا تھا، اور مولانا محمد عمر صاحب اعلان فرما رہے تھے کہ حضرت جی رح نے اپنے والد محترم کا جنازہ اس وقت اٹھنے دیا تھا جب چلوں کے لئے نام لے لئے تھے۔

غور کیجیے تو بات بہت اہم ہے اور اس کے ڈانڈے بہت دور جا لگتے ہیں

لہ مکتوبات حکیم مشتاق صاحب کھتوری ۲ه الفرقان یوسف نمبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانشینی عمل میں آئی اور انہوں نے فوراً اعلان کیا کہ جس لشکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام کے لئے روانہ فرما چکے ہیں، میں اس کو واپس نہیں بلاتا،

یہ در اصل اس کام کی بڑائی اور اہمیت کی دلیل ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں حضرت شاہ محمد الیاسؒ صاحب کی نسبت منتقل ہو چکی تھی وہ کام اور اس دعوت کی اہمیت سے واقف ہو چکے تھے بلکہ ان کو اس دعوت کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا اس لئے ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہم کام یہی تھا اور حقیقت بھی یہی ہے۔

دعوت میں استقامت

دعوت میں استقامت نہایت ضروری ہے، جب تک داعی اپنی دعوت پر مضبوطی کے ساتھ قائم اور ثابت قدم نہ ہو اس وقت تک اس کی دعوت اپنے گھر کی چہار دیواری سے بھی باہر نہیں آتی۔ یہی بات حضرت جی کے بارے میں بھی جا سکتی ہے، شروع شروع میں حضرت جی کو بہت صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا، اور ایسے حالات پیش آگئے کہ کسی کچے آدمی کا تو قدم ڈگمگا جاتا،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگوں کی آمد برابر تھی کسی سے مانگنا تو در کنار سوال کا اشارہ بھی گوارہ نہ تھا قرض پر قرض ہوتا چلا گیا مگر اصول وہی کہ ہمیں سرمایہ نہیں سرمایہ داروں کا وقت چاہئے۔

"ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا منشی بشیر احمد صاحب موجود تھے کیوں منشی جی! آپ جانتے ہیں بڑے حضرت جی کے وصال کے بعد کتنا قرض ہو گیا تھا غالباً دس پندرہ ہزار روپیہ سے کم نہ ہو گا۔ دہلی کے ایک تاجر کو جو بڑے حضرت جی کا ملنے والا تھا معلوم ہو گیا وہ روپیہ لے کر آیا، میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس آکر

بولا، لو اس سے اپنا قرض ادا کر دو! میں نے نہایت لاپرواہی سے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں، اگر وقت لگاؤ گے تو روپیہ لیا جائے گا ورنہ نہیں، وہ ناراض ہو کر روپیہ لے کر واپس چلا گیا، منشی جی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے وہ قرضہ کس خوبی سے ادا کرایا ہمارا اصول بھی باقی رہا۔ اور قرضہ بھی ادا ہو گیا۔"

اس واقعہ سے جہاں حضرت کا خدا پر بھروسا اور توکل ثابت ہے وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ اضطراری حالت میں بھی آپ نے اپنی دعوت کے اصول کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، آپ کا فرمانا تھا کہ کامیابی دولت میں نہیں ہے اگر کامیابی دولت میں ہوتی تو قارون کامیاب ہوتا کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ کامیاب کرنا چاہے، تو بلا روپیہ پیسے کے کامیاب کر سکتا ہے، اور وہ ناکام کرنا چاہے، تو دولت کے نقشوں میں بھی ناکام کر سکتا ہے۔"

پہلی اہلیہ کا مرض وفات

حضرت جی کی یہ استقامت صرف مال ہی کے میدان میں نہ تھی وہ جان کے معاملہ میں بھی بہت مستقیم تھے، کتنی ہی بڑی مصیبت اور پریشانی کیوں نہ ہو مگر حضرت جی سب کو آسانی کے ساتھ برداشت کر جاتے تھے اور دعوتی امور میں ادنیٰ درجہ کا تعطل بھی نہیں آنے دیتے تھے بلکہ ان کے سامنے دعوت اور اس پر محنت ہی ایک نقشہ تھا اس میں کوتاہی اور کمی ان کے نزدیک سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑی پریشانی تھی، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں :-

آخر ۱۹۴۶ھ یا شروع ۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے، یہ عاجز ہفتہ عشرہ کے قیام کی نیت سے نظام الدین حاضر ہوا، اہلیہ بھی اس سفر میں میرے ساتھ تھیں ان دنوں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی پہلی اہلیہ محترمہ (حضرت شیخ الحدیث کی بڑی صاحبزادی اور مولوی محمد ہارون کی والدہ مرحومہ)

مرضِ دق میں مبتلا تھیں، ان کے علاج اور دوا کی ذمہ داری حضرت حافظ فخر الدین صاحب نے لے رکھی تھی وہ روزانہ شہر دہلی سے اسی ضرورت سے تشریف لاتے میں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے ان کا حال پوچھا اور مرض کی نوعیت کی تفصیل معلوم کرنا چاہی ان کے جواب سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ باخبر نہیں ہیں، مجھے تعجب سا ہوا لیکن میں نے کچھ نہیں کہا چار پانچ دن کے قیام کے بعد میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ مولانا کی بیوی اس درجہ کی مریض ہیں کہ مجھے ان کے بچنے کی بھی امید نہیں ہے اور میں چار پانچ دن سے دیکھ رہی ہوں کہ حضرت مولانا ان کا حال پوچھنے کے لئے بھی کسی وقت ان کے پاس نہیں آتے وہ عورت ذات ہیں ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی، ان کا بھی تو کچھ حق ہے، میں نے پوچھا کیا انہوں نے تم سے خود بھی اس کی شکایت کی ہے انہوں نے کہا نہیں انہوں نے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے دل پر اس کا اثر ضرور ہوگا آپ اس کے لئے مولانا سے ضرور کہیں میں نے اگلے دن مولانا سے تنہائی میں گفتگو کی اور عرض کیا" مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کی اہلیہ ایسی مریض ہیں اور آپ کئی کئی دن مزاج پرسی کے لئے بھی ان کے پاس نہیں جاتے، رشتۂ زوجیت کے علاوہ حضرت شیخ کی صاحبزادی بھی ہیں، ہماری سمجھ میں آپ کی یہ بات بالکل نہیں آئی، آپ کو روزانہ کچھ وقت ان کے پاس ضرور صرف کرنا چاہیئے۔"

مولانا نے بڑی معصومیت سے فرمایا" ہاں یہ بات تو بالکل صحیح ہے اور میں نے خود ان سے اس بارہ میں بات کی تھی، مگر انہوں نے میرے حال اور میری مصروفیت کو دیکھکر خود ہی مجھ سے کہہ دیا ہے۔ کہ آپ اپنے کاموں میں مشغول رہیں میری فکر بالکل نہ کریں، دوا علاج ہو رہا ہے اگر زندگی ہے تو اچھی ہو جاؤں گی اور اگر اللہ تعالےٰ کا فیصلہ جلدی اٹھانے کا ہے تو انشاء اللہ جنت میں اطمینان سے ملاقات ہوگی، میں نے کہا مجھے تو شبہ یہ ہے کہ

انہوں نے یہ بات آپ کی بے فکری اور بے پرواہی دیکھ کر کہی ہوگی"۔ مولٰنا نے فرمایا آپ تحقیق کرلیں، اگر ایسی بات ہوگی تو میں ان کے لئے وقت نکالنے کی پوری کوشش کروں گا۔

میں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم ان سے اس بارے میں اس طرح کی جذباتی باتیں کرو کہ ان کے دل کی بات زبان پر آجائے، چنانچہ میری اہلیہ نے مرحومہ سے بات کی انہوں نے مولٰنا کی طرف مدافعت کی اور کہا کہ "وہ دن رات دین کی فکر اور دین کے کام میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنا بھی ہوش نہیں ہے"۔

فسادات اور جماعتیں

حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب نے ایک مرتبہ اس عاجز سے ارشاد فرمایا کہ فسادات کے دنوں میں بھی ہم نے جماعتوں کی نقل و حرکت بند نہیں کی بلکہ ہمیں جب بھی یہ معلوم ہوا کہ فلاں جگہ فساد ہوگیا ہے یا ایسے آثار موجود ہیں کہ اس علاقہ میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھے گی تو ہم نے جماعتوں کا رخ اسی طرف کو کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مقامات پر فسادات کی آگ نہیں بھڑکی اور جہاں فسادات ہو چکے تھے وہاں امن و امان ہوتا چلا گیا،

حضرت جی نے ارشاد فرمایا جامعہ ملیہ کی جوبلی انہیں فسادات کے زمانے میں ہوئی تھی، لوگوں کی آمد و رفت بالکل بند تھی، جامعہ والوں نے سوچا تبلیغی مرکز نظام الدین سے جماعتوں کو بلا لیا جائے۔ نہ ہونے سے تو بہتر ہے اس موقعہ پر حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت رائپوری بھی جلسہ میں موجود تھے، میں بھی جماعتوں کو لے کر وہاں گیا معلوم نہیں کہاں سے آدمی ٹوٹ پڑا، لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ اتنی بڑی تعداد تو امن و امان کے دنوں میں بھی نہ ہوتی، میں نے وہاں سے جماعت کی تشکیل کی تھی، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے فرمایا تھا "تم ایسے وقت میں باہر جماعتیں کیوں بھیجتے ہو؟" میں نے عرض کیا تھا، حضرت! "میرا یقین ہے کہ جہاں جماعت جائے گی وہاں امن و امان ہو جائے گا"۔

مراد آباد کے اجتماع کے بعد

یو پی میں سب سے پہلا اجتماع مراد آباد میں ہوا تھا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب انتقال فرما چکے تھے اس اجتماع میں تقریباً سات سو آدمی باہر سے شرکت کے لئے آئے تھے بہت کوشش کی گئی بڑے بڑے علماء نے لوگوں کو توجہ دلائی مگر چاند پور، بجنور جیسے نزدیکی مقامات، کے لئے بھی دس دس آدمیوں کی جماعتیں نہ بن سکیں اس وقت حضرت جی نے جلال میں آکر فرمایا:۔

"آج تم بجنور، چاند پور، اور رامپور جیسے قریبی مقامات پر جانے کے لئے اور صرف تین دن کا وقت دینے کے لئے تیار نہیں ہو رہے ہو ایک وقت آئے گا، جب تم شام جاؤ گے، مصر جاؤ گے، عراق جاؤ گے لیکن اس وقت، اس کام کا رواج ہو چکا ہوگا" [1]

لوگوں نے دیکھ لیا کہ حضرت جی کا یہ فرمانا حرف بہ حرف صادق آیا یہاں تک پہنچنے کے لئے حضرت جی نے کس لگن سے کام کیا ہوگا، کتنی محنتیں جھیلی ہوں گی، کن کن مایوسیوں سے گذر پڑا ہوگا، اس کو وہ جانیں یا ان کا اللہ جانے ہم تو بس اسی قدر جانتے ہیں کہ ایک دن وہ تھا اور دوسرا وقت یہ تھا کہ ہم نے حضرت جی کی زبان مبارک سے سن لیا تھا:۔

"اب ہمارا یہ کام مرجعیت میں داخل ہو چکا ہے"

حق گوئی

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مدنی رح کے بعد جرأت اور حق گوئی کا ظہور ہوا اس کا ثبوت پاکستان کا ایک خصوصی اجتماع ہے جس میں بہت سے وزیر تھے میزبان نے ہر ایک کا تعارف کرایا تو ارشاد فرمایا:۔

"بھائیو! معلوم نہیں آپ نے کن کن عہدہ داروں کا تعارف کرایا ہے میرے بھائیو! وزیر تو مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی ڈاکٹر مسلم بھی ہوتا

---

[1] الفرقان یوسف نمبر ص ۱۳۱

ہے اور غیر مسلم بھی اسی طرح تمام عہدوں کا حال ہے اس میں ہماری
اور آپ کی کوئی خصوصیت نہیں، ہمارے اسلاف کا جب بھی تعارف
کرایا جاتا تھا تو یہ نہیں کہا جاتا تھا   کہ اتنی ملوں کا مالک
ہے۔ بلکہ یوں تعارف ہوتا تھا کہ یہ بدری ہیں انہوں نے احد میں حصہ
لیا ہے، انہوں نے فلاں غزدہ میں حصہ لیا ہے، یہ استنے غزوات
میں شریک ہوئے تھے، انہوں نے دین کے لئے یہ قربانیاں دیں"۔ لہ

سُبْحَانَ اللّٰہِ

باب ہشتم

اجتماعات اور اطراف عالم میں دعوت

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے بعد جب یوپی میں پہلا اجتماع مراد آباد شہر میں ہوا تو لوگوں کے جمود سے مایوسی ہوئی تھی کہ اب اجتماعات کس طرح کامیاب ہوں گے اور کس طرح جماعتیں مختلف علاقوں میں جائیں گی؟ کیونکہ مراد آباد سے دس دس آدمیوں کی جماعتیں رامپور، چاندپور، بجنور جیسے قریبی مقامات کے لئے بھی تیار نہ ہوتی تھیں اس وقت حضرت جی نے جوش میں آکر اپنے عزم کا اظہار کیا،

ایک وقت وہ آئے گا تم عراق جاؤ گے، شام جاؤ گے، مصر جاؤ گے

لیکن اس وقت یہ کام رجوع عام اختیار کر چکا ہوگا۔"

اس وقت کم ہمت اور عزم علیل رکھنے والوں کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی یا بالفاظ دیگر شیخی معلوم ہوئی مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ آواز الہامی تھی جس کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا تھا۔

یوپی میں کام کی نوعیت

بات کہنے کو کہہ دی گئی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کام یوپی میں کسطرح فروغ پائے، اگر یوپی کے مسلمان اس کو قبول کر لیتے ہیں تو ان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بھی داعی بن کر جاسکیں اس کے لئے دو ہی صورتیں تھیں ایک تو کام میں علماء کو شریک کیا جائے، علماء کی شرکت کے لئے

باب ہشتم

اجتماعات اور اطراف عالم میں دعوت

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے بعد جب یو پی میں پہلا اجتماع مراد آباد شہر میں ہوا تو لوگوں کے جمود سے مایوسی ہوئی تھی کہ اب اجتماعات کس طرح کامیاب ہوں گے اور کس طرح جماعتیں مختلف علاقوں میں جائیں گی؛ کیونکہ مراد آباد سے دس دس آدمیوں کی جماعتیں رامپور، چاندپور، بجنور جیسے قریبی مقامات کے لئے بھی تیار نہ ہوتی تھیں اس وقت حضرت جی نے جوش میں آکر اپنے عزم کا اظہار کیا،

ایک وقت وہ آئے گا تم عراق جاؤ گے، شام جاؤ گے، مصر جاؤ گے لیکن اس وقت یہ کام رجوع عام اختیار کر چکا ہوگا"۔

اس وقت کم ہمت اور عزم علیل رکھنے والوں کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی یا بالفاظ دیگر شیخی معلوم ہوئی مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ آواز الہامی تھی جس کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا تھا۔

یوپی میں کام کی نوعیت

بات کہنے کو کہہ دی گئی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کام یوپی میں کسطرح فروغ پائے، اگر یوپی کے مسلمان اس کو قبول کر لیتے ہیں تو ان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بھی داعی بن کر جا سکیں اس کے لئے دو ہی صورتیں تھیں ایک تو کام میں علماء کو شریک کیا جائے، علماء کی شرکت کے لئے

مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کی طرف نظر گئی یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت رائپوری حیات تھے ان دونوں حضرات نے اس کام کی سرپرستی فرمائی، ان حضرات اور خصوصًا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم کا شرکت فرمانا تھا، کہ ان حضرات کے متوسلین بھی ادھر متوجہ ہوئے اور کام میں لگے اور کام آگے بڑھا، حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم نے ارشاد فرمایا۔

"حضرت چچا جان کے انتقال کے بعد میں مولوی محمد یوسف صاحب کی ہمت ابدھانے کے لئے بہت کافی دنوں تک نظام الدین رہا، مگر اب امراض نے ایسا گھیرا ہے کہ ہارون اور مولوی انعام الحسن صاحب کو میری ضرورت ہے مگر میں نہیں پہونچ پاتا ہوں"

اس سے بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ان اکابر نے اس کام کی طرف بہت کافی توجہ فرمائی ہے، حضرت مدنی میوات کے اجتماعات میں جب شرکت فرمایا کرتے تھے، تو مصافحہ کے بعد لوگوں سے یہی سوال ہوتا تھا" آپ نے چلّہ کے لئے نام لکھوایا ہے یا نہیں؟

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

حضرت جی کا یہ خیال تھا کہ آج کل انگریزی کا دَور دورہ ہے دوسرے ملکوں میں کام پھیلانے والے اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات سے جوڑ قائم کرنے کے لئے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو کام میں لگایا جائے، اور اس کے لئے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے طلبا اور اساتذہ کی شرکت نہایت ضروری تھی لیکن یہ سوال بدستور تھا کہ علیگڈھ میں کام کس طرح سے شروع ہو، مولویوں کی وہاں بات کون سنے گا، نہایت غور وخوض اور مشورہ کے بعد یہ چیز ذہن میں آئی کہ ضلع بلند شہر کے پٹھانوں کو کھڑا کیا جائے اور ان کے ذریعہ علیگڈھ کو دعوت دی جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا بلند شہر و خورجہ کا دعوت میں

شریک ہوتا تھا کہ یونیورسٹی میں کام کی راہیں کھلیں،
میں نے تبلیغ کے خاص اراکین کی زبانی سنا ہے کہ ابتدا میں علیگڈھ نے اس کام کو قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا یہ زمانہ وہ تھا کہ داڑھی والے حضرات کا گذر وہاں دشوار تھا، لیکن ایک وقت وہ آیا کہ جب میں علیگڈھ گیا تو مجھے شناخت کرنا دشوار ہوگیا کہ "یہ طالب علم ہیں یا یہاں کی مسجدوں کے موذن و امام ہیں" نہایت سادہ شرعی لباس، چہرے نورانی، ماتھوں پہ سجدوں کے نشانات، ٹخنوں سے اونچا پتلون یا پائجامہ، بھرا ہوا خط، یہ حالت، دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی تھی،

فریدی صاحب نے علیگڈھ کو بہت وقت دیا وہاں قیام کیا طلبأ کو اپنے سے مانوس کیا وہاں سے نظام الدین لے گئے، چھٹیوں کے اوقات وہاں صرف کرائے حضرت جی نے ان طلبأ پر خاص توجہ فرمائی نصیحت فرمائی،

جو وقت آپ حضرات فضولیات میں خرچ کر دیتے ہیں اس کو دین کے کاموں میں لگا دو چھٹیوں کا سارا وقت تفریحات میں گزر جاتا ہے اس کو چلّوں میں لگادو، ہم تمہیں تعلیم سے ہٹانا نہیں چاہتے"

ان طلبار نے جب ایسا کیا اور چلّوں سے آکر محنت سے پڑھا کام کو یونیورسٹی میں پھیلایا تو پھرا ساتذہ بھی نکلے، اساتذہ اور طلبار کی جماعتیں دوسرے ملکوں میں گئیں، اور وہاں سے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو ہندوستان لایا گیا، جنہوں نے یہاں کے انگریزی تعلیم یافتہ حلقوں میں کام کیا اور وہ حلقے اٹھے اور پھر ملک اٹھ کھڑا ہوا، اور حضرت جی رح کا وہ ارشاد حرف بحرف صادق آیا کہ جو انہوں نے مرادآباد کے اجتماع کے موقعہ پر فرمایا تھا،

مصر و حجاز میں کام

حضرت جی کا خیال تھا کہ عالم اسلام میں کام پھیلانے اور پوری دنیا میں دین چمکانے کے لئے ضروری ہے کہ حجاز سے دعوت کو شروع کیا جائے کیونکہ یہ دین

وہاں سے ہی پھیلا ہے چنانچہ حضرت جی رح نے حجاج کی جماعتیں بنائیں اور ان سے دو کام لیئے ایک یہ کہ حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگیں اور پھر ان کے ذریعہ حجاز میں یہ کام پھیل جائے وہاں جاکر مبلغین نے وہاں کے لوگوں سے کہا۔

"ایک چیز آپ کے یہاں سے چلی تھی اور ہم تک پہنچی آپ حضرات اُس وقت بھی اس کے اہل تھے اور اب بھی اس کے اہل ہیں، دنیا نے آپ ہی سے دین سیکھا ہے اور اب بھی آپ کو یہی کام کرنا ہے،"

شروع میں تو ہندوستانی مسلمانوں کے چہروں پر داڑھی دیکھ کر ان کو یہودی سمجھا گیا حکومت نے بھی ان پر پابندیاں لگائیں لیکن جب سب پر حقیقت روشن ہو گئی، تو پھر کام کی راہیں کھلیں،

حجاز سے مصر جماعتیں پہونچیں جامعہ ازہر کے علماء کو توجہ دلائی گئی اور ان کو عرب حجاز اور ہندوستان کے شہروں میں بھیجا گیا، غرضکہ مختلف جوڑ اور رشتوں سے کام کے نقشے ابھرے اور کام دنیا میں چمکا،

لندن میں اجتماع

لندن جیسی جگہ جو دہریت اور بے دینی کا مرکز ہے وہاں اجتماعات ہونا بہت بڑی کامیابی ہے، مجھ سے لندن کے ایک مبلغ نے کہا "شروع میں وہاں کے مسلمانوں کو حرام و حلال کی تمیز نہیں تھی سب مشین کا ذبیحہ کھاتے تھے ہم لوگوں نے مشورہ کر کے وہاں حلال گوشت کی دوکانیں کھولیں، نماز اور اجتماعات کا اہتمام کیا اور دینی کتابوں کی نشر و اشاعت شروع کی تو ایک وقت ایسا آیا کہ انگریز ہم کو کھڑا ہوا دیکھا کرتا تھا جب ہم نماز پڑھا کرتے تھے، اللہ نے یورپ میں اپنے دین کے لئے دروازہ کھولدیا، پیرس، لندن، برلن وغیرہ جیسے مقامات پر مسجدیں بنیں اور اللہ تعالےٰ کی توحید کی آوازیں بلند ہوئیں"

جماعت علماء برطانیہ نے اپنے ایک استفتاء "مشینری سے ذبیحہ کے ضمن میں

مجھے لکھا تھا کہ یہاں ۸۰ مسجدیں قائم ہو چکی ہیں پیرس میں ایک گرجا کو خرید کر مسجد بنا لیا گیا اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے پہلے دورہ میں جامعہ قرطبہ اسپین کو بند پایا تھا۔ اور اپنے دوسرے دورہ میں کھلا ہوا اور مسلمانوں کے قبضہ میں پایا،

سطور ذیل میں لندن کے اجتماع کا حال پیش کیا جا رہا ہے جو بصورت مکتوب ہے۔ یہ مکتوب حضرت جی کے پاس لندن سے آیا جس کی اشاعت غلام رسول صاحب کلکتہ والوں نے کی تھی ان کے شکریہ کے ساتھ مکتوب درج ذیل ہے۔

(نقل خط ڈاکٹر محمد رفیق صاحب صدیقی علیگ از لندن بنام حضرت جی مدظلہ العالی

ہارنیڈن، یوکے

۷ راگست ۱۹۶۲ء

محترم حضرت جی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

معاف فرمائیے گا آپ کو خط اتنے عرصہ کے بعد لکھ رہا ہوں، آپ کا خط مورخہ ۲ر صفر بذریعہ منور حسین صاحب موصول ہوا، آپ بزرگوں کی نصیحتیں واقعی یہاں کے زہریلے ماحول کا تریاق ہیں اپنی کوشش ہمہ تن یہی رہتی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہوا جائے اس ماحول میں اللہ کے احکامات پر چلنا واقعی بہت دشوار ہے لیکن اگر اللہ توفیق دے تو بہت آسان ہے آپ سے حدیث سنی تھی جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب زنا عام ہو جائے گا، اور کھلے عام زنا ہوگا اور جو شخص زنا کے خلاف یہ کہے گا کہ اللہ سے ڈر اور ذرا ہٹ کر آڑ میں کرے تو اس شخص کو ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ثواب کے برابر ہوگا یہاں سڑکوں پر، پارکوں میں، ریلوے اسٹیشن پر یہاں تک کہ ریل کے اندر سیٹوں پر بیٹھے ہوئے کھلے عام بوس وکنار جواں مرد اور عورتیں کرتے ہیں ان سے کچھ کہنے کی ہمت اپنی نہیں ہوتی ہاں دل میں کڑھن ضرور ہوتی ہے ہمارے کتنے ہی پاکستانی اور ہندوستانی بھائی ہیں جو یہاں کی عورتوں کے ساتھ اس

بارے میں بات کی اس نے کہا کہ وہ شام کو لیور پول سے تین میل آگے جائیگا کوئی بات جانے کی اس سے طے نہیں ہوئی کوئی گیارہ بجے جیپ کار میں جروالس خود آیا اور کہنے لگا میں تمہارے لئے بذریعہ موٹر چار بجے سے پہلے چلوں گا اور تمہیں مانچسٹر چھوڑ دوں گا۔ اور اس کے بعد لیورپول چلا جاؤں گا، مانچسٹر کے امیر غلام صاحب کے گھر فون کر دیا کہ میں نو بجے شام مسجد پہنچ رہا ہوں بآسانی پانچ گھنٹے میں جروالس کے ساتھ مانچسٹر پہنچ گیا وہاں مسجد میں واقعی میرا انتظار کر رہے تھے بہت خوش ہوئے رات کچھ بات ہوئی۔ اور تین صاحب مقامی میرے ساتھ مسجد میں سوئے صبح لیڈس کی جماعت آگئی ان کے ساتھ ظہر ہوئی اس کے بعد گشت کے لئے جماعتیں بنیں، جماعت باہر مسجد سے نکلی ہی تھی کہ منور حسین صاحب اور برمنگھم کی جماعت آگئی ہم لوگ گشت پر چلے گئے، لوٹ کر آئے تو معلوم ہوا کہ لندن موٹر کی جماعت سترہ اشخاص کی آگئی، اس موٹر میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے چار پانچ حضرات ٹرین سے آئے اور شاید دو ایک نہ آسکے، گلاسکو کی جماعت آرہی ہے، کیا یہ بھوپال کا اجتماع ہے، نہیں، یہ انگلستان میں مانچسٹر کا اجتماع ہے جس میں داڑھی والے بھی ہیں سوٹ والے بھی ہیں، اوفیسر بھی ہیں، تجار بھی ہیں ڈاکٹر بھی ہیں، سائنسدان بھی ہیں، طالب علم بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں بچے بھی ہیں اور برٹش نسل کے لوگ بھی ہیں، اور مدینہ منورہ کے لوگ بھی، کوئی ٹرین سے آیا ہے، کوئی موٹر سے آیا کوئی کارواں سے آیا، یہ کس چیز کی تیاری ہے یہ کیوں جمع ہو رہے ہیں یہ کیوں گھر چھوڑ کر مسجد میں آتے یہ اس ماحول میں گھر سے نکلنے والے ہیں، یہ اللہ کا حکم اونچا کرنے آئے ہیں، یہ ایمان کو لینے اور ایمان بانٹنے آئے ہیں، آج دیکھیں وہ لوگ جو یہ کہتے تھے، کہ لندن، انگلینڈ میں تبلیغ کہاں؟

کئی جماعتیں گشت کرنے نکل گئیں مسجد سے باہر نکل کر خوب رو رو کر دعائیں ہوئیں مغرب بعد بات چیت ہوئی، لندن والوں نے بتایا کہ راستے میں موٹر روک کر انہوں نے نماز گھاس پر پڑھی۔ انگریز اپنی موٹر روک کر دیکھتے رہے

معاشرے کے مطابق اپنا منہ کالا کرتے ہیں، اس فضا کو دیکھ کر آج سے چند سال
قبل لوگ بے دھڑک یہ کہہ بیٹھتے تھے کہ لندن میں تبلیغ ناممکن ہے ان لوگوں کے
لیے جو اللہ کی بجائے انسانی طاقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ماحول کا شکار خود ہو جاتے
ہیں لیکن جن کا ایمان اللہ پر تھا، جو دھارے کے خلاف نہیں ہے وہ اپنے عمل سے
بتا گئے کہ تبلیغ اسلام سے ہی اس ماحول کو بدلا جا سکتا ہے۔
۴، ۵، ۶ راگست ۱۹۶۱ء کے مانچسٹر میں منعقدہ اجتماع نے اس بات کا پورا ثبوت
دیا کہ جب کام اندر سے ہوگا تو ایسے گندے ماحول میں اللہ تعالے اپنے بلند
دین پر چلنے کی راہیں آسان کر دے گا۔ مانچسٹر میں جو اجتماع ہوا تھا وہ اتنا پُر اثر
تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالے کوئی بڑا کام لینے والا
ہے، ان حقیر انسانوں سے اب اس گندے ماحول کا خاتمہ نزدیک آگیا ہے،
اللہ تعالے یا تو ان لوگوں کو ایمان دے گا، ورنہ تباہی سے کوئی روکنے والا
نہیں، جنہیں ہم طاقتور ملک BIG POWER کہتے ہیں وہ اپنی حفاظت شاید
نہ کر سکیں، آج دنیا سے وہ عظیم الشان حکومتیں جن کو ڈچ ایمپائر، برٹش
ایمپائر جس میں کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا کہتے ہیں ختم ہو گئے، کل کو ان
BIG POWER کا نمبر ہے کاش ماحول سے متاثر ہو جانے والے ہمارے بھائی اس
پر غور کریں اللہ تعالے ہمیں اس ماحول سے مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے
اس اجتماع میں جو مانچسٹر میں ۴، ۵، ۶ راگست کو ہوا کچھ عجیب باتیں دیکھنے میں
آئیں، لندن والوں نے لکھا ہے، کہ وہ ۴ راگست کی صبح وہاں سے موٹر پر روانہ
ہوں گے۔ لندن سے مانچسٹر قریب ڈھائی سو میل دور ہے، یہاں سے ہارٹیدن
قریب دو سو میل دور ہے۔ یہ نہیں طے کر پا رہا تھا، کہ میں اکیلا کس طرح جاؤں ٹرین
سے کوئی پچپن روپیہ کرایہ بنتا ہے۔ خیر اس کی تو فکر نہیں تھی بس ذرا اکیلے ہونے کی
وجہ سے پریشانی تھی،
۲ راگست کی صبح ناشتے کے وقت عیسائی مسٹر بروالس سے اس کے

بعد میں سلام کیا یہ صرف نماز کا منظر تھا جوان پر اثر انداز ہوا، بریڈ فورڈ سے قریب سولہ اشخاص آئے اور ان لوگوں کو بلند حوصلہ عطا فرمایا، ایک صوفی صاحب ہیں جو وہاں حدیث کا درس دیتے ہیں، وہ بھی ہمراہ آئے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس ملک کے دو سالہ قیام میں پہلی بار تبلیغ میں نکلے ہیں، تین چار حافظ قرآن اور چند قاری اس اجتماع میں تھے جس میں سے اکثر وہ لوگ تھے، جو دین کے لئے بے چین نظر آتے تھے بریڈ فورڈ والوں نے بتایا کہ انگریزوں نے اسکول میں ۶۷ء ۶۶ء سے اردو میں پڑھائی شروع کردی ہے تاکہ مسلمان بچوں کو عیسائیت زیادہ سمجھ میں آئے وہاں گلاسکو میں اور لیڈس میں مسلمانوں نے مسجدوں میں بچوں کے لئے مدرسے کھولے ہیں، اس اجتماع میں تقریریں بہت پرجوش ہوئیں، اور اس کے بعد تین تین چلوں کی مانگ ہوئی یہ تین چلے میوات میں لگانے کے لئے لندن میں مانگے جارہے ہیں، ہم نے علیگڈھ یونیورسٹی کے لئے بھی فرمائش کی، یہ تین چلے یہاں کے لئے بھی عجیب معلوم ہورہے تھے، کئی ہزار کے خرچ کا سوال تھا، لیکن اللہ تعالیٰ جس سے چاہے اپنے دین کا کام لے لے،

چھ ہزار میل دور جگہ کے لئے انگلستان کے ایمان سوز ماحول میں، چار ماہ کے چلے کے لئے یہ نام آئے ہیں۔

ابراہیم نسیم اللہ، رشید عالم (لندن)، محمد عظیم (مانچسٹر)، غلام حسین (بریڈ فورڈ) محمد اسحاق (گلاسکو)، نیاز محمد، دیوان جی (لندن)، زمان الحق (لیڈس)، کے ہیں باقی حضرات ایک ایک ہفتہ اور تین تین دن کے لئے بہت سے تیار ہوئے عشاء کے بعد حکایات صحابہؓ ہوئی اور لوگ سو گئے، فجر کے بعد نمبروں پر باتیں ہوئیں۔ پھر سو گئے (یہاں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے)، ناشتہ ہوا، گشت ہوئے ظہر اور عصر تک بات ہوئی برٹش گیانہ کے لوگ انگلش میں تقریریں کرتے رہے جنوبی امریکہ کے ایک صاحب تھے انہوں نے انگریزی میں چھ نمبر سمجھائے مزید نام اللہ کی راہ میں نکلنے کو آئے، شام کو لیڈس کی جماعت روانہ ہوگئی

صبح بریڈ فورڈ کے لئے چل دیئے، برٹش گیانہ والے چل دئے لندن اور برمنگھم والے ۲۶ر اگست پیر کے دن کو ڈینیڑی میں لگانے چلے گئے لوگ روانہ ہوتے وقت گلے مل مل کر روانہ ہو رہے تھے، واقعی دیکھنے کے قابل منظر تھا اس عالمی کام کرنے کا مصمم ارادہ دل میں اور دعائیں لب پر ہیں، لوگ بذریعہ کار، ٹرین واپس ہوئے ان کا وقت ڈینیڑی میں گشت کرنے میں لگا اور چھ بجے وہاں سے روانہ ہوئے، احباب نے مجھے ہارینڈن اتار دیا، مانچسٹر سے ہاریندن کا کرایہ تین روپے کی بجائے صرف ساڑھے تین شلنگ یعنی قریب ڈھائی روپیہ کے دینے پڑے یہ باتیں واقعی عجیب وغریب تھیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بڑا کام ہدایت کا لینے والا ہے

کاش اب بھی ہم سوئے ہوئے مسلمانوں کو کچھ ہوش آجائے کاش اب بھی ہماری زندگی دین حق پر آجائے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس محنت کو کرتے ہیں، ہم بدعملوں کو اللہ تعالےٰ ان کے طفیل سے نجات عطا فرمائے، آمین

فقط والسلام

خادم رفیق احمد، بقلم مشتاق احمد

جاپان میں اشاعت اسلام

جناب عبدالرشید ارشد صاحب اپنی کالج کی تعلیم کے دوران میں تبلیغی کام سے وابستہ ہوئے اور حضرت مولٰنا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضر رہے متعدد اسفار اندرون ملک کئے تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز رہے، اسی دوران جاپان میں کسی تربیتی کورس کے سلسلہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ تشریف لے گئے، جاپان میں تبلیغی کام کا وسیع تجربہ ہوا ۱۹۶۲ء میں حکومت سعودیہ عربیہ کی دعوت پر ٹیلیگراف کے محکمہ میں فائز رہے موصوف نے جاپانی زبان میں قرآن پاک کے ترجمہ کو حاجی محمد عمر میتا صاحب کی مدد سے پورا کردیا، اسی سلسلہ میں گذشتہ سال مدینہ منورہ میں مشورہ تھا ۱۵ شعبان کو

روزہ رکھ کر اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں بس کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے،

انا للہ وانا الیہ راجعون

مکتوب جناب ارشد صاحب:۔

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ

......کے ہوائی اڈہ پر جو آپ نے امر کیا تھا اس کے امتثال میں جاپان کے حالات ارسال خدمت ہیں، امریکہ کے حالات آئندہ کبھی لکھوں گا، انشاءاللہ

جاپان کی مذہبیت

گزشتہ جنگ عظیم سے پہلے جاپان میں خاص مذہب کی پابندی تھی وہاں کے قابل ذکر مذاہب دو ہیں بدھ مت، شنٹو ازم، اسلاف پرستی ان دونوں مذہبوں کا بنیادی نظریہ ہے بادشاہ کا شجرۂ نسب سورج دیوتا سے ملایا جاتا ہے اور اس کی اس کے آباؤ اجداد کی تعظیم و تقدیس ہر جاپانی کے مذہبی فرائض میں داخل ہے بادشاہ کے حکم سے جنگ ان کے نزدیک ویسا ہی مقدس فعل ہے جیسا کہ اسلام میں دین کے لئے جہاد، گزشتہ جنگ عظیم میں جاپانی فوجیں ملک سے باہر جانے سے پہلے مندروں میں حاضری دیتیں اور واپسی پر اپنے دیوتاؤں کو خراج عقیدت پیش کرتیں،

ان کے مذہبی اور سیاسی لیڈروں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس جنگ میں ان کے دیوتاؤں کی رضا ہے اس لئے فتح ان کی ہوگی لیکن جب جنگ میں شکست ہوئی تو مذہبی عقائد میں ایک عمومی تنزل رونما ہوا اور وہاں ایک مذہبی بحران اور ذہنی خلا کی صورت پیدا ہو گئی یورپ اور امریکہ کی مسیحی حکومتیں (جو مسیحیت کی تبلیغ کو سیکولرازم کے خلاف نہیں سمجھتیں: اس حقیقت کو بھانپ گئیں اور ادھر تو امریکی فوجوں نے جاپان کی سرزمین میں قدم رکھا اور ادھر تقریباً ہر مغربی ملک سے عیسائی مشنریوں کی فوج اس ملک میں

داخل ہوئی جگہ جگہ گرجوں کی تعمیر ہوئی مشن اسکولوں کا جال بچھایا گیا اور مسیحیت کی اشاعت کے لئے تمام حربے استعمال کئے گئے جوان کے اسلحہ خانہ میں تھے جنرل آئزن ہاور نے اپنی ایک ریڈیائی تقریر میں یہاں تک کہدیا تھا:۔

"جاپان کا ایک مسیحی ملک بن جانا چند سالوں کی بات ہے"

لیکن وثوق کے ساتھ کہا سکتا ہے کہ جنرل آئزن ہاور کی پیشین گوئی غلط نکلی اور عیسائی مشنریوں کو وہ کامیابی حاصل نہ ہوئی، جس کی انہیں توقع تھی، جاپان کی عیسائی آبادی ایک فیصدی سے بہت کم ہے اس کی ایک وجہ تو موجودہ عیسائی مذہب کا جاپان کی عقل سلیم کے لئے قابل قبول نہ ہونا اور دوسری وجہ سیاسی ہے یہ عیسائی مذہب رکھنے والے جنگ میں جاپان کے دشمن اور حریف رہے ہیں، بلکہ تاریخ انسانی میں سب سے پہلا ایٹم بم جاپان میں پڑا اور یہ اسی مذہب والوں کے ہاتھوں ہوا، جاپانی ذہنیت بھلا اسے کیسے فراموش کر سکتی تھی غالباً یہی وجہ جاپان میں روس کی اشتراکیت کے غیر مقبول ہونے کی ہے۔

عیسائیت اور اشتراکیت کے بعد اب اسلام ہی ایک ایسا مذہب رہ جاتا ہے جو جاپان کے ذہنی خلا کو پُر کر سکتا ہے، اور اسی وجہ سے وہاں اس کا استقبال ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روحیں اس کے لئے پیاسی اور قلوب اس کے لئے منتظر ہیں، بعض مرتبہ تو حیرت ہوتی تھی کہ اتنی سی بات کہی گئی، اور سننے والے فوراً اسلام لے آئے،

جاپان میں تبلیغ اسلام

ایک مرتبہ ہم ٹوکیو (جاپان کے دار السلطنت) کی جامع مسجد سے نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک فلاسفر قسم کا جاپانی مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہے دریافت کرنے پر اس نے بتلایا کہ وہ آرٹسٹ ہے اور اخبارات میں تصویروں پر اس کی تنقید کی بہت قدر ہے اس نے کہا کہ میں نے روسی زبان میں ایک ناول پڑا ہے، جس میں ایک مسلمان کا کیرکٹر تھا وہ موت سے قطعاً

نہیں ڈرتا تھا اور سخت سے سخت خطرہ میں کود پڑتا تھا، کسی دوست نے بتلایا کہ ٹوکیو میں اس جگہ مسلمانوں کا معبد ہے اور وہ ہر جمعہ کو وہاں جمع ہوتے ہیں اسی لئے وہ یہاں آیا ہے. کہ مسلمانوں سے اسلام کو سمجھے،

ہم اسے اپنے ساتھ اپنی جائے قیام پر لے آئے چائے وغیرہ سے تواضع کی میرے دل میں اللہ نے ڈالا اور اپنے ترجمان الحاج عمر میتّا کے ذریعہ اس سے کہا کہ اسلام کلمہ پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے، اس سے پہلے نہیں، اتنی سی بات پر وہ فوراً مسلمان ہونے کے لئے تیار ہوگیا، حاجی عمر میتّا نے اسے مسلمان کیا عصر کی نماز اس نے ہمارے ساتھ پڑھی۔

ایک مرتبہ ایک نومسلم جاپانی اپنے ایک غیر مسلم دوست کو ساتھ لایا جو ہمارے وارڈ کی سوشلسٹ پارٹی کا سیکرٹری تھا، آتے ہی اس نے سوال کیا "اسلام سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش کے متعلق کیا کہتا ہے"؟ میں نے کہا:۔

"اسلام میں معاشرہ کی بنیاد حقوق پر نہیں فرائض پر ہے، سرمایہ دار کے حقوق کو اسلام مزدور کا دین بتاتا ہے، اور مزدور کے جائز حقوق کو سرمایہ دار کے فرائض میں شامل کرتا ہے، اس لئے صحیح اسلامی معاشرہ میں طبقاتی کشمکش ناممکن ہے[۱]"

بزرگوں سے سنی ہوئی یہ بات اس کے دل میں گھر کر گئی اور وہ فوراً مسلمان ہوگیا

ایک مرتبہ ایک نومسلم مصر ہوا کہ جماعت میرے گھر آئے اور میری دو لڑکیوں کو اسلام کی دعوت دے جو یونیورسٹی میں ایم اے میں پڑھتی ہیں اور انگریزی ادب ان کا مضمون ہے، اس کے اصرار پر ہم اس کے گھر گئے، لڑکیوں سے بات کی لیکن گھر کا ماحول اس قدر دعوت کے لئے مناسب نہ

[۱] واضح رہے کہ یہ ملفوظ حضرت جی رح کا ہے

تھا بات چل نہ سکی، ہم نے باہم مشورہ کر کے انہیں اپنے یہاں کھانے پر بلایا اس دوران میں کسی معاند نے ان کے ذہن کو مسموم کرنے کی کوشش کی اور بتلایا، کہ اسلام میں عورتوں پر ظلم ہوتا ہے، انہیں گھر میں مقید رہنا پڑتا ہے، اور زندگی کے مزے جو مردوں کو حاصل ہیں، عورتیں اس سے محروم ہیں،

دعوت کے روز یہ دونوں بہنیں ہمارے گھر میں داخل ہوتے ہی بولیں ہم کھانا بعد میں کھائیں گے پہلے ہم کو بتلایا جائے کہ اسلام مرد اور عورت کی مساوات کے لئے کیا کہتا ہے،؟ میں نے کہا تم چاہو تو اس کا جواب براہِ راست اللہ کی کتاب میں دیکھ لو کہنے لگیں بہت اچھا، میں نے پکھتال کا گلوریس قرآن (انگریزی ترجمہ جو بغیر متن کے ہے) سے مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ ان کے سامنے نکال کر رکھ دیا،

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا :-

بلاشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں، اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شہوت کی حفاظت کرنے والے مرد اور شہوت کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو یاد کرنیوالی عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے معافی اور بہت بڑا ثواب رکھا ہے۔

اور کہا:۔ دیکھو! اسلام بڑی سے بڑی کامیابی میں بھی مرد اور عورت میں ذرا

بھی امتیاز نہیں کرتا۔ اگر مرد جنت الفردوس میں داخل ہو سکتا ہے تو خدا کی قسم ایک عورت بھی وہاں پہنچ سکتی ہے، یہ سن کر دہ کہنے لگیں ہمیں آپس میں مشورہ کرنے دو، کمرے کے ایک کونے میں ان دونوں لڑکیوں نے چند منٹ کے لئے کانا پھوسی کرنے کے بعد یک زبان ہو کر کہا، ہمیں ابھی مسلمان کر لو، ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے

ان واقعات سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اسلام کے لئے جاپان میں استقبال کیسا ہے، ان سب کے باوجود کہ عیسائی مشنریوں نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام پر نام نہاد کتابیں لکھیں جن کو ملک بھر میں پھیلا رکھا ہے، جن میں اسلام کی بہت گھناؤنی تصویر ہے۔

ایک دفعہ ایک سفر میں ریل میں میرا ایک جاپانی ہمسفر ایک کتاب پڑھ رہا تھا آغاز گفتگو کے لئے میں نے اس سے کہا، کیوں جی! اسلام پر بھی آپ نے کوئی کتاب پڑھی ہے؟" کہنے لگا جی ہاں! ایک بہت بڑی کتاب" میں نے پوچھا بھلا کونسی؟ نہایت سنجیدگی سے جواب دیا الف لیلے"

اسلام تبلیغی جماعتوں سے پہلے ہی جاپان میں داخل ہو چکا تھا ترکی انقلاب کے بعد ایک ترک بزرگ شیخ ابراہیم وشاد مہاجر الی اللہ ہو کر جاپان میں آئے یہاں انہوں نے حق کی صدا لگائی ایک مختصر جماعت ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی، شیخ ابراہیم کی وفات ٹوکیو میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے، دوسری صورت جاپان میں اسلام کے آنے کی یہ ہوئی کہ چین، ملایا انڈونیشیا، برما کے علاقوں پر جاپانی تسلط کے درمیان بعض سعید روح والے جاپانی نیک لوگوں نے مسلمانوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا، حاجی عمر میتا صاحب جو اس وقت جاپان میں تبلیغ کے روح رواں ہیں انہی نے حکایات صحابہ کا ترجمہ جاپانی زبان میں چھاپا ہے، اس کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور آج کل قرآن شریف کا ترجمہ جاپانی زبان میں کر رہے ہیں،

حاجی عمر میتا رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عمر میتا اسلام لانے کا اپنا قصہ یوں سناتے ہیں :-

"یونیورسٹی سے معاشیات کی ڈگری لینے کے بعد میں منچورین ریلوے میں ملازم ہوگیا، منچوریا اس وقت جاپان کے قبضہ میں تھا، وہاں جب میں اپنی ملازمت کی میعاد ختم کرچکا تب پاپیادہ اندرونِ چین کی سیاحت پر روانہ ہوا، میرے پاس قدیم جاپانی طبابت کا فن تھا، سیاحت کے دوران میرا گزر ایک گاؤں میں ہوا، جس میں اکثر مسلمان تھے اسی گاؤں کی مسجد کے امام صاحب بیمار تھے، جب لوگوں کو پتہ چلا کہ میں علاج کرنا جانتا ہوں۔ تو انہوں نے امام صاحب کے علاج کرنے کی درخواست کی، میں نے علاج شروع کیا، اس دوران میں انہوں نے مسجد کے ایک حجرے میں میرے قیام کا بندوبست کیا، میں چینی زبان جانتا تھا، چینی زبان میں اسلام پر کتابیں وہ مجھے دیا کرتے تھے، اور میں پڑھتا رہتا تھا، علاج نے طول کھینچا، اور مجھے اسلام اور مسلمانوں کا مطالعہ کرنے کا خوب موقعہ ملا، ایک تو غیر مسلم چینیوں کی بہ نسبت مسلمان چینیوں میں طہارت اور صفائی کا میں نے زیادہ اہتمام پایا، پھر ان کے اخلاق کو میں نے بہت بلند پایا، میں روزانہ پنج وقتہ نمازوں میں دیکھا کرتا تھا، جس سے میرا دل اسلام کی طرف کھینچنے لگا، چنانچہ جب امام صاحب شفایاب ہوئے تو میں پورے طور پر اسلام کا گھائل ہوچکا تھا اور پھر میں نے وہیں اسلام قبول کیا۔"

کام کا طریقہ

جاپان میں ہمیں کئی آدمی ملے جنہیں اس راہ سے اسلام نصیب ہوا، تبلیغی جماعتیں جاپان میں ۱۹۵۰ء سے جانا شروع ہوئیں جیسا کہ حضرتؒ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، تبلیغی جماعتوں کا ٹکنک مخصوص ہے، اس کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے اعمال کے

ساتھ محبوبیت خداوندی کے وعدے ہیں اور جس کے ساتھ اللہ محبت کریں انسانوں کے قلوب اس کی طرف جھکا دیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے چھ بڑے اعمال جنہیں تبلیغ میں خصوصی اہمیت دی جاتی ہے، اور جو تبلیغ کے چھ نمبر کہلاتے ہیں، تبلیغی جماعت ایک سیار معاشرہ ہے جس میں ان اعمال کی مشق ہوتی ہے۔ اگر تبلیغی جماعت صحیح اصولوں پر چل رہی ہو تو اس سے متاثر ہونا یقینی ہے، اور یہ سب نسبت محمدی کی کاریگری ہے، اس ٹکینک سے ہزاروں کی اصلاح ہو چکی ہے

غیر مسلم ممالک میں بھی جماعتیں اسی ٹکنیک سے کام لیتی ہیں جاپان میں ہر ماہ تین روز کی جماعت نکالنا ہمارا معمول تھا، تاریخوں کا ایک ماہ پہلے سے اعلان ہو جاتا تھا تو مسلمین اور غیر مسلمین میں جماعت کے ساتھ نکلنے کی دعوت چلتی رہتی تھی، ان سفروں میں شریک ہونے والے مسلمان جب گھروں کو لوٹتے تھے تو ایمان میں قوت اور اعمال میں پختگی کے ساتھ لوٹتے اور غیر مسلم تو مجھے بہت کم یاد ہیں، جو جماعت میں نکلے ہوں، اور پھر بغیر کلمہ پڑھے واپس ہوئے ہوں۔

ایلنجی بدھ مندر

ایلنجی ایک بدھ مندر ہے جو ٹوکیو سے تقریباً سو کلومیٹر جنوب میں ماناشی ضلع میں واقع ہے۔ یہ ضلع ماؤنٹ فجی (مشہور پہاڑ) اور انگوروں کے باغوں کے لئے مشہور ہے، جولائی سنہ ۱۹۶۰ء میں جماعت ایلنجی کی طرف نکالی گئی اس کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ اس ضلع (یری فیکچر) کے دو طالب علم جماعت کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے بعد پاکستان گئے ہوئے تھے، جہاں وہ جماعتوں کے ساتھ تربیت حاصل کر رہے تھے وہ اپنے پری فیکچر کے اخبار کو تبلیغی اسفار کے حالات اور واقعات لکھتے تھے جو انہیں سلسلہ وار چھاپتا تھا، ان مضامین میں ہماری جماعت کا بھی ذکر تھا ایک روز ہمیں پری فکچر کے ایک بڑے قصبہ اتران کے میئر کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ لوگ ایلنجی میں تشریف لائیں یہاں کے لوگ آپ

لوگوں سے ملاقات کرنے کے مشتاق ہیں ہم نے اس دعوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ماہ کا سفر ایلنجی کی طرف طے کیا جماعت میں بیس کے قریب مسلم اور غیر مسلم جاپانی شریک تھے، شہر کے عمائدین نے اتران ریلوے اسٹیشن پر جماعت کا خیر مقدم کیا اور پھر جلوس کی شکل میں لے جا کر ہمیں ایلنجی مندر میں اتارا، یہ مندر قدیم جاپانی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپانیوں نے اس کی تعمیر میں اپنا دل نکال کر لگا دیا ہے وہاں ایک موٹا لمبا رسہ عورتوں کے بالوں کا بنا ہوا رکھا، دیکھا اس رسہ سے مندر کے شہتیروں کے حمل ونقل کا کام لیا گیا تھا نچلی منزل میں جگہ جگہ بت استادہ تھے۔ مندر کا مہا پروہت جسے یہاں کی زبان میں بوساں کہتے ہیں، ان بتوں کی زیارت کراتے وقت دیوتاؤں کی تاریخ کرتا اور ہم اس کے جواب میں

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط

بلاشبہ تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہیں،

پڑھتے تھے جماعت کے لئے اوپر کی منزل میں ایک بڑے ہال میں قیام تجویز ہوا، ظہر کی نماز کا وقت آچکا تھا، زور سے اذان دی گئی، جس سے مندر کے در و دیوار گونج گئے، جو معلوم نہیں کب سے اس راہ کے لئے ترس رہے تھے، مندر کے احاطہ میں صاف شفاف قدرتی چشمہ تھا، جس میں سب نے وضو کیا، جماعت کی نماز میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہوئے ہر نماز میں یہی صورت رہی، اذان و نماز تبلیغی کام کا سب سے اہم جزو ہے، اکثر قلوب اس آواز اور اس منظر کو دیکھ کر اسلام کے آگے جھکے، نماز کے بعد تبلیغی کام کا پروگرام شروع ہوا، تعلیم کا حلقہ ہوا جس میں فضائل کی کتابوں سے احادیث پڑھی جاتی تھیں ان کا مذاکرہ ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات بیان ہوتے، ان ہی حلقوں میں غیر مسلم سامعین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے جاتے، ایک سوال جو اکثر پوچھا جاتا "آپ لوگ بتاتے

ہیں اسلام قوموں کو بلند کرتا ہے۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہم کسی مسلم ملک کو غیر مسلم ملک سے بلند نہیں پاتے؟ بلکہ ہر لحاظ سے ان پر غیر مسلم ممالک فوقیت رکھتے ہیں۔" اس کا کیا جواب ہے؟

اس سوال سے دلوں پر جو گذرتی ہے ظاہر ہے، کہ ہائے آج مسلمان اسلام کی خدمت تو کیا کرتا وہ تو اسلام اور غیر مسلموں کے درمیان حجاب بن کر رہ گیا ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے،

"دوستو! اسلام ملک کا نام نہیں ہے، اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی صفات اور تعلیمات کا نام ہے، آج مسلم ممالک کے ادبار کی وجہ اسلام نہیں ہے بلکہ ان صفات کا فقدان ہے، ہم تمہیں آج کل کے مسلم ممالک کے مسلمانوں جیسا بننے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ ہماری دعوت تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا بننے کی ہے، جنہوں نے ان صفات کو اپنایا تھا، اور انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ کبھی اتنے کم انسانوں نے اتنے کم وسائل کے ساتھ اتنے کم عرصہ میں وہ ترقی کی ہو جو انہیں نصیب ہوئی، الحمدللہ عموماً اس جواب سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سننے کا ان کے دل میں شوق بڑھتا ہے غالباً اسی وجہ سے حاجی عمر میتا نے حکایاتِ صحابہ کے انگریزی زبان کے مسودہ کو نہایت قلیل عرصہ میں جاپانی زبان میں منتقل کیا اور ہمارے قیام کے دوران تو یونیورسٹی نے اسے بہت دیدہ زیب کتاب کی صورت میں "صحابہ مونو گتولی" کے نام سے چھاپا، اور ملک بھر میں یہ کتاب پھیلائی گئی اور سنتے ہیں بہت مؤثر ثابت ہوئی،

سیلتو صاحب کا اسلام

ان مجالس میں ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے، تین روز ہمارا قیام رہا، اور آخری دن چھ جاپانی مسلمان ہوئے، تقریباً سب کا تعلق سوسائٹی کے اونچے طبقہ کے ساتھ تھا، نکومورا صاحب جن کی دو صاحبزادیوں کا قصہ میں اوپر نقل کر آیا ہوں

اسی مندر میں مسلمان ہوئے تھے، ٹوکیو سے آنے والے احمد زکی جو وہاں سعودی سفارت خانے کے سیکریٹری تھے، اور ایک عرب تاجر محمد امین مکی بھی ہمارے ساتھ تھے، ان کے لئے یہ بات بڑی عجیب تھی کہ جاپانی لوگ اپنے مندر میں اپنے بتوں کے سامنے کلمۂ توحید پڑھیں اور اسلام میں داخل ہوں چنانچہ جب ٹوکیو واپس ہوئے تو چند روز کے بعد سعودی عرب کی حکومت کے وزیر نشر و اشاعت شیخ عبداللہ بالخیر سرکاری دورہ پر ٹوکیو تشریف لائے احمد زکی صاحب نے ان سے ایلچی کے حالات بیان کئے، انہیں بہت حیرت ہوئی ہم سے اور نومسلم جاپانیوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی جمعہ کی نماز کے بعد ملاقات طے ہوئی جب وہ جمعہ میں تشریف لائے، تو نماز پڑھنے والوں میں جاپانی مسلمانوں کی اکثریت اور بعض کے چہروں پر داڑھی اور پیشانی پر سجدوں کے نشانات دیکھ کر بے اختیار رو پڑے، اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، فرمانے لگے، اب مجھے اس آیت کی حقیقت سمجھ میں آئی ہے:-

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ

اگر تم نے اعراض کیا تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو دیدیجائیگی اور وہ پھر تمہاری طرح نہ ہونگے

ہم عرب، دین کی خدمت سے قاصر رہے تو اللہ پاک نئی نئی قوموں سے اپنے دین کا کام لے رہا ہے، فرمانے لگے اب میرا دل بھر آیا مجھ سے بات نہ ہو سکے گی، میں عشاء میں پھر آؤں گا، اور ان جاپانی نومسلموں سے گفتگو کروں گا، مسجد کی کنجی ہمارے پاس ہی رہا کرتی تھی، عشاء کے وقت ہم نے مسجد کا دروازہ کھولا اور اذان دی، چند جاپانی دوستوں کو بلایا تھا شیخ بھی ہمارے ساتھ تشریف لائے، نماز کے بعد حلقہ میں بیٹھ گئے، اور ایک ایک سے انہوں نے پوچھا تم کیسے مسلمان ہوئے؟ اکثر نے جماعت کے ماحول کی وجہ بتلائی، عبدالکریم سیتو صاحب جو آج کل جاپانی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر ہیں، اور کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں جاپانی مسلمانوں کی نمائندگی کر چکے ہیں، ان کی گفتگو قابلِ ذکر ہے

شیخ :- آپ کیسے مسلمان ہوئے ؟

سیتو صاحب :- حضرت میں دس برس تک ایک مسلم ملک میں جاپانی سفارت خانے میں رہا وہاں کے مسلمانوں سے میں ذرا بھی متاثر نہ ہوا بلکہ ان کی معاشرت اور ان کے معاملات سے میرے دل میں اسلام سے بُعد ہی رہا لیکن جب تبلیغی جماعت کے ساتھ میں نے ادساکا تک سفر کیا، ادساکا ریلوے اسٹیشن پر جب انہوں نے نماز پڑھی تو میرا دل مکمل طور پر اسلام کی طرف کھنچنے لگا، اور اسی وقت میں مسلمان ہو گیا

شیخ :- کیا تمہاری بیوی مسلمان ہے ؟

سیتو صاحب :- افسوس کہ نہیں !

شیخ : کیا تم نے کبھی اس کو مسلمان ہونے کی دعوت دی ؟

سیتو صاحب ضرور دی ہے لیکن وہ میرے ساتھ میں رہ چکی ہے، میری دعوت کے جواب میں کہنے لگی ، میں دیکھ چکی ہوں، کہ مسلمان کیسے ہوتے ہیں کاش میری بیوی وہ مسلمان نہ دیکھتی تو آسانی سے مسلمان ہو جاتی اس کے بعد سیتو صاحب نے فارسی کا یہ جملہ کہا :-

در اسلام ، ہیچ عیب نیست :: ہمہ عیب در مسلمانی ما است

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس واقعہ سے چند ماہ بعد سیتو صاحب کی بیوی ، دو لڑکیاں ، دو لڑکے ، یعنی پورا خاندان مسلمان ہو گیا ، پچھلے سال سیتو صاحب کی بیوی نے وفات پائی ہے ، اسکی لاش سب سے پہلے منجوابن کے مندر کی زمین میں دفن ہوئی جو مسلمانوں نے اپنے قبرستان کے لئے حاصل کی تھی ، اللہ تعالٰے اس خاتون کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین ، سیتو صاحب نے اپنے بڑے لڑکے سعید سیتو کو ٹوکیو کے ایک کالج سے الگ کر کے دینی تعلیم کے لئے مدینہ منورہ بھیجدیا ہے ، اور وہ آج کل وہیں تعلیم پا رہے ہیں ، ماشاء اللہ ،

منجو ابن مندر

اس کا قصہ بھی سن لیجئے، میں عرض کر چکا ہوں، کہ انجمن کے قیام میں چند بوسان بھی شریک تھے ان میں منجو ابن کا بوسان بھی تھا، رماما ناشی، پوری فیچر کے پہاڑ پر ایک خانقاہ ہے ہم ایک سفر سے لوٹے تو اس بوسان کا خط حاجی عمر میتاگے نام آیا جس میں اگلے ماہ (اگست) میں جماعت کو منجو ابن آنے کی دعوت تھی ہم نے دعوت قبول کر لی اور اگست میں تین دن کا سفر منجو ابن کے لئے قرار پاگیا، اس مرتبہ بھی کوئی بیس کے قریب مسلم غیر مسلم افراد شامل تھے، بوسان صاحب نے ریلوے اسٹیشن پر جماعت کا استقبال کیا، اور پھر جماعت موٹروں میں منجو ابن کی طرف روانہ ہوئی، راہ میں دونوں طرف انگوروں کے باغات تھے جو میلوں تک پھیلے ہوئے تھے، پہاڑ کے دامن میں موٹریں رکیں جہاں بوسان کے معتقدین نے جماعت کی چائے سے تواضع کی پھر پیدل پہاڑ پر چڑھنا ہوا، پہاڑ کے اوپر بوسان کی خانقاہ تھی، جو دو مندروں پر مشتمل تھی، ایک مندر بدھ مذہب کا اور دوسرا شنتو مذہب کا تھا اور بوسان صاحب دونوں مندروں کے مشترک پروہت تھے ہم نے شنتو مندر اپنے قیام کے لئے پسند کیا کیونکہ اس میں بت نہیں تھے،

خانقاہ بہت دل فریب قدرتی مناظر سے گھری ہوئی تھی، سامنے "جاپان ایلپا" پہاڑ کا سلسلہ تھا جو اگست کے مہینے میں بھی برف سے سفید تھا، شفاف تالابوں میں خوب صورت مچھلیاں، پھولوں سے لدے ہوئے درخت، چھوٹی چھوٹی آبشاریں دامن دل کو کھینچتی تھیں، حسب معمول اپنا پروگرام شروع کیا، بوسان اور ان کی بیگم نے بہت خاطر مدارات کی، دونوں نمازمیں ہمارے ساتھ برابر شریک ہوتے اور دوسرے پروگراموں میں بھی

"توتے" یہاں رسم چائے نوشی کی ایک مجلس ہوتی ہے، جو نہایت معزز مہمانوں کے احترام میں منعقد کی جاتی ہے، بوسان کی بیگم نے ہمارے احترام میں اس

تقریب کا اہتمام کیا جس کی تفصیل بذات خود ایک مضمون ہے، دوسرے روز تعلیم کے دوران بوڑھے بوسان نے حاجی عمر میستائی کے ذریعہ مسلمان ہونے کی خواہش کی یوں ایک مذہبی رہنما کا اپنے معبد کے اندر اسلام قبول کرنا یہ ہمارا پہلا تجربہ تھا، ہمارے امیر جماعت تو فوراً جائے نماز بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور مجھ سے فرمایا تم سنبھالو، ہمیں، اس کے اسلام لانے سے مسرت تھی، لیکن ڈر یہ تھا کہ کہیں اس کے معتقدین میں چہ میگوئیاں نہ ہوں اور ہمیں ناگوار حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے، اس لئے ہم چاہتے تھے، کہ تنہائی میں کلمہ پڑھادیں، میں نے بوسان کی درخواست پر کہا، کہ جب تمہیں توحید و رسالت پر یقین ہے تو تم مسلمان ہو ہی گئے باقی رسوم کسی اور وقت ادا ہو سکتی ہیں جلدی ہی کیا ہے؟

بوسان بولے دیکھو جی! پہلے میرا قصہ سُن لو، یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا قصہ سنایا "آج سے ٹھیک تین ماہ پیشتر ایک روح میرے پاس آئی اور اس نے مجھے خبر دی کہ تمہارے مندر میں ہمالیہ پہاڑ کے دیوتا آنے والے ہیں تم ان کا اکرام کرنا یہ دیکھو! میں نے ڈائری میں لکھ لیا ہے یہ تو میں جانتا تھا کہ ہمالیہ ہندوستان پاکستان کے شمال میں ہے، لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہاں کے دیوتا میرے مندر میں کیسے آئیں گے، پچھلے مہینہ میں نے سنا کہ پاکستان کے کچھ روحانی لوگ آئے ہیں، میں نے رختِ سفر باندھا اور وہاں حاضر ہوا، تم لوگوں کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ تم وہی دیوتا ہو جس کی خبر روح نے دی تھی، میں تمہاری گفتگو سے متاثر ہوا، اور میں جب یہاں اپنے مندر واپس آیا تو تین وقت کی نماز میں نے اسی طرح شروع کر دی، جس طرح تمہیں پڑھتے ہوئے دیکھا تھا اور واپس آنے کے بعد میں نے ایک دن بھی پوجا نہیں کی، پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ اس پہاڑ کی چوٹی پر میری نماز کی جگہ ہے جہاں میں نے کئی برس مراقبہ کیا ہے اس طویل عرصہ میں جو مکاشفات مجھ پر ہوئے ہیں وہ میں نے قلم بند کئے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے قلمی تحریروں کا ایک پلندہ وہ اٹھالایا اور ضیاء صاحب کے سامنے رکھ دیا ضیاء صاحب نے دیکھ کر بوسان کے علم وفضل کی تصدیق کی، اس کے بعد اس نے کہا "ان مکاشفات کے ساتھ مجھ سے خوارق عادات کا صدور بھی ہونے لگا ہے۔" اس کے اس جملہ پر ہمارے دوست پروفیسر عبداللہ درد جانیت جن کا خاص مشغلہ تھا، چونکے اور اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے "تو کیا آپ ہمیں کوئی خوارق عادات بتلا سکتے ہیں؟" بوسان نے کہا، ضرور، اچھا وہاں دیوار کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور منہ دیوار کی طرف کر لو اور دیکھو ذرا اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھنا، میں تمہیں اوندھے منہ گرا دوں گا، ہم شنتو مندر کے فرش پر بیٹھے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے پروفیسر صاحب دیوار کے پاس آکر کھڑے ہو گئے، بوسان بیس تیس فٹ کے فاصلے پر کھڑا رہا، اور ہوا میں ہاتھ سے اشارہ کیا اس کا یہ اشارہ کرنا تھا کہ پروفیسر صاحب دھم سے زمین پر آپڑے اور جاپانیوں نے تالیاں بجائیں، ایک نوجوان مسلم انجینئر اٹھا اور بوسان سے کہنے لگا "پروفیسر صاحب بوڑھے آدمی ہیں مجھے گرا دو تو جانیں"، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، یہ کرشمہ ہونے کے بعد بوسان نے تمام سامعین کے سامنے سنجیدگی کے ساتھ تقریر میں کہا:۔

"حضرات! یہ جو تم نے دیکھا ہے بالکل معمولی بات ہے، یہ زمین کی چیز ہے، اس میں ذرا بھی نورانیت نہیں ہے، لیکن جب یہ لوگ (ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، آسمانی کتاب پڑھتے ہیں، یا اپنے نبی کی کوئی بات فرماتے ہیں، تو مجھے اس میں نورانیت نظر آتی ہے اور میں فوراً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ چیز زمین کی نہیں ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی اُمی تھے کسی انسان سے انہوں نے کچھ نہیں سیکھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کلام دنیا کو دیا جس کے حرف حرف میں نورانیت ہے. میں سالہا سال کے بعد مجاہدات کے باوجود اپنی تحریروں میں یہ چیز پیدا نہیں کر سکا"

اسلام اپنی صداقت میں کسی بوسان کی شہادت کا محتاج نہیں ہے تاہم بوسان کی تقریر سے ایک سماں بندھ گیا، اور لوگوں پر اسلام کی فوقیت ثابت ہوگئی، ہم بھلا کب چاہتے تھے، کہ بوسان مسلمان نہ ہو لیکن احتیاط کا یہ تقاضا تھا کہ شہرت نہ ہو، بہر حال ہمارے ایک دوست نے تخلیہ میں بوسان اور اس کی بیگم کو کلمہ پڑھایا اللہ اللہ کرنا سکھایا، اسلام میں داخل ہونے کے بعد دونوں کے لئے ضروری ہوگیا کہ اپنی خانقاہ اور دونوں مندروں کو خیر باد کہدیں اس کے لئے وہ ابھی تیار نہ تھے بولے کہ ہمارا بیٹا بوست یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے جونہی وہ فارغ ہو جائے گا یہ خانقاہ ہم اس کے حوالے کردیں گے پھر جہاں تم کہو گے چلیں گے،

اگلے ماہ ہماری پاکستان واپسی ہوگئی لیکن حاجی عمر میستا صاحبؒ نے بوسان کے ساتھ خط وکتابت جاری رکھی، انہیں کی ترغیب سے انہوں نے اپنی خانقاہ کا ایک خوب صورت حصہ مسلمانوں کو قبرستان کے لئے دے دیا جس میں عبدالکریم صاحب کی مرحومہ بیوی کو دفن کیا گیا، میستا صاحب نے بتایا کہ دونوں میاں بیوی حج پر آنے کی خواہش رکھتے ہیں، اس مجلس میں چند مسیحی اور بدھسٹ مسلمان ہوئے، ان میں ایک ریٹائر فوجی میجر بھی تھا اس کا قصہ بھی عجیب تھا، وہ کہنے لگا میں کل نیچے پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں میں آیا تھا، کسی سے مل کر مجھے گھر لوٹنا تھا، لیکن جونہی میں نے واپسی کا ارادہ کیا میرے دل میں آواز آئی "مت جاؤ" یہ عجیب ماجرا پہلے میرے ساتھ کبھی پیش نہیں آیا تھا، میں نے رات گزارنے کا فیصلہ کرلیا، آج صبح گاؤں کے ٹاؤن ہال کے لاؤڈ اسپیکر پر بوسان کا اعلان سن کر اوپر چلا آیا یہاں کچھ وقت گذارنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے ہدایت نصیب کردی، اس کے بعد وہ غیر مسلم سامعین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا آخر وہ کونسی طاقت ہے جس نے پیچھے مجھے گاؤں میں روکا پھر یہاں پہونچا کر ہدایت عطا کی، کیا پھر تم اب بھی اس طاقت پر ایمان نہ لاؤ گے،

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ؕ

پس اب کس بات کے بعد ایمان لاؤ گے

امریکہ میں دعوت

فلنٹ
۲ ستمبر سنہ ۱۹۷۱ء

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالےٰ

مکرمی حاجی صاحب و دیگر حضرات السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے یہاں کے حالات کی تفصیل اس سے قبل لکھ چکا ہوں، اب مزید عرض ہے، ہماری جماعت دو تین حصوں میں تقسیم ہو کر امریکہ پہنچی، شروع میں دو حضرات پہنچے اس کے بعد چار اور بعد میں چار ۲۳ اگست تک نیویارک میں کام کیا نیویارک دنیا کے سب سے بڑے شہروں میں ہے اور امریکہ کا تو سب سے بڑا شہر ہے، کل اسّی لاکھ سے زیادہ آبادی ہے اور دنیا کی ہر قوم ونسل کے لوگ بڑی تعداد میں آباد ہیں، امریکہ میں آبادی کی تقسیم اس طرح سے ہو گئی ہے کہ بڑے شہروں میں سیاہ نسل کے لوگ جنکو "ایفرو امریکن" کہتے ہیں زیادہ ہیں، اس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں آنے والے لوگ آباد ہیں امریکن گورے شہروں کے باہر دیہات میں رہتے ہیں۔ یہاں دیہات اور شہروں میں سہولتوں کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں یہاں آکر یہ مشاہدہ ہوا کہ انسان نے چیزوں کے بنانے پر کتنی محنت کی ہے۔ اور اس محنت کے بقدر چیزیں عمدہ سے عمدہ بن گئی ہیں، اور چیزوں کی کثرت سے خوشحالی نہیں آتی، یہ یہیں معلوم ہوا چیزوں کی فراوانی اور مادی آسائشوں کی کثرت کے باوجود تنگی، غربت، جہالت، پریشانیاں موجود ہیں اور اس پر بد اخلاقیوں اور مجرمانہ حرکات مزید اضافہ ہیں، غرض الحمد للہ یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ ہم لوگ اپنے وطن میں چیزوں کی کمی کے باوجود بہت خوش اور بہت مطمئن ہیں، یہاں اطمینان، سکون، چین، مروت، محبت،

اخلاق، ہمدردی، غمگساری، ایثار، مسکراہٹ بالکل مفقود ہیں، اگر کچھ ہیں تو وہ سب بناوٹی ہیں انسان جب تک کار آمد ہے وہ بھی اپنے لیئے، جب تک وہ تندرست ہے اور کما سکتا ہے، اور جب وہ اس قابل نہیں رہتا تو اس کی کوئی قیمت نہیں، خاندانی زندگی کوئی چیز نہیں بچے ۱۳، ۱۴ سال تک ماں باپ کے ساتھ رہتے رہیں۔ اس کے بعد لڑکیاں اپنا ٹھکانا تلاش کرنے نکل جاتی ہیں۔ اور لڑکے اپنا ساتھی تلاش کرنے نکل جاتے ہیں، ماں باپ کتوں اور جانوروں سے دل بہلاتے ہیں اور اگر یہاں کے معیار کے مطابق پیسہ نہیں ہے تو خیراتی اداروں کی پناہ لیتے ہیں، یہ عام زندگی ہے، بیمار ہو جائے تو ہسپتال میں پڑے رہیں کوئی پرساں حال نہیں اور مر جائے تو کوئی رونے والا نہیں، عزیزوں کو خبر بھی مرنے کے ہفتوں بعد ہوتی ہے زندگی بڑی مشکل ہے بہت سخت ہے، اگر آٹھ گھنٹے روز جانفشانی سے کام نہیں کر سکتا تو سخت مصیبت میں مبتلا ہے کچھ دن انشورنس کھلائے گا، اس کے بعد خیراتی اداروں کے محتاج بن جائیں گے ظاہری چمک دمک ہے لیکن اندر بڑے مصائب ہیں زندگی بہت مہنگی ہے، بوڑھوں کے لئے اپاہجوں کی طرح الگ ہوسٹل بنا دئے گئے ہیں جہاں وہ خیراتی اداروں کے محتاج رہ کر عمر کے اخیر ایام گذارتے ہیں، سرمایہ دارانہ نظام پوری زندگی کو جکڑے ہوئے ہے عوام کو اپنا خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے، اور جو کچھ کماتے ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں واپس سرمایہ داروں کی جیب میں پہونچ جاتا ہے عام زندگی کی اشیا بھی بڑے سرمایہ دار ہی مہیا کرتے ہیں اور فروخت بھی خود ہی کرتے ہیں، چھوٹے دوکاندار بھی نہیں ہیں، دوکانوں پر ملازم ہی ہیں، کاریں بلاشبہ بہت سستی ہیں اور ہر شخص کو یہاں کے حالات کی بنا پر ضرور رکھنی پڑتی ہیں، پٹرول بہت سستا ہے ریل کا سفر بہت مہنگا ہے بہت کم لوگ ریل کا سفر کرتے ہیں، ریل کا سفر محض ایک تفریحی چیز ہے۔ دور دور تک لوگ اپنی کاروں پر جاتے ہیں، ریلیں بہت آرام دہ ہیں اس سے سستا سفر بسوں کا ہے، بسیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں اور بہت آرام دہ ہیں ہوائی جہاز کا سفر

بھی بہت سستا ہے اور ریل سے کچھ ہی زیادہ کرایا ہے ایک خوبی لوگوں میں یہ ہے کہ اشیا میں ملاوٹ نہیں ہے کھانے پینے کی چیزیں جو بھی ملتی ہیں وہ خالص ہیں، اور یہاں کی کمائی کے اعتبار سے بہت سستی ہیں گوشت ہر قسم کا ملتا ہے ذبیحہ نہیں ملتا، یہود، سوّر اور دوسرا گوشت نہیں کھاتے نہ سوّر کی چربی سے بنی ہوئی چیزیں کھاتے ہیں، اس لئے ان کے لئے ہر چیز الگ بنتی ہے ڈبل روٹی میں عام طور سے سوّر کی چربی یا دوسرے غیر ذبیحہ جانوروں کی چربی ڈالتے ہیں، لیکن یہود کے لئے خاص طور سے بغیر چربی کے چیزیں بنتی ہیں "کوشر" کہلاتی ہیں، یہود گوشت بھی اپنے ذبیحہ کا استعمال کرتے ہیں، وہ ذبیحہ مسلمانوں کی طرح ہی کرتے ہیں، سنا ہے، کہ علمائے نے اس گوشت کو جائز قرار دیا ہے، لیکن تحقیق نہیں ہے، یہاں پر جو ذرا احتیاط قسم کے مسلمان ہیں وہ "کوشر گوشت" کھاتے ہیں، جو غیر محتاط ہیں، وہ سب کچھ کھاتے ہیں، ہم لوگوں نے "کوشر گوشت" بھی نہیں کھایا، ترکاریاں کھاتے رہے، یا اگر موقع ملا، تو مرغیاں خود ذبح کرا کر کھائی گئیں دالیں، اور ترکاریاں سب قسم کی ملتی ہیں مصالحے سب ملتے ہیں، گھی نہیں ملتا، مکھن اور زیتون کے تیل اور دوسرے بعض تیل ملتے ہیں، اللہ کا فضل ہے، کہ کھانے کی تمام چیزیں خوب فراوانی سے میسر ہیں، ٹھنڈے گرم پانی کے نل، گیس اور بہت سستی بجلی، ٹیلیفون، عمدہ سڑکیں اور دوسری سہولتیں ہر شخص کو میسر ہیں، لیکن سکون غائب، دنیا کی چیزیں اللہ پاک نے ان لوگوں پر پھیلا دی ہیں، جس کو دیکھ کر قرآن پاک کی ان آیات پر یقین مضبوط ہوتا ہے

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ۝

اب ان لوگوں نے ان نعمتوں پر اترانا شروع کیا ہے، بس دعوت اگر چل جائے تو اللہ کی پکڑ ٹل سکتی ہے، اس لئے کہ اتنی نعمتوں کے بعد اللہ کی نافرمانی یقیناً ان لوگوں کے لئے قابل مواخذہ ہے کاش کوئی ان کو یہ سمجھا سکتا،

مشکل یہ ہے کہ مسلمان خود ان چیزوں سے ایسے مرعوب اور ان کی چمک دمک میں ایسے محو ہیں کہ اپنی اصل کو بھی بھلا دیا ہے حالانکہ قرآن پاک میں حکم ہے وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ط

یہاں کی زندگی کی ڈور یہود کے ہاتھ میں ہے سرمایہ، اخبارات، ریڈیو، ٹیلیویژن سب ان کے کنٹرول میں ہے اس لئے رائے عامہ کو ہموار کرسکتے ہیں ہر بڑے سے بڑا آدمی ان کا مطیع ہونے پر مجبور ہے امتیازی سلوک یہاں بھی زبردست ہے سیاہ فام باشندے شروع میں بحیثیت غلام کے لائے گئے، اور ان سے محنت کا کام لیا گیا، ان سے خوب ناجائز فائدے اٹھائے گئے، لیکن ان کو علم سے اور دوسری ترقیاتی چیزوں سے یکسر محروم رکھا گیا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے اچھوت جیسے یہ لوگ ہو گئے ہیں کوئی مذہب ان کو انصاف نہ دلا سکا غلامی تو قانوناً ختم ہو گئی اور دستور نے ان کو برابر کے حقوق دیدئے ہیں، لیکن عملاً زبردست امتیاز برتا جاتا ہے ان کے رہنے کے علاقے گندے۔ ان کو زبردست ذہنی پستی میں مبتلا کر دیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ پورے طور پر اس نظام سے عاجز ہیں اور ذہنی اور عملی طور سے باغی ہو رہے ہیں اسی لئے اسلام کی طرف رجحان ان لوگوں کا بہت سے اور بھی لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں، اس ذہنی ردعمل سے فائدہ اٹھا کر نسلی امتیاز کو بنیاد بنا کر عالیجاہ محمد نام کے ایک شخص نے ایک "سیاہ مسلم" تحریک چلا ڈالی ہے۔ شروع میں تو یہ شخص مصلح کی حیثیت رکھتا تھا پھر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اب خدا بنتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک، مشہور گھونسے باز محمد علی کلے اسی کا ماننے والا ہے۔ اس کے ماننے والوں کا بڑا حلقہ ہے اور یہ لوگ بڑے جنگجو اور فسادی قسم کے ہیں اس بہانے سے اس نے بڑی دولت جمع کر لی ہے اپنا ہوائی جہاز ہے، بڑا محل ہے اور سب سے الگ رہتا ہے، میلکم ایکس ایک بڑا عادی جرائم پیشہ شخص اس کا پیرو بنا اس نے لاکھوں لوگوں کو "بلیک مسلم" بنایا

وہ کچھ عرصہ مصر اور اس کے بعد حجاز رہا تو اسکو اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اس کے بعد وہ پکا سنّی مسلمان بن گیا، اور اس نے عالیجاہ کے خلاف کتاب لکھی اور بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا، اس کے بعد اس کو عالیجاہ کے لوگوں نے گولی مار کر شہید کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اس وقت نئے لوگ عالیجاہ سے کم وابستہ ہو رہے ہیں اور بہت سے اس کے معتقدین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، اس کے دو لڑکے بھی سنّی مسلمان ہو گئے ہیں کالوں کے علاوہ گوروں میں بھی یہاں کی ترقیات سے اکتاہٹ اور بیزاری ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ نئی کونسل کے لوگ ہر قسم کے سماجی بندھنوں سے آزاد رہنا چاہتے ہیں، اور یہ اپنی ذہنی کش مکش کا حل لامذہبی کے مذہب میں داخل ہو کر کرنا چاہتے ہیں، جہاں ان کو افیون، چرس، باجے اور دوسری قسم کی آزادیاں میسر آتی ہیں، چنانچہ ان لوگوں کو خوب بیوقوف بنایا جا رہا ہے، اندازہ یہ ہوا کہ عام طور پر امریکہ کے لوگ ذہین نہیں ہیں اور ذہنی سطح بہت معمولی ہے، ہر نئی چیز پر دوڑتے ہیں، عیش و آرام کے نقشے چھوڑ کر آوارہ گردی اور ہر قسم کی بے راہ روی اختیار کر رہے ہیں، ہمارے لیے یہ درس عبرت ہے کہ ہم دعوت رکھتے ہوئے آرام سے سو رہے ہیں، گورے نوجوان بڑی تعداد میں ہپی بن رہے ہیں اور اپنے راحت کدوں کو چھوڑ کر در در کی خاک چھاننے میں سکون تلاش کر رہے ہیں عجیب ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں یہ بہترین وقت دعوت کے کام کرنے کا ہے

ہر شخص جو کماتا ہے اس کا بڑا حصہ ٹیکسوں اور انشورنسوں میں نکل جاتا ہے ہر شخص کو اپنی آمدنی کا ایک حصہ انشورنس میں دینا پڑتا ہے، انشورنس کمپنیاں سرمایہ داروں کی ہیں، کارسرمایہ دار بناتا ہے وہ اس کو بیچتا ہے پھر اس کا انشورنس کراتا ہے، اور جتنی سستی بظاہر کار ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ وہ

انشورنس کی شکل میں لے لیتا ہے، دیکھنے میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی حادثہ ہوگیا تو انشورنس سے روپیہ ملے گا۔ حالانکہ وہ روپیہ اپنا ہی دیا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح علاج کے لئے ہر ماہ کچھ روپیہ انشورنس کا کٹتا ہے، وہ ایسی سرمایہ دار بناتا ہے اور اپنا سرمایہ چھپانے کے لئے ہسپتال بھی خود ہی کھولتا ہے اور جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کا علاج انشورنس کی رقم سے ہوتا ہے، پندرہ روز تک علاج انشورنس سے ہوتا ہے، اس کے بعد سودی قرض خود ہی دیتے ہیں اس طرح روپیہ گھوم پھر کر وہیں آجاتا ہے، دوائیں بیحد مہنگی ہیں، خیراتی ادارے غریبوں کا علاج کرتے ہیں، ان اداروں کا اصل مقصد اپنی دولت کو چھپانا ہوتا ہے ایک بچے

کی پیدائش پر عموماً ایک ہزار ڈالر خرچ ہوتے ہیں اور یہی موت کا حال ہے ایک ہزار ڈالر موت پر خرچ ہوتے ہیں

ناجائز بچوں کی پرورش اور ان کی افزائش کا سرکاری اہتمام سے انتظام ہوتا ہے ایسے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بچے ہسپتال میں پیدا ہوتے ہیں، مہینوں تک ماں باپ بچوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے

چوری، رہزنی، ڈکیتی، اور قتل دن دھاڑے ہوتے ہیں، عریانی، فحاشی، بدکاری شراب خوری، شود، سودخوری اور ہر قسم کی بے حیائیاں بدترین شکل میں عام زندگی کا جزو ہیں گناہ کا تصور ہی نہیں آخرت تو کوئی چیز ہی نہیں برسر عام وہ حرکات کرتے ہیں جو ہمارے یہاں جانور بھی نہ کرتے ہوں گے، اخلاق اللہ کا ڈر یا مخلوق کا ڈر کچھ بھی نہیں ہے، اخلاقی گراوٹ کے سب سے پست مقامات پر یہ لوگ پہونچ چکے ہیں، جہاں اب بجز اللہ کی پکڑ کے اور کوئی شکل نظر نہیں آتی، لیکن اللہ تعالیٰ کیوں پکڑیں، جب تک دعوت کے ذریعہ حجت تمام نہ ہوجائے،

مسلمان یہاں آکر ان رنگینیوں اور نمائشی چمک دمک میں کھو چکا ہے اپنے مقصد سے بہت دور ہٹ کر اپنے اللہ کو بھول کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کی زندگی کو پس پشت ڈال کر ان گرے ہوئے انسانوں سے متاثر نظر آتا ہے

جو خود اب دوزخ کی راہ پر پڑ چکے ہیں اور دنیا کو آگ کی بھٹی بنانے پر محنت کر رہے خصوصاً عرب حضرات کا حال بہت ہی غمناک ہے، اپنی اصل سے بے خبر ان سے مرعوب، ان سے متاثر کہیں کہیں نام کے لئے اسلامی مرکز قائم کئے ہیں، مسجد کا لفظ استعمال کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے، ان مراکز میں ہر قسم کے جدید آرام و آسائش کے سامان مہیا کئے ہیں، اتوار کو دوپہر کو جمع ہوتے ہیں نماز سے کوئی واسطہ نہیں، بعض مراکز پر جہاں دیندار لوگ ہیں، کچھ اسلامیت نظر آتی ہے تاہم اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اللہ کے کچھ بندے دین کا چراغ جلانے کی کوشش میں ہیں، اور اللہ کا فضل ہے، کہ کامیابی کی صورت نظر آتی ہے۔

میں کام کی تفصیلات لکھنا چاہتا تھا، لیکن غیر شعوری طور پر یہاں کا حال لکھ گیا،

۲۳/۳ اگست تک نیویارک میں کام ہوا، ہر طبقہ کے لوگوں سے ملنے کی کوشش کی گئی، ہمارے علاقوں کے لوگ بڑی تعداد میں ہیں، لوگ بہت متوجہ ہوئے نیویارک مستقل ایک ملک کی حیثیت رکھتا ہے سب سے بڑی بندرگاہ ہے امریکہ کے اہم ادارے اور اکثر بین الاقوامی ادارے یہاں ہیں، مختلف محلوں میں مسلمان منتشر رہتے ہیں، نومسلم بڑے جذبات رکھتے ہیں یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو سیکھنے اور ان کو اپنانے کا حوصلہ رکھتے ہیں اکثر نومسلم داڑھی رکھتے ہیں، ان کے ماتھوں پر نماز کے نشان سروں پر ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنتے ہیں، لمبے کرتے اور بہت سے لوگ شیروانیاں پسند کرتے ہیں، سیکھنے کا بہت شوق ہے کاش کوئی سکھانے والا ہو، روزانہ بہت سے تو ہمارے سامنے آتے رہے اور نئے نئے لوگوں کو لاتے رہے، تقریباً ایک آدمی یومیہ مسلمان ہونے کا اوسط ہے جب کہ کوئی دعوت ان کو نہیں دی جاتی جو مسلمان ہوتا ہے وہ خوب پختہ نظر آتا ہے لیکن خطرہ یہ ہے کہ علمی ادارے نہ ہونے اور صحیح تربیت کا نظام نہ ہونے کی بنا پر

ہر اول اسلام وجود میں نہ آجائیں اس لئے کہ یہ لوگ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ اور مشکوٰۃ شریف کا انگریزی ترجمہ دیکھتے ہیں۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق عمل شروع کر دیتے ہیں، یہاں کے جو لوگ ہمارے علاقوں میں تبلیغ میں وقت لگا کر آئے ہیں یا یہاں جماعتوں کے ساتھ پھرے ہیں، ان کے عقائد اعمال اخلاق اور علم الحمدللہ سب میں نمایاں ہیں، نومسلموں میں لیڈر بہت ہو رہے ہیں، یہ سب خطرات ہیں لیکن اللہ کا فضل ہے کہ جماعت کی برکت سے کافی سمجھ پیدا ہو رہی ہے، مگر وقتی طور پر ایک جماعت کچھ عرصہ تک تو معاملہ کو سنبھال سکتی ہے لیکن مستقل مسئلہ کے حل کے لئے ضروری ہے۔ کہ پرانے حضرات قربانیاں دے کر مسلسل جماعتیں یہاں بھیجیں ورنہ اللہ کے یہاں بڑا مواخذہ ہوگا ایک تو یہ لوگ دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں، لیکن کوئی نہیں جو ان کو دعوت دے یہ قوم بالکل اسلام کے کنارے پر کھڑی ہے، کاش کچھ ایسے حضرات ہوں، جو یہاں کی چیزوں سے متاثر ہوئے بغیر یہاں رہ کر ان میں محنت کریں، اور جماعتوں کا ناتا ٹوٹنے نہ پائے نومسلموں کی تعلیم اور ان کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے ان کی تربیت کا مسئلہ بڑا اہم ہے، تبلیغ ہی وہ واحد طریقہ ہے، جو ان سب کو جوڑ سکتا ہے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں یہ ہزاروں خانوں میں تقسیم نہ ہو جائیں، بعض حضرات ان میں کے بڑے عجیب درد مند ہیں خوب رونے والے تھوڑا بتایئے، اور اس کو پوری طرح اخذ کرتے ہیں جو بات جس طرح سمجھائیے خوب مانتے ہیں، سیکھنے کا بڑا شوق ہے اکثر نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، بہت سے شب بیدار بھی ہیں اسلام کے متعلق جاننے کا بہت رجحان ہے ضرورت ہے کہ ان پر خوب محنت کی جائے، ان کی عورتیں کچھ تو برقع اوڑھتی ہیں اور کچھ اگرچہ برقعہ نہیں اوڑھتی لیکن سر کے بال اور تمام بدن کو خوب ڈھکتی ہیں ان لوگوں میں سے اکثر نے اپنی عورتوں سے ملازمتیں بھی چھڑا لی ہیں، یہ لوگ ہمارے یہاں آنے کے ارادے کر رہے ہیں، دو نوجوان تو مکمل دینی تعلیم کے لئے آنے کی تیاری کر رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ آئیں یہ لوگ اول چار مہینے تبلیغ میں لگائیں گے، اس کے بعد

وہاں کسی مدرسے میں داخل ہو کر دینی علم حاصل کریں گے، ان کے جذبات عجیب ہیں،
"وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ"
کی کھلی تفسیر نظر آ رہی ہے۔

نومسلموں کی اکثریت نوجوانوں کی ہے، جن کے ماں باپ اور سب گھر والے غیر مسلم ہیں یہ لوگ ہر قسم کی مخالفتیں اور مشکلیں برداشت کر رہے ہیں اسلام کے دور اول کی جھلک نظر آتی ہے، گو اتنی سختی نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں کے معاشرے میں ہر شخص آزاد ہے، کچھ ذمہ دار لوگ ہمارے ساتھ آ رہے ہیں، یہاں ہر ہفتے دو دن کی چھٹی رہتی ہے، چنانچہ ہر ہفتے جماعت نیویارک سے باہر جاتی ہے، چنانچہ فلیڈیلفیا، ایلزبیتھ، جرسی، برونکس، کوئینز اور دیگر مقامات پر جماعتیں جاتی رہیں، جس میں مقامی نومسلم اور ہمارے علاقوں کے لوگ ہوتے ہیں بیس تیس آدمی ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ ایک ہفتہ میں دو جماعتیں بھی نکلی ہیں، اصل کوشش یہ تھی کہ مقامی طور پر مستقل کام کی صورت ہو جائے، چنانچہ اللہ کے فضل سے نیویارک اور بعض دوسرے شہروں میں ہفتہ کے دو گشت، مساجد میں روزانہ تعلیم، پانچ وقت جماعت سے نماز، مہینے میں تین دن اور سالانہ چلّوں کے واسطے بہت سے لوگوں نے ارادے کئے، اور کام شروع بھی کر دئے، بہت سے احباب شب گذاری کے لئے آتے ہیں، ہماری جماعت کے تین حصے کئے گئے ہم لوگ بوسٹن گئے جو نیویارک سے تین سو میل کے قریب ہے وہاں تقریباً آٹھ روز رہے، ہارورڈ یونیورسٹی میں کچھ مسلمان استاد اور طالب علم ہیں اور کچھ ملازم پیشہ یہ یونیورسٹی امریکہ کی سب سے اچھی یونیورسٹیوں میں شمار کی جاتی ہے امریکہ بھر میں ہمارے علاقوں کے لوگ جہاں بھی آباد ہیں، اللہ کا کرم ہے کہ وہ لوگ یہاں کے اس قدر نامساعد ماحول کے باوجود کسی نہ کسی درجہ میں دین کا فکر رکھتے ہیں اور ہر جگہ کوئی انتظام جمعہ کی نماز کا ضرور کر رکھا ہے اس سے ہمارے کام میں بہت مدد ملی، اور جمع شدہ لوگ مل گئے، کوشش بوسٹن

کے قریب چھوٹی سی بستی ہے، وہاں عربوں نے ایک مرکز اسلامی بنایا ہے وہاں ہم لوگ مقیم رہے، میں نے پہلے لکھا ہے، کہ عربوں کے احوال بالعموم ناگفتہ بہ ہیں دینی بے تعلقی اور عام بے راہ روی بہت ہے کلب بنا رکھے ہیں، جن میں شراب اور جوئے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، عربوں کے علاوہ، ایران، یوگوسلاویہ اور البانیہ وغیرہ کے مسلمان بھی اسی حال میں ہیں، سوائے ان عربوں کے جن کا تعلق مصر کی اخوان سے رہا ہے یا ہمارے علاقہ کے لوگوں سے کہ ان میں دینی جذبہ بہت نظر آیا

اللہ فضل ہے کہ اب جو نوجوان ہمارے علاقوں سے آرہے ہیں، ان میں یہاں کی زندگی سے بیزاری ہے، اور اکثر نوجوان شائستہ اور پاکیزہ زندگی گذار رہے ہیں ان میں دعوت کے کام کی بھی بڑی قبولیت ہے، بعض تو جماعتوں کے ساتھ آئے اور پھر دو ہزار میل اپنے مقام پر ہوائی جہاز سے واپس گئے یہ لوگ ذبیحہ کا بھی اہتمام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جذبات بہت اچھے ہیں، اللہ پاک ان سب کو اپنے دین کی بقاء کے لئے قبول فرمائیں اور ان کو دارین کی ترقیات سے نوازیں آمین

یہاں گشتوں کی صورت یہ رہتی ہے کہ اکثر اوقات لوگ کاریں لے کر آجاتے ہیں یا پھر دور جانے کے لئے "سب وے" سے جانا ہوتا ہے "سب وے" زمین کے اندر ریل ہوتی ہے، اس کو کہتے ہیں، ایک جماعت واشنگٹن، فلاڈیلفیا اور بالٹی مور گئی، تمام لوگوں سے مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ امریکہ میں کسطرح دعوت کے کام کو بڑھایا جائے، اس کے لئے ایک مشورہ کرنا طے ہوا، چنانچہ ۲۷/۲۸/۲۹/ اگست کو ڈیٹرائیٹ کے مقام پر ایک مشورہ رکھا گیا، ہم لوگ ۲۴/ اگست کو ڈیٹرائٹ پہنچے یہاں نو مسلموں کی بڑی تعداد ہے، ۲۷/۲۸ تاریخ کو لوگ جمع ہوئے، شکاگو، واشنگٹن، نیو آرلینز، ریلے، نیو یارک، فلاڈیلفیا وغیرہ سے تقریبًا بہم فکرمند حضرات جمع ہوئے بعض تو دو ہزار میل سے بذریعہ ہوائی جہاز آئے اور گئے، مشورہ ہوا اور سال بھر کام کرنے کا نظام طے کیا گیا، چلوں اور تین چلوں اور کم و بیش اوقات کے علاوہ مقامی کام کے لئے لوگوں نے ارادے ظاہر کئے عجیب

اجتماع رہا شاید امریکہ کی تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حیات و سرسبزی کی فکر کے لیئے یہ اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا، اللہ پاک قبول فرمائیں اور اس ملک میں دعوت کے کام کی جڑوں کو مضبوط کردیں

کل ہم لوگ فلنٹ آئے ہیں یہ جگہ ڈیٹرائیٹ سے ستر میل دور ہے ڈیٹرائیٹ نیویارک سے سات سو میل دور ہے، آج ہم لوگ ڈیٹرائیٹ واپس جارہے ہیں،

وہاں سے ہفتہ کی صبح کو کلولینڈ جائیں گے، ایک جماعت تین افراد کی شکاگو اور اس کے مضافات میں کام کرنے کے لیئے بھیجدی گئی ہے، یہ جماعت ۲۰ ستمبر تک نیویارک واپس آجائے گی،

ہم لوگ ۷ ستمبر کو کلیولینڈ سے واشنگٹن جائیں گے جو امریکہ کا دار الحکومت ہے اور وہاں تقریباً ایک ہفتہ رہ کر بالٹی مور جائیں گے، اور اس کے بعد فلیڈیلفیا ہو کر ۲۰ ستمبر تک انشاء اللہ نیویارک پہونچ جائیں گے۔ کام کی یہاں بڑی ضرورت اور بڑا تقاضہ ہے ہم لوگوں کے پاس وقت کم ہے یہاں کا کام بڑا صبر آزما ہے اور بہت مستقل مزاجی چاہتا ہے، لیکن امکانات بڑے روشن ہیں اگر مسلمان صحیح رخ اختیار کرلیں تو قوم کی قوم دین میں داخل ہوسکتی ہے، یہاں آکر بڑا احساس ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ کس قدر ظلم کیا ہے اور اس کو عام کرنے میں جو کوتاہی کی ہے، اس کی سزا آج پوری امت کو مل رہی ہے پوری امت اس وقت ذلت کا شکار ہے، دعوت کا کام چھوڑ کر امت منتشر ہوگئی اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں، اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے قہر کو ہم نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہے، حالات ایسے خطرناک رُخ اختیار کررہے ہیں کہ اب اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ امت من حیث الامت انابت اور توبہ کا رُخ اختیار کرے تو بچ سکتی ہے ورنہ مصائب اور ذلتیں دوڑ کر لپٹ رہی ہیں، اور کوئی ان سے نہیں بچا سکتا، صرف واحد راستہ یہ ہے کہ :- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ٥

توبہ اور استغفار انفرادی اور اجتماعی اس وقت کا علاج ہے، سارے بزرگوں اور مشائخ کا یہی فرمانا ہے، اور اصل توبہ اور استغفار اس گناہ عظیم سے کرنی ہے، جس کی وجہ سے پوری امت پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے یعنی دین کی محنت سے بے تعلقی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری قوم مل کر اس گناہ عظیم اور اس جرم عظیم سے توبہ کرے، اور صلوٰۃ توبہ اور استغفار کا بحیثیت مجموعی اہتمام کیا جائے اپنی اب تک کی غلطیوں، کوتاہیوں سے اللہ سے معافی مانگی جائے اور صلوٰۃ حاجت پڑھ کر پوری امت کے لئے دعا کی جائے اور اب اس بات کا عہد کیا جائے کہ اب اسلام کی تبلیغ میں کوتاہی نہ ہوگی ورنہ یقین جانیئے کہ ہم لوگ اللہ کے دین کو پس پشت ڈال کر دنیا میں بھی نہیں پنپ سکتے اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منھ لے کر حاضر ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقتوں کا ہم کیا بدلہ دے رہے ہیں اور نتیجہ سامنے ہے کہ عمریں گزر گئیں جہاں تھے وہیں ہیں، ہم دین کو ٹھوکر مار کر آپس میں دنیا کے پیچھے لڑتے ہیں، تو کیسے اللہ کی رحمت آئے، بڑے فکر اور رونے کی بات ہے، بہت ڈرنے کا وقت ہے یہ محض افسانہ یا لفاظی نہیں ہے اس وقت بہت زیادہ سخت مسائل میں سب گھرے ہوئے ہیں، معلوم نہیں کب اللہ کی نظر کرم پھر جائے اس وقت بہت پچھتانا پڑے گا، پھر کچھ نہ ہوگا عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس وقت اپنے انفرادی مسائل کو آگے پیچھے کر کے اللہ کے دین کی محنت کے لئے دور اور دیر کے لئے نکل جائیں اور خوب خوب اللہ سے مانگیں اور ہر مقام پر ہفتہ واری اجتماع، شب گزاری اس میں تہجد اور دعاؤں کا اہتمام، ہفتہ کے دو گشت، روزانہ تعلیم، انفرادی طور پر ہر ایک کے نوافل، تہجد، تلاوت، تسبیحات صلوٰۃ توبہ اور صلوٰۃ حاجت کا اہتمام ہو عورتوں میں اجتماعات کر کے یہ بات چلائی جائے اور خوب اللہ سے مانگا جائے، امید ہے کہ اس خط کو محض وقتی طور پر پڑھ کر غیر اہم قرار نہ دیا جائے گا، بلکہ کوئی اہمیت اس کو دی جائے گی، جو احساس

ہے، اور جو کہنا چاہتا ہوں، وہ خط میں لکھنا بھی مشکل ہے، اللہ کرے کہ دین کا فکر ہم سب میں پیدا ہو جائے اور ہم سب اللہ کے رسول کے سامنے سرخ رو ہو سکیں، آمین،

ہم لوگوں کے لئے بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں اہتمام فرمائیں، کہ اللہ پاک ہر قسم کے شر ور سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اخلاص عطا فرمائیں اور اپنے دین کی حیات اور سرسبزی کے لئے ہم سب کو قبول فرمائیں، آمین،

سب کی خدمات میں سلام عرض ہے اور سب سے دعا کی درخواست ہے اگر کوئی گستاخی آپ بزرگوں کی شان میں ہوئی ہو اس کی معافی چاہتا ہوں، غیر ارادی طور پر یہ خط بہت طویل ہو گیا، اور بعض ضروری باتیں اس میں نوٹ ہو گئیں، اس لئے اس کو ضایع نہ کریں واپس آکر لے لوں گا۔

فقط خادم طالب دعا

شجاعت

****

باب نہم

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا سفرِ آخرت

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سفرِ پاکستان اور سفرِ آخرت

حضرت جیؒ تقریباً ہر سال پاکستان جایا کرتے تھے، تقسیم ہند کے بعد پندرہ سولہ[1] مرتبہ تشریف لے گئے اور وہاں جاکر لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی، اور لوگوں میں ایمان ویقین والی زندگی پیدا کرنے کے لئے اجتماعات کئے۔

اس سال پاکستان میں اجتماعات کی ابتدا مشرقی پاکستان سے ہوئی، حضرت مولانا نے حسب عادت ادھر ان لوگوں کو بھیجا جو کام کرنے میں قدیم تھے، میاں جی محمد عیسٰی صاحب، میاںجی محمد اسحاق صاحب،

(جو بڑے حضرت جی کے رفقا میں سے ہیں)

کا سفر مغربی بنگال طے فرمایا تاکہ یہ حضرات اجتماعات کو صحیح نہج پر لائیں جماعتوں میں ترتیب قائم کریں، ان دونوں نے اس حقیر کو اپنے ساتھ چلنے کا حضرت جیؒ[2] سے بار بار اصرار فرمایا، مگر حضرت نے ہر مرتبہ یہ فرمایا کہ یہ تو میرے ساتھ چلے گا، بہر حال یہ دونوں حضرات مغربی بنگال کے سفر کے لئے روانہ ہوگئے۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا، اس مرتبہ بھی معمول کے مطابق حضرت جی نے اعتکاف فرمایا، اس سال بھی ہر سال سے زیادہ معتکفین تھے، مسجد کی دونوں منزلیں پر تھیں، اسی اعتکاف میں سفر کا پروگرام بنا، مغربی پاکستان کا سفر تو پہلے

[1] روایت مولانا انعام الحسن صاحب [2] مراد قاری عبدالرشید خورجوی

ہی طے ہو چکا تھا، اب ساتھ چلنے والوں کا مسئلہ تھا، مشورہ چلا، پاسپورٹ والے تمام احباب طے ہو چکے تھے،

روانگی

حضرت جی رح اکثر اپنے ساتھ ایک خادم خاص بھی رکھا کرتے تھے اکثر بابو عیاض صاحب اور حافظ محمد صدیق صاحب لوجی اس خدمت پر مامور ہوتے اس سال بابو عیاض صاحب کو ساتھ نہیں لیا، بابو صاحب ممدوح فرماتے ہیں چلتے وقت مجھ سے فرمایا، ذرا گھر اور اماں جی کا خیال رکھنا حالانکہ اس سے قبل کبھی ایسا نہیں فرمایا[۱]

جب مولانا روانگی کے لئے اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا" بھائی ہماری کتابوں اور ہماری جگہ سے سلام کہہ دینا"[۲]

لوگوں نے عرض کیا "حضرت! یہ کیا؟"

فرمایا "بھائی سفر کا معاملہ ہے طویل اور غیر ملکی سفر ہے، معلوم نہیں کیا حالات پیش آئیں"

حضرت جی رح نے اجتماع کادی، بھوپال، مرآدباد، علی گڈھ، سہارنپور کے اسفار میں مجھے ساتھ رکھا تھا، اس مرتبہ پاکستان کے سفر میں بھی اپنی خدمت کے لئے بندہ کو منتخب فرمایا، حضرت جی، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حاجی احمد، مومن جی نے لاہور تک ریل کے ذریعہ سفر کیا اور پھر ہوائی جہاز سے مشرقی پاکستان کے صدر مقام ڈھاکہ پہونچے ہیں اور مولانا رحمت اللہ صاحب مولانا داؤد صاحب کلکتہ کے راستہ ۱۳ فروری کو ڈھاکہ حاضر ہوئے حضرت رح اپنے رفقاء کے ساتھ ایک دن قبل ہی پہونچ گئے تھے ہم تینوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے فرمایا، رشید تیرا تو بہت انتظار کر رہا تھا"

میں عرض کیا "حضرت! راستہ دور دراز کا تھا" پھر فرمایا" اچھا تبا کو

---

[۱] روایت بابو عیاض صاحب [۲] روایت حاجی عبدالحمید صاحب کمہ تیوری

لاؤ ہمارے پاس کل تمباکو ختم ہوگیا ہے " میں نے تمباکو پیش کیا،

ڈھاکہ کا اجتماع

ڈھاکہ میں تین دن اجتماع رہا، دن میں مشورہ، انفرادی گفتگو، عصر کے بعد خواص سے ملاقات اور بات چیت مغرب کے بعد بیان اور اس کا بنگلہ زبان میں ترجمہ ہوتا تھا، فجر کی نماز کے بعد حضرت جی رح نے ہر جگہ بیان کا اہتمام رکھا، ان دنوں روزانہ دس گھنٹے بولنے کا اوسط رہا۔

اس اجتماع میں ساٹھ ہزار کے قریب لوگ جمع ہوئے، لوگوں کی سادگی اور دین کی طلب دیکھ کر حضرت جی رح بہت خوش ہوتے تھے، آخر ایسا کیوں نہ ہوتا، حضرت مدنی رح نے تقسیم ہند سے پیشتر اس علاقہ میں کافی محنت کی تھی، حضرت جی رح فرمایا کرتے تھے "یہاں اسلام کا پھیلنا بہت آسان ہے، تھوڑی سی محنت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آسانی سے چل سکتی ہے" اس طرح کہہ کر حضرت جی رح کام کرنے والوں کی بہت زیادہ ہمت افزائی کرتے،

اس اجتماع سے ایک سو پچاس جماعتیں چلّہ اور تین چلّوں کی، ملک بھر میں روانہ فرمائیں جب آخری دن دعا فرمائی، تو پورا مجمع آہ وبکا اور گریہ زاری کر رہا تھا دو دن تک جماعتوں سے مصافحے ہوتے رہے، جب اجتماع ختم ہوگیا تو دو دن مزید قیام فرمایا، تاکہ مقامی حضرات کی ہمت افزائی ہوجائے اور وہ کام میں جان توڑ محنت کریں، لیکن احباب کے تقاضے اور مسائل اتنے تھے کہ دو دن کا وقت ناکافی تھا، ہم نے بڑی جانفشانی سے ان وعدوں کو پورا کیا اور جو باقی رہ گئے ان کو درمیان سفر میں خیال رکھنے کا وعدہ کیا،

بنوں کے رفقائے کار

مغربی پاکستان کے اکثر قدیم احباب آچکے تھے، دو سو حضرات کا قافلہ حضرت جی کے ساتھ سفر میں چلنا طے ہوا، حضرت جی نے بھی ایک جماعت اپنی مرتب فرمائی جس کے امیر جناب محمد شفیع صاحب قریشی، قاضی عبدالقادر صاحب،

حاجی محمد افضل صاحب حاجی محمد ابراہیم صاحب بن حاجی عبد الجبار صاحب، عبد المقیت صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب کھلنوی، چند دن کے بعد بابو بشیر احمد صاحب بھی ساتھ ہو گئے اور مولانا احسان الحق صاحب اور یہ حقیر خادم کی حیثیت سے ساتھ رہے،

یہ وہ حضرات ہیں، جو بڑے حضرت جی، حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے اکثر رفقاء سفر رہے ہیں، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری تقریر کیا کرتے تھے، بھائی عبد الوہاب صاحب رائے ونڈ والے کبھی کبھی مشورہ میں شریک ہو جاتے تھے، سفر کے درمیان حضرت جیؒ نے احباب کی کارگذاری اور یہود و نصاریٰ کے نظام پر زیادہ گفتگو فرمائی آپ فرمایا کرتے تھے۔

"دونوں قومیں اسلام کی ہمیشہ دشمن رہی ہیں، انھوں نے اپنی معاشرت اور تہذیب کے ذریعہ دین کو ایسا نقصان پہونچایا ہے کہ سدھار دشوار ہو رہا ہے، اچھے اچھے دینداروں کو خبر نہیں، تاریخ اسلام، سیرت پاک، لغاتِ قرآن میں ایسے ایسے تغیرات کئے ہیں، کہ اچھے اچھے اہل علم کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔"

اس سفر میں حضرت نے ان قوموں کے لئے بڑی بد دعائیں کی ہیں،

سلہٹ کا قیام

قیام ڈھاکہ کے دوران برما جانے کا مسئلہ چلا اس وقت دس حضرات کے ویزا فارم کی خانہ پری کر کے بھیجی گئی ہے ۲۰ مارچ کو برما کے لئے سیٹیں بھی بک ہو گئیں مگر کوشش کے باوجود برما کی حکومت کی طرف سے منظوری نہ ہو سکی تب ۵ یوم ڈھاکہ میں قیام فرما کر ۱۶ شوال کو رات کی گاڑی سے سلہٹ کے لئے روانہ ہوئے، پوری رات ریل گاڑی میں گزری، صبح کی نماز کے بعد سلہٹ پہونچے یہاں دو روزہ کا قیام تھا، مگر برما کے سفر کی وجہ سے ایک روزہ رہا، اگلے دن دوپہر تک آرام فرمایا، دوپہر کے کھانے میں کافی دیر ہو چکی تھی، دوپہر بعد بیعت اور علماء سے گفتگو ہوئی،

جملہ معترضہ کے طور پر یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ سلہٹ وہ مقام ہے جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کا بہ سلسلہ جہاد قیام رہا، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت حاصل ہوتی، وہاں کے اجتماع باوجود کام نہ ہونے کے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے، چنانچہ انبہٹہ کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری کی وجہ سے طے فرمایا، جو ۳۰ / ۳۱ مئی ۱۹۶۵ء میں ہوا، اور جس میں آپ کے جانشین حضرت مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لے گئے۔

سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنیؒ کے کافی خلفاء شریک ہوئے آپ نے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا، اور مشوروں میں شریک رکھا اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی

کمرلا کا قیام

دوسرے دن صبح کو ۵ بجے والی ٹرین سے سفر کرنا تھا، اس لئے رات ہی کو جائے قیام سے آ گئے اور رات کو ٹرین ہی میں آرام کیا اس رات حضرت جیؒ کو اچھی طرح نیند نہیں آئی، ۵ بجے گاڑی چلی ۹ گھنٹے بعد دو بجے دن کمرلا پہنچے، مدرسہ اسلامیہ کمرلا میں پہلے سے خواص اور علماء کا جمع موجود تھا اترتے ہی ان سے بات چیت شروع ہو گئی، ایک گھنٹہ بعد کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد ماجدی کوٹ کے لئے بذریعہ کار روانہ ہو گئے،

ماجدی کوٹ

ماجدی کوٹ کمرلا سے سات یا آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے ماجدی کوٹ ضلع نواکھالی کا بڑا شہر ہے، عصر اور مغرب کی نماز راستے میں ادا کی، عشاء کے وقت قیام گاہ پر پہونچے، یہاں ایک مدرسہ میں جس پر پھوس کا چھپر[1] تھا، اور مسجد سے متصل

[1] آسام کے علاقے میں آندھیاں، طوفان، زلزلے بہت آتے ہیں، جس کی وجہ سے ہلکے پھلکے بانس اور پھوس کے گھر بنا لیتے ہیں اور اس کو زمین پر سہاروں کے ذریعہ باندھ دیتے ہیں، اس طرح کوئی جانی نقصان نہیں ہو پاتا، عزیز الرحمٰن

تھا قیام فرمایا لیکن حضرت جیؒ اس قیام گاہ سے بہت خوش ہوئے یہاں سہ روزہ اجتماع تھا ضلع نواکھالی کے علماء اور عوام کی بڑی تعداد میں شریک ہوئے یہاں پر حضرت جیؒ کے چھ بیان ہوئے، جس کے نتیجے میں پچاس جماعتیں نکلیں یہاں حضرت جیؒ نے علماء اور عوام کو بیعت بھی فرمایا،

چاٹگام

۲۱ر شوال کو ماجدی کوٹ سے کاروں کے ذریعہ چاٹگام کے لئے روانہ ہوئے، یہ ماجدی کوٹ سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے ظہر کے وقت پہونچنا ہوا، یہاں بھی مدنی مسجد سے متصل مدرسہ میں قیام ہوا، بیانات تو یہاں بھی حضرتؒ کے بہت ہوئے مگر مشکل سے پانچ جماعتیں تیار ہوئیں، شہر کے آدمی کم شریک ہوئے تھے، مضافات کے آدمی زیادہ شریک ہوئے تھے اس سے حضرت جیؒ کی طبیعت پر گرانی ہوئی بھائی کلام احمد نے حضرت کو اپنے گھر لیجا کر آرام کرایا، یہاں پر حضرت نے عورتوں کو بیعت بھی کیا، متعدد بیانات حضرت کے عورتوں میں ہوئے، حضرت نے یہاں چاٹگامی بھائیوں سے فرمایا:-

"تم لوگ کھانا کھلانا جانتے ہو جماعتیں نکالنا نہیں جانتے"

۲۲ر شوال کو جمعہ حضرت نے مدنی مسجد میں ادا کیا اس کے بعد ریل پر سوار ہو کر نتر کونا کے لئے روانہ ہوئے، جس ڈبہ میں حضرت سوار ہوئے وہ بہت پرانا تھا اور چلنے میں بہت زیادہ ڈگمگاتا تھا،

نتر کونا کا قیام

۱۸ر گھنٹے کا سفر الحمد للہ کر کے طے ہوا ۲۴ر شوال کی صبح کو نتر کونا پہونچے یہ وسط بنگال میں ایک ضلع ہے آبادی سے باہر اجتماع ہوا لوگ بہت کافی آئے تھے، لیکن انتظام ناقص تھا۔ یہاں کچھ بارش بھی ہوئی ہوا بھی چل پڑی تھی، لیکن لوگوں نے حضرت کا بیان بڑے اطمینان سے سنا تقریباً سات ہزار مجمع تھا لوگوں نے اوقات بھی خوب دیئے۔ صبح کو حضرت نے لوگوں کو تعلیمی حلقوں میں تاکید کے

ساتھ بٹھایا دو گھنٹے تک تعلیمی حلقے ہوئے اتنی دیر کے لئے حضرت اپنی قیامگاہ پر تنہا رہے اس کے بعد بیان ہوا مغرب کے بعد جماعتیں روانہ ہوئیں چار بجے صبح کو گاڑی جانے والی تھی، اس لئے جائے قیام سے رات ہی کو چل دیئے تھوڑی دیر کے لئے ایک مدرسہ میں بیان ہوا تھا، بیان کے بعد ریل کے ڈبہ میں آرام کیا رات کو سوتے سوتے دو بج چکے تھے ساڑھے چار بجے ریل چلی دوپہر کو ریل سے اتر کر دو گھنٹہ اسٹیمر میں رہے پھر اتر کر ریل میں سوار ہوئے اور یہاں سے دیناج پور کے لئے روانہ ہوئے، رات کو آٹھ بجے دیناجپور اسٹیشن پر اترے، یہاں ایک اسکول کے میدان میں اجتماع تھا حضرت نے رات کو آرام کیا، صبح کو بیان فرمایا دن میں جماعتوں نے شہر میں گشت کیا رات کو مغرب کے بعد پھر بیان ہوا، یہاں مجمع بہت تھوڑا تھا یہاں زیادہ تر مہاجرین آباد ہیں، یہاں سے چند جماعتیں بن کر روانہ ہوئیں،

راج شاہی کا قیام

۲۸ شوال کو صبح سے گاڑی سے دیناجپور سے روانہ ہو کر دوپہر کو نٹور ا اسٹیشن پر اترے اور بذریعہ کار ۸ میل کا راستہ طے کر کے راج شاہی پہونچے، یہ ہند و پاکستان کے بارڈر کا علاقہ ہے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بورڈر نظر آتا ہے یہاں رات کو عشاء کے قریب پہونچے مولانا رحمت اللہ صاحب یہاں پہلے پہنچ چکے تھے، ان کا بیان ہو رہا تھا، حضرت نے آرام فرمایا دوسرے دن صبح کو حضرت کا بیان ہوا، داد ابھائی جو بہت بڑے انجینئر ہیں انہوں نے ہر طرح کی راحت و آرام کا انتظام کیا یہاں بھی لوگ اچھے جمع ہو گئے تھے

راج شاہی سے ۲۹ شوال ۱۰ بجے دن کے روانہ ہوئے اور نٹور کی مسجد میں تھوڑی دیر ٹھہر کر اسٹیشن پر ریل کا انتظار کیا ایک بجے دن کو ریل میں سوار ہوئے اور کھلنا کے لئے روانہ ہو گئے، راستہ میں جیسور اسٹیشن پر عربی مدرسہ کے طلباء اور علماء زیارت کے لئے آئے ان کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور کھلنا آنے کے لئے فرمایا،

کھلنا کا قیام:- مغرب کے بعد کھلنا پہونچے یہاں رانی تالاب کے متصل مسجد تھی

اس کے قریب متولی مسجد کا مکان تھا حضرت نے رات کو وہاں قیام فرمایا یہ مولانا عبدالعزیز صاحب کا وطن ہے جو بنگال کے پرانے ذمہ دار مبلغ ہیں، مسجد میں اجتماع تھا، لوگ کافی تعداد میں جمع ہوتے، یہاں دورات دن قیام رہا، یہاں سے جماعتیں نکلیں، ۲/ ذیقعدہ کو روانہ ہوتے وقت مولانا عبدالعزیز صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے، ساڑھے بارہ بجے دن کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ کے لئے روانہ ہوگئے دوسرے احباب جیسور آکر رات کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ پہونچے، یہاں حاجی نجم الدین صاحب کی فرمائش سے ان کی ہمشیرہ کے نکاح کی دعوت کھاکر کھکر جل تشریف لائے،

کراچی کو روانگی

جس ہوائی جہاز سے سیٹیں ریزرو تھیں وہ دس بجے چلنے والا تھا مگر نظام میں کچھ تغیر ہوگیا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ ماسکو سے جیٹ طیارہ آرہا ہے اس سے سفر ہو سکتا ہے، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا "بھائی جتنا وقت کم خرچ ہو اتنا ہی اچھا ہے، ہوائی جہاز سے ۹ گھنٹہ کا سفر ہے اور جیٹ طیارہ سے صرف تین گھنٹہ کا ہے بہرحال رات کو بارہ بجے جیٹ طیارہ سے کراچی کے لئے روانہ ہوگئے چار بجے ہوائی جہاز سے اتر کر مکی مسجد گارڈن روڈ آئے، یہاں حافظ محمد صدیق صاحب نوح والے پہلے سے منتظر تھے، خدام کی حیثیت سے بھائی یعقوب صاحب، احسان الحق صاحب بھی یہاں شریک ہوگئے، ڈی ایم ملک صاحب راولپنڈی سے ملاقات کے لئے آئے تھے رات تھوڑی باقی تھی آرام فرمایا، نماز کے بعد بیان فرمایا پھر آرام کیا، چونکہ پوری رات جاگنے میں گذر تھی، اس لئے حضرت کو آرام کی زیادہ ضرورت تھی، دوپہر کا کھانا کھایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی خصوصی احباب سے عصر کے بعد بات چیت ہوئی، مغرب کے بعد بیان ہوا اس طرح دو دن کافی مشغول رہے ۵/ ذیقعدہ کو جو کہ کراچی کے قیام کا آخری دن تھا، دہلی سے مولانا عبیداللہ صاحب پہونچے ان کے لئے حجاز مقدس جانے کا مشورہ ہوا، اسی دن عصر کے بعد سلطان صاحب کا بیان

ہوا ناظم آباد میں خصوصی احباب سے بات چیت کر کے کراچی اسٹیشن پر آکر عشار کی نماز ادا کی اور خیبر میل سے روانہ ہوئے اس میں ایک بوگی لگائی گئی تھی یہاں کھانا کھایا، اور آرام کیا،

صبح کو روہڑی اسٹیشن پر اتر کر بذریعہ کار خیر پور میرس ایک گھنٹہ میں پہونچے حضرت نے اتر کر اجتماع میں بیان کیا، تقریباً دو گھنٹے میں فارغ ہوئے دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کیا عصر کی نماز کے بعد خصوصی بات چیت فرمائی مغرب کے بعد پھر بیان فرمایا جماعتیں روانہ فرما کر پھر روہڑی اسٹیشن پر آگئے

ملتان کیلئے روانگی

عشار کی نماز کے بعد شاہین ایکسپریس پر سوار ہو کر جمعرات کی صبح کو ملتان پہونچے تھوڑی دیر آرام کر کے بات چیت اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا، پھر مغرب کے بعد بیان فرمایا شہر کے لوگ کافی جمع تھے، کچھ میواتی بھی آئے تھے، حاجی محمد ہارون صاحب کا انتظام تھا، مسجد شاہ ابدالی کے متصل مدرسہ میں قیام تھا اور مسجد میں اجتماع تھا، رات کو بیان وتشکیل کے بعد آرام فرمایا، دوسرے دن جمعہ حضرت نے پڑھایا، اور بیان بھی فرمایا،

آٹھ ذیقعدہ کو دوپہر کو چل کر رات رائیونڈ میں گذری صبح کو بذریعہ ٹرین کنگن پور کے لئے روانہ ہوگئے، گیارہ بجے پہونچے اسکول میں قیام ہوا یہاں کے اطراف میں میوات سے آکر لوگ آباد ہو گئے ہیں ظہر تک کافی تعداد میں مجمع ہو گیا حضرت نے عصر سے قبل بیان فرمایا، اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اس کے بعد جماعتوں سے رخصتی مصافحہ ہوا۔ رات کو یہیں آرام فرمایا

۱۰ ذیقعدہ کو کنگن پور سے بذریعہ ٹرین سوار ہوئے اور کار میں سوار ہو کر قصور حاجی افضل صاحب کے مکان پر پہونچے، یہاں تھوڑا آرام کر کے کھانا کھایا ۲ بجے نیز گام میں سوار ہو کر راولپنڈی پہونچے، مغرب کے قریب یہاں پہونچنا ہوا مغرب کی نماز پڑھ کر قریشی صاحب کے مکان پر پہونچے یہاں احباب سے ایک گھنٹہ بات چیت کی

اور اس کے بعد آرام فرمایا،

ٹل کے لئے روانگی

۱۱ ذیقعدہ کو ناشتہ کے بعد بذریعہ کار ٹل کے لئے روانہ ہوئے، یہ راولپنڈی ہی سے قریبًا سو میل سے زیادہ کا سفر تھا ۲ بجے ٹل پہونچے، مدرسہ عربیہ کے قریب مکان میں قیام فرمایا، یہاں کے لوگوں کا رہن سہن سادہ ہے، ان کے کچے مکانات اور محنت کش زندگیاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے، آزاد قبائل کوہاٹ پشاور، نوشہرہ، جنڈ، سوات، داؤدخیل کے حضرات کافی تعداد میں آئے تھے اس علاقہ کے اکثر علماء بھی موجود رہے، حضرت کی تقریر ہوئی پشتو میں مترجمہ کیا گیا سب لوگ متوجہ ہو کر بیٹھے رہے

دوسرے دن صبح کو بعد نماز جمعہ گے بیان فرمایا، ظہر کے بعد کالج کے طلبائے سے بات چیت کی عصر کے بعد خصوصی ملاقات اور مغرب کے بعد ہدایات، مصافحہ، دعا کر کے آرام فرمایا، ۱۴ ذیقعدہ کو ناشتہ کے بعد کاروں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تمام دن سفر کیا ۵ بجے عصر کے قریب پنڈی پہونچے یہاں خصوصی احباب کو جمع کرنے کا انتظام قریشی صاحب نے فرمایا تھا، مگر بارش اور ہوا نے سب فیل کر دیا، عشاء کی نماز پڑھ کر صدر کی مسجد میں آرام فرمایا، بارش ہوا رات بھر چلتی رہی مسجد کے اندر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ کم پڑ گئی جس کی وجہ سے کافی زحمت ہوئی، سردی بھی بہت بڑھ گئی تھی، اسی حال میں اجتماع کے سارے کام ہوئے ۱۲ ذیقعدہ کی رات کو مولانا عبیداللہ صاحب کو حجازِ مقدس کے لئے روانہ کیا جا چکا تھا جو کراچی سے رخصت ہو کر بعافیت حجازِ مقدس پہونچ چکے تھے،

لاہور کے لئے روانگی

۱۴ ذیقعدہ کی دوپہر کو عورتوں کے اجتماع سے فارغ ہو کر مغرب کے بعد بعد حضرت جی لاہور کے لئے روانہ ہوئے یہاں جنرل شاہنواز کے مکان پر کھانا کھایا عشاء پڑھ کر رائے ونڈ تشریف لے آئے یہاں رات کو آرام فرمایا اور صبح کو بیان فرمایا یہ سہ روزہ اجتماع تھا، ملک کے ہر چہار طرف سے یہاں لوگ آکر جمع ہو گئے

تھے، دو دن اجتماع کے کاموں میں بیحد مصروف رہے ۲۳ مارچ کو ہدایت دے کر دعا فرمائی اور جماعتوں کو رخصت کیا، اس دن کافی تھکن ہوگئی تھی،

رائے ونڈ کا اجتماع

کافی دنوں سے شہر کی اکثر مساجد میں یہ دیکھنے میں آتا رہا کہ عصر یا مغرب کی نماز کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوتے اور بڑی نرمی سے یوں گویا ہوتے،

"بھائیو! دعا کے بعد تشریف رکھئے دین کی بات ہوگی"

کہنے والے کی اتنی سی بات میں جو سادگی اور خلوص ہوتا وہ سب کو مجبور کر دیتا کہ سن کے جائیں اس کے بعد امام صاحب دعا کرتے اور پھر انہی کہنے والوں میں سے کوئی ایک اللہ کا بندہ کھڑا ہو جاتا اور بغیر کسی تصنّع کے ۱۰-۵ منٹ نہایت سادہ الفاظ میں کچھ بیان کرتا جس کا خلاصہ یہ ہوتا، اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، اس طرح کام کریں کہ حشر کی رسوائی سے بچ جائیں" بات واقعی دل کو لگتی اور جی چاہتا کہ یہ اس طرح بولتا ہی رہے تاکہ سنتے سنتے شائد اس دنیا کی بے ثباتی کا یقین آجائے، آخر میں کہا جاتا کہ اس مہینے کی ۲۱، ۲۲، ۲۳ تاریخ کو لاہور کے قریب رائے ونڈ میں ایک اجتماع ہو رہا ہے جس میں آخرت کی زندگی کے بارے میں باتیں ہوں گی، آخر ۲۰ تاریخ بھی آن پہنچی، شوق ابھرا کہ چلو دیکھیں کہ آخرت کی زندگی کے کیا نقشے بتائے جاتے ہیں، کچھ دوستوں کو آمادہ کیا، شام کو چلتے وقت کچھ بزرگوں سے تذکرہ کیا، انہوں نے بروقت ہی اطلاع دینے کا گلہ کیا، ندامت ہوئی کہ اس دنیا کے جھمیلوں میں لگے رہے اور پہلے سے کیوں نہ حاضر ہوسکے،

رات ۱۰ بجے اسٹیشن پہونچے، ٹکٹ خریدنے لگے دیکھا کہ ہزاروں لوگ کھڑے ٹکٹ لے رہے ہیں اپنی باری آئی تیرہ آنے نکال کر "بابو" کو دئے اور ٹکٹ حاصل کر لیا۔

کراچی ایکسپریس ۱۰ بج کر ۲ منٹ پر چلی، کوئی ڈبہ ایسا نہ تھا جو بھرا نہ ہو، بڑے اطمینان سے سفر گزرا کہ کوئی تو تکار نہ ہوئی کوئی دھکم پیل نہ ہوئی، دوسرے کے لئے

جگہ خالی کرنے کا جذبہ موجود تھا، سوا گیارہ بجے رائے ونڈ اسٹیشن پر اتر گئے کوئی تین فرلانگ پر اجتماع گاہ تھی، سادہ سی مسجد باہر صحن میں شامیانے تنے ہوئے تھے اور تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی، ایک طرف بیسیوں لمبی لمبی کاریں کھڑی تھیں دوسری طرف تین چار بسیں، معلوم ہوا کہ ہیلی کالج اور چیف کالج کے طالب علم اکھٹے ہو کر بسوں میں آئے ہیں، مسجد کے فرش پر جو حبس کے پاس تھا بچھایا گیا، اور چند گھنٹے آرام کرنے کی کوشش کرنے لگے،

۲۱ر کی صبح نماز فجر کے بعد رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا خطاب ہوا تین گھنٹے یہ خطاب جاری رہا لوگ ہمہ تن گوش بیٹھے سنتے رہے ان کی ایک ایک بات میں وزن تھا، حقیقت تھی خلوص تھا، آخر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں میں یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا، حضرت نے فرمایا:۔

"بھائیو! انسان اس دنیا میں دو چیزوں پر محنت کرتا ہے، ایک اس دنیا کی چیزوں پر، دوسرے اپنی ذات پر اس کی چیزوں پر مثلاً مکان دوکان، زمین، تجارت، کارخانے، ملازمت، غرضیکہ جس چیز پر بھی محنت کی جائے گی، پورا دھیان اس طرف ہوگا، دل انہی چیزوں میں اٹکا رہے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی ذات کی تکمیل رہ جائے گی، مرنے کے بعد ان چیزوں پر کی گئی محنت ساری کی ساری دھری رہ جائے گی اور انسان اس دنیا سے بالکل خالی جائے گا، اور جب حشر کے میدان میں اپنی ذات پر محنت کرنے والوں کو دیکھے گا تو اپنے آپ پر رد ے گا اتنا روئے گا کہ آنسوؤں کے دریا بہہ نکلیں گے"

پھر فرمایا:۔

"اپنی ذات پر محنت کرنے یعنی اپنی زبان پر محنت، اپنے کانوں پر محنت، اپنی آنکھوں پر محنت، اپنے دل پر محنت، غرض ہر حصہ جسم پر محنت کرنے سے اس درجہ تک پہونچ جائے گا کہ صرف ایک آنکھ

کے جھپکنے سے اس پوری کائنات سے کروڑوں درجہ زیادہ قیمتی جنت عطا کی جائے گی، آپ جا رہے ہیں، سامنے سے غیر محرم عورت پہ نگاہ پڑی، دل نے کہا، بس اب اگر آنکھ اٹھاؤ گے تو برباد ہو جاؤ گے آنکھ دوسری طرف پھر گئی، اس ایک بار کے پھرنے سے اللہ رب العزت وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ تصور نا ممکن، اُن عطا کی جانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر اس دنیا میں آ جائے تو پوری دنیا، حاصل کرنے کے لئے لڑے۔"

باتیں دل میں اترتی چلی گئیں، اپنے آپ ندامت ہوئی کہ زندگی یونہی گزر گئی، جس طرح اب تک گزری تو کیا ہوگا؟ آٹھ سے دس ہزار کا مجمع جس طرف نظر اٹھتی انسان ہی نظر آئے وہ انسان جو محض اللہ کی خاطر اتنی دور دراز جگہوں سے سفر کر کے صعوبتیں جھیل کر اس ویرانے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔

مولانا نے فرمایا،

"محض اللہ کی خاطر یوں جمع ہونے والوں پر اللہ کے فرشتے آسمان سے زمین تک حلقہ بناتے اور سلامتی بھیجتے ہیں، اللہ کرے لوگ آج دنیا میں صرف اللہ ہی کی خاطر جمع ہوا کریں تاکہ اللہ کی رحمتیں اس زمین پر اتریں اور انسان سکونِ قلب سے ہمکنار ہوں۔" آمین،

اس مجمع میں امیر بھی تھے، غریب بھی، چھوٹے بھی تھے بڑے بھی، بچے بھی تھے بوڑھے بھی، پنجابی بھی تھے، سندھی بھی، سرحدی بھی تھے، بنگالی بھی، عرب سے آئے ہوئے بھی تھے، ہندوستان سے بھی، ملوں والے بھی تھے اور خوانچہ فروش بھی، دینی مدارس کے طلبا بھی تھے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علم بھی، غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر جمع ہو گئے تھے جس کو مسجد میں جگہ نہ مل سکی، وہ باہر ہی بیٹھ گیا، خواہ امیر تھا یا غریب، کوئی نمائش گاہ نہ تھی، کوئی تین تین چار چار رنگ برنگے بڑے بڑے پوسٹر نہ تھے کوئی پچھلی کارگذاریوں

کے بیان نہ ہوئے، بس ایک ہی تڑپ تھی کہ ہم سدھر جائیں، تو سب ٹھیک ہو جائیگا سب کو اپنی ذات کی کوتاہیوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کا احساس تھا دوپہر کو الگ الگ حلقوں میں بٹ کر تعلیم ہوئی۔ سُنا گیا کہ نماز کیا ہے۔ دعا کیا ہے، نماز یُوں پڑھنے سے کیا ملے گا، اور جن لوگوں نے یوں پڑھی انہوں نے کیا پایا، دعاؤں سے کیا ہوتا ہے، جس طرح دعا مانگنے کا حق ہے اس طرح مانگی جائے تو کیا ملنا ہے اور اس طرح جنہوں نے مانگی انہوں نے کیا پایا پچھلوں کے تذکرے تھے، دولت والوں کا تذکرہ آیا تو قارون و ہامان کی دولتوں کے نقشے بتائے گئے عزت کا ذکر ہوا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے واقعات بتائے گئے، فاقوں کا ذکر چھڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بتلائی گئی، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والوں نے کیا کھویا اور کیا پایا یہ معلوم ہوا، دو گھنٹے کی تعلیم کے بعد کھانے اور نماز کا وقت ہوا، ایک طرف کھانے کا انتظام کیا گیا تھا دوکانداروں نے دوکانیں بھی لگائی ہوئی تھیں جس کا جہاں جی چاہا کھا لیا اجتماع والوں کی طرف سے کھانے کا کوئی پیسہ نہ لیا جاتا عصر کی نماز کے بعد لائل پور کے مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہوا، تھوڑے سے وقت میں بہت کچھ سمجھا دیا گیا اللہ تعالیٰ نے بولنے کا خوب ملکہ دیا ہے، سن کر وجدانی کیفیت پیدا ہونے لگی، بتایا گیا کہ:۔

> "انسان جب اپنے آپ محنت کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچتا ہے، کہ جس پر اللہ راضی ہو کر اس کے صرف ہاتھ پاؤں اٹھنے پر ہی فیصلے فرما دیتے ہیں، تو دنیا میں کیا ہوتا ہے، دنیا اس طرح اس کے پیچھے آتی ہے آج ہم لوگ دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور وہ ہے کہ ہاتھ ہی نہیں آتی"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کے واقعات سنائے گئے اور کچھ اس انداز سے کہ ایمان تازہ ہو گیا بتایا گیا کہ ان میں سے کوئی

> "انسان جب مرتا تو اس ڈر سے کہ اس کے مرنے کے بعد کہیں فرشتے اسے غسل اور دفن نہ کرنے لگ جائیں، خود نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم عجلت سے غسل دیتے اور جلدی جنازہ لیجاتے ہیں، اللہ کے پاک رسول جنازے کے ساتھ پنجوں کے بل چلتے ہیں، پوچھنے پر فرمایا جاتا ہے، کہ اتنے فرشتے آسمان پر سے اتر کر ساتھ ہو لئے کہ پورا پاؤں رکھنے کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

مغرب کے بعد عرب سے آئے ہوئے ایک اللہ کے بندے کا بیان شروع ہوا زبان عربی تھی، لہجہ انتہائی خوب صورت، جی چاہتا کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بولتا رہے، مترجم صاحب بیٹھ گئے یوں گھنٹے دین کے مختلف پہلوؤں پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتے رہے، عدل و انصاف، معاشرت و معیشت اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کی دعوت کے پھیلاؤ پر معلوماتی تقریر کی،

رات کے خطاب میں مولانا محمد یوسف صاحب کا بیان ہوا لاہور اور قریب ہر شہر کے مختلف حلقۂ فکر کے علماء کرام موجود تھے مولانا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی کھانسی اور نزلہ کا دور رہا لیکن دین کی محبت کچھ اس طرح غالب آئی ہے، کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلسل بولتے ہیں، عام اجتماع ہو یا خاص، شہری حضرات کے اجتماع میں بولنا ہو یا میواتی حضرات میں، اس بولنے اور پوری طاقت سے بولنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی بتایا جاتا رہا کہ:۔

"نمرود کی خدائی پوری قوت سے اس کوشش میں لگی رہی کہ آج کی رات کسی بچے کے وجود کی بنیاد نہ پڑے تمام ملک کے مرد اور عورتیں الگ الگ کر دی گئیں، پہرے دار بٹھا دیئے گئے، لیکن ہوا کیا اللہ کے حکم کے مطابق جو کام ہونا تھا ہو کے رہا، دشمن کے گھر ابراہیم علیہ السلام پل رہے ہیں تو اللہ تعالٰے جب کرنے پر آتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔" موسٰی علیہ السلام اور فرعون کے واقعات بتائے جاتے ہیں، ایک طرف اس دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کی بے بسی، دوسری طرف اللہ تعالٰی کی

عظمت دل میں یہ سب کچھ یوں نقش ہوتا رہا جیسے ہونے کا حق ہے، آخر کیوں نہ ہو کہنے والا پورے یقین سے کہہ رہا ہے زبان کے ساتھ دل کی گہرائیوں کی آواز شامل ہے بتایا جارہا ہے کہ :-

"اگر کوئی فاسق اور جھوٹا شخص تمہارے پاس اس قسم کی خبر لائے کہ کوئی گروہ یا فرد تمہارے مال اور جان کے بارے میں بُرے ارادے کر رہا ہے، تو اس امر کے باوجود کہ اس کا جھوٹا ہونا تمہارے نزدیک مسلم ہے، تم اپنے مال اور جان کی فکر میں لگو گے لیکن جس اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا یہ ایمان ہے کہ سچے نبی ہیں، اگر اس ایمان میں کچھ بھی کمی ہے تو ہم مسلمان ہی نہیں، وہ فرمارہے ہیں کہ اے لوگو! اس دنیا کی حقیقت کچھ بھی نہیں، اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں، مردہ بکری کے بچے کے برابر بھی نہیں جو کچھ بھی ہے آخرت کی زندگی ہے اس کے لئے کچھ کرلو ورنہ اس ختم نہ ہونے والی زندگی تڑپو گے لیکن یقین کر ہمیں یقین نہیں آتا کیوں ؟ اس لئے کہ اس دنیا کے مال و اولاد ہمارے مشاہدے میں ہیں، اور آخرت کی زندگی غیب میں بس اسی کا نام ایمان بالغیب ہے جب دیکھ لیا تو غیب کہاں رہا"

رات کے گیارہ بجے تک یوں ہی دین و ایمان کی باتیں ہوتی رہیں، نماز پڑھی ایک ہی صف میں ہر درجے، ہر زبان، ہر عمر اور مختلف رنگ و نسل کے دینی بھائی اللہ کے حضور یوں کھڑے ہوئے جیسے ان کا وجود ہی نہیں رہا ہے، چاروں طرف ایک سناٹا، امام صاحب ان سب کی طرف سے اللہ کے حضور عرض گزار رہے ہیں بارہ بجے کچھ آرام کی فکر میں لگ گئے کچھ اللہ سے باتیں کرنے میں، ۴ بجے آنکھ کھلی آگے پیچھے، دائیں بائیں بہتوں کو کھڑے پایا، اللہ اکبر، کیا سرور ہے اس کھڑے ہونے میں ۔

۲۲ر کی صبح نماز کے بعد پھر تقریر ہوئی، دوپہر کو تعلیمی حلقے بنائے گئے عصر کے

بعد ہندوستان سے آئے ہوئے علی گڈھ یونیورسٹی کے گریجویٹ اور پھر علم دین سے پورے مولوی محمد عمر صاحب کی تقریر ہوئی، خوب سلیقے سے بیان فرماتے ہیں تھوڑے سے وقت میں ہر انداز کا خوب مواد ذہنوں میں بسایا کہ زبان اللہ کی عظمت کے ترانے خودبخود گانے لگے،

غرض اسی طرح یہ تین دن کا روح پرور اجتماع چلتا رہا، احساس دلایا جاتا رہا کہ سب بگاڑ اپنی ذات میں ہے، اگر یہ درست ہوجائے تو سب درست ہوجائے گا،

آخری روز اللہ کے راستہ میں اپنی ذات پر محنت کرنے کے لئے جن لوگوں نے وقت دیئے ان کی تشکیل جماعتوں کی شکل میں ہوئی ہر جماعت میں آٹھ سے بارہ تک اللہ کے بندے جمع کر دیئے گئے سو کے قریب جماعتیں بن گئیں، جنکو ملک کے کونوں کونوں میں بھیجا گیا تاکہ ان فانی چیزوں سے کچھ دیر کے لئے کٹ کر آدمی اپنی ذات پر محنت کر سکے، ہر جماعت کا ایک امیر مقرر کر دیا گیا، اپنے اپنے بستر، اپنا اپنا خرچ اور اپنی اپنی ذات پر محنت کرنے کا جذبہ، اور دوسرے بندوں تک اللہ کی بات پہونچانے کی فکر، یہ سب منظر اس قدر روح کو بالیدگی بخشتے رہے کہ سینکڑوں وعظ بھی یہ نہ کر سکیں اختتام پر دعا ہوئی، مولانا محمد یوسف صاحب نے دعا فرمائی، اپنے گناہوں کی توبہ مغفرت، آخرت کی سرخروئی، دین کی عظمت، تمام انسانوں کے لئے ہدایت طلبی، یہ سب باتیں اللہ سے کی طلب کی گئیں دعا یوں مانگی گئی، جسطرح مانگنے کا حق ہوتا ہے، کوئی آنکھ نہ تھی جو نہ روئی ہو، کوئی زبان نہ تھی جو نہ ہلی ہو کوئی دل نہ تھا جو پھٹ پڑنے پر نہ آیا ہو، بس ایک ہی احساس تھا کہ اتنی زندگی جو گذری ناکامی میں گذر رہی، میں ہی سراپا معصیت ہوں، سب برائیاں مجھ ہی میں ہیں، اے اللہ ان سب کوتاہیوں کو معاف فرما اور میری زندگی کو اپنے راستے پر لگا دے، اس طرح ۲۳ر کی دوپہر کو یہ مبارک اجتماع ختم ہوگیا، لہ

لہ رائے ونڈ کے اجتماع کا حال "شہاب" لاہور ۴ر اپریل سے ماخوذ ہے۔

حضرت جی علیل ہو گئے

اتنے طویل سفر اور اتنی سخت محنت سے اچھا تندرست آدمی بھی بیمار ہو جائے گا، چنانچہ حضرت جی کو تھکن کافی ہو گئی تھی دو دن سے قبض بھی چل رہا تھا، نزلہ، کھانسی، کمر میں درد بھی شروع ہو گیا ۲۴ر مارچ کی صبح کو ڈاکٹر اسلم صاحب نے نبض دیکھی حال دریافت کر کے حضرت کو علاج کے لئے آمادہ کیا، آپ نے انجکشن لگوانا منظور فرما لیا، گولیاں ناشتہ کے وقت تجویز ہوئیں، ڈاکٹر نے انجکشن لگایا، آپ نے تھوڑی دیر آرام کیا، مگر چین کہاں تھا فوراً ہی پرانے احباب کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور ایک گھنٹہ بیان فرما کر ملکوں میں کام کرنے والوں کی تشکیل فرمائی حضرت نے اپنے ہاتھ سے نام لکھے سب ہی حضرات نے ملکوں میں کام کرنے کے لئے اپنے نام پیش کئے، اس میں دو گھنٹہ صرف ہو گئے دعا فرمائی اور کھانا کھا کر آرام فرمایا، مگر نیند نہیں آئی ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھی، پھر بذریعہ کار لاہور آ کر بلال پارک میں قیام فرمایا یہاں لاہور کے احباب نے مغرب کے بعد بیان کرایا،

۲۵ر مارچ کو ناشتہ سے فارغ ہو کر بذریعہ ریل نارووال کے لئے روانہ ہوئے دن بھر سفر کے بعد بذریعہ کار شام کو نارووال پہونچے، اس گاؤں میں اجتماع تھا یہاں سیالکوٹ سے آ کر میواتی جمع ہو گئے تھے، طبیعت تو خراب چل ہی رہی تھی داڑھ میں اور تکلیف ہو گئی، بولنے میں اور زیادہ تکلیف ہوتی تھی وہاں سے آ کر آرام فرمایا، حکیم ضیاء الدین صاحب سرگودھا والوں نے یونانی علاج شروع فرمایا دونوں وقت جوشاندہ داڑھ پر مالش کچھ معجون وغیرہ کھلانا بھی تجویز ہوا، اس دن قدرے آرام ملا مگر پھر ظہر کے بعد بیان ہوا، بیعت بھی کیا یہ سب کام حضرت نے طبیعت پر جبر کر کے کیا رات کو قیام کر کے صبح کو کار سے روانہ ہوئے اور جمعہ گوجرانوالہ میں پڑھا، اور بیان فرمایا شام کو لاہور تشریف لائے یہاں بھی دو دن کا اجتماع تھا اسی حال میں یہاں بھی کام کیا،

رائے ونڈ کا قیام :- ۲۷ر مارچ کو دوپہر کے وقت پھر رائے ونڈ کے حضرات لے

گئے وہاں دن میں احباب سے انفرادی گفتگو فرمائی، حکیم صاحب نے بھی اپنا علاج جاری رکھا ۳۱ر مارچ کو ہندوستان کی واپسی کے لئے ٹکٹ بھی خرید لئے گئے تھے لاہور سے بدھ کے دن روانہ ہو کر جمعرات سہارن پور قیام کر کے جمعہ نظام الدین میں پڑھنے کا پروگرام بن چکا تھا مگر رائے ونڈ کی شوریٰ نے ہاتھ پیر پھیلائے، اور حضرت کو مجبور کیا کہ دو دن مزید قیام کیا جائے، چنانچہ مولانا انعام الحسن صاحب کے مشورہ کے بغیر ہی حضرت نے فیصلہ کر دیا کہ بدھ کی روانگی ملتوی جمعہ کے دن جانا ہے، اس فیصلہ کا بوجھ سب پر پڑا مگر کیا کیا جاتا مقدر یہی تھا،

۲۸ر مارچ کو رائے ونڈ میں ناشتہ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا آج میری طبیعت خراب ہے بولا نہیں جاتا، لیکن ایک ضرورت سے بول رہا ہوں، کان کھول کر سن لیجئے، سب احباب کو نام لے کر بلوایا، اس وقت فرمایا،

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مشکلات اور مصیبتیں جھیل کر امت تیار کی ہے ملکی جذبہ، خاندانی عصبیت جب زندہ ہوتی ہے، تو امت ٹوٹ جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں کس قدر تباہی آئی، جنگ جمل، جنگ صفین، میں آپس میں کس قدر خون ہوئے"

اس وقت حضرت نے قوموں کے عروج و زوال کے بہت سے واقعات سنائے، اور بتلایا کہ آپس میں تفرقہ کس طرح پیدا ہوتا ہے، اپنے آپ کو قربان کر کے دوسروں کو آگے بڑھانا اور اخلاق و محبت کے واقعات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا کہ امت کے ٹوٹنے سے دین ختم ہوتا ہے اس جگہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رح کا واقعہ بیان فرمایا:-

"ایک دفعہ حضرت مدنی رح حضرت رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث کے مکان پر موجود تھے فسادات کا زمانہ تھا لوگ پاکستان جا رہے تھے

حضرت مدنیؒ سے دریافت کیا گیا، حضرت مسلمان تباہ ہو رہے ہیں اب ہم کیا کریں؟ حضرت مدنیؒ نے فرمایا جس کو ملک مال عزت چاہیئے وہ تو جائے پاکستان، مجھے تو میرے بھائی مدینہ منورہ بلانے پر اصرار کر رہے ہیں، مگر میں تو اس امت کے لئے یہاں مرنا چاہتا ہوں"

یہ فرما کر حضرت جی رو پڑے اور سارا مجمع بھی رو پڑا، پھر پرانے احباب کو نام لے لیکر خوب ڈانٹتے رہے، اس کے بعد تشکیل فرمائی، سارے پرانے احباب کے تین چلے لکھوانے پر زور لگایا سب نے نام لکھوا دئے، دو گھنٹہ کے بعد مشوروں کے لئے مجلس ہوئی، اس میں ہر ایک کو جانے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت جی کی طبیعت برابر خراب چل رہی تھی مگر مصروفیت تھی کہ ختم نہ ہوتی تھی، رات کو کھانسی زور پکڑتی تھی، تو گھنٹوں نیند غائب رہتی تھی ۳۰ر مارچ کی صبح کو بیان فرمایا، ہدایات تعلیم فرمائیں، اور سب پرانوں کی جماعتوں کو روانہ فرمایا، میاں جی عبداللہ صاحب نے مصافحہ کر کے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا، اسی طرح میاںجی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ کیا

مشورے ختم ہو چکے تھے اب سب احباب کو یہ فکر ہوئی کہ حضرت کو آرام کرانا چاہیئے، مگر آرام کہاں ملتا، اب انفرادی گفتگو کا نمبر آیا، مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی اور مولانا سہیل صاحب عبدالمقیت صاحب نے حیاۃ الصحابہ کو مروجہ عربی میں مع اعراب کے ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی، سب باتیں چل رہی تھیں مگر حضرت جی کی بے چینی بھی بڑھ رہی تھی، جب کبھی استنجا یا وضو فرماتے تو قاری عبدالرشید خورجوی سے فرماتے ہندوستان چلنا ہے، یہ سب تو یہاں رہ جائیں گے، ہمیں تمہیں چل کر وہاں کام کرنا ہے، وہاں کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔

لاہور میں آمد اور علالت:۔ یکم اپریل کو ۱۹۶۵ء رائے ونڈ سے ظہر کے بعد چل کر

عصر سے قبل بلال پارک لاہور میں قیام فرمایا نماز سے قبل چائے نوشی فرمائی، وضو کر کے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا فرمائی، عصر کے بعد لاہور کے چند خواص اور علماء تشریف لائے ہوئے تھے ان سے مغرب تک بات چیت فرمائی مغرب کی نماز اسی مجلس سے اٹھ کر مسجد میں ادا فرمائی جائے قیام پر واپس آکر اوّابین کی نفلیں دیر تک پڑھتے رہے تھکن کافی ہو گئی تھی بستر پر لیٹ گئے چند منٹ کے بعد چند خاص حضرات تشریف لے آئے، بستر پر بیٹھ کر ان حضرات سے ۳۰ منٹ تک گفتگو فرمائی، اسی اثناء میں قاری عبدالرشید صاحب نے بغیر دودھ کی چائے پیش کی پہلے انکار فرمایا مگر ایک گھونٹ کے پینے پر لیٹ۔ آگئی فرمایا ان حضرات کو بھی پلاؤ، جب یہ حضرات اٹھ کر آگئے، تو لاہور کے احباب آ گئے کہنے لگے، حضرت مسجد اوپر نیچے بھر گئی ہے لاہور شہر کے خواص اور عوام بھی جمع ہو گئے ہیں چلیے، اور بیان فرمایئے حضرت نے فرمایا مولوی محمد عمر صاحب کا بیان ہی کافی ہے۔ مگر دوستوں نے کہا حضرت آخری تقریر اور دعا آپ کی ہو گی پھر نہ معلوم کب آپ کا آنا ہو، کل آپ تشریف لے جا رہے ہے حضرت نے فرمایا "آج تو بالکل ہمت نہیں ہو رہی ہے" مولانا انعام الحسن صاحب سے دریافت فرمایا تو جواب دیا، اگر ایسی بات ہے تو تقریر نہ فرمایئے ا

چند اشارے

میاں جی عیسیٰ قریشی صاحب کے قریب بیٹھے تھے کمر کو سہارا دے کر ان دونوں بزرگوں نے اٹھایا فرمایا "بھائی ہماری تو منزل پوری ہو چکی ہے" مولانا نے فرمایا "ابھی کہاں" ابھی تو ملکوں کا فیصلہ کرنا ہے روس اور امریکہ کے نقشے بدلوانا ہیں ہند میں اسلام کی نشر و اشاعت کرنی ہے" حضرت نے فرمایا "پالیسی مکمل ہو چکی ہے۔ کام کرنے والے کرتے رہیں گے"

پھر فرمایا "بڑے حضرت کی عمر کیا تھی؟" مولانا نے جواب دیا "۶۲ سال" پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا عمر ہوئی تھی؟ عرض کیا "۶۳ سال" اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی ؟" عرض کیا "۶۳ سال" - اس کے بعد فرمایا "اور ہماری عمر تو اڑتالیس یا اونچاس سال ہی کافی ہے" تھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا "۶۳ سال ، ٹھیک ہے" مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا "یہ کوئی مشورہ کی بات تو ہے نہیں جس کا وقت آئے گا ، چلا جائے گا"

اس کے بعد حضرت جی تقریر کے لئے تشریف لے گئے ، سامنے مولوی شمس الدین صاحب آئے تو فرمایا تم ہندوستان چھوڑ کر آ گئے ؟ وہ خاموش رہے تو فرمایا "وہاں تو حضرت شیخ الحدیث ہی کافی ہیں"

آخری اوقات

اس دن بارش ہوئی تھی ہوا سرد چل رہی تھی اس لئے محراب کے قریب کرسی رکھی گئی ، اندر مجمع خوب بھرا ہوا تھا کہ گذرنے کا کوئی راستہ نہ تھا ، بیان شروع فرمایا ، آواز میں پستی بولنے میں تکلف تھا ایک گھنٹہ تک بیان فرماتے رہے ، بیان میں پسینہ اور بے چینی شروع ہوئی رومال سے پسینہ صاف کرتے سر پہ سے ٹوپی کبھی اتارتے اور کبھی رکھتے ایک ہیئت پر بیٹھنا مشکل ہوا تو مختلف ہیئتیں بدلنے لگے اسی اثناء میں قاضی عبدالقادر صاحب نے کھڑے ہو کر کان میں فرمایا "آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے تقریر بند کر دیجئے ، آرام کر لیجئے" ! فرمایا "تشکیل رہ جائے گی" چنانچہ اسی حال میں تشکیل فرمائی - کوئی نام دیتا تو دعائیہ کلمات ارشاد فرما دیتے ، تیس منٹ کے بعد عبدالحمید بوری صاحب کے صاحبزادے کا نکاح پڑھانا تھا ، گئے اور مختصر نکاح کی تقریر بھی فرمائی ، پھر دعا فرمائی اور اٹھ کر جائے قیام پر تشریف لے جانے لگے ، بستر کے قریب آ گئے تھے فرمایا "مجھے سنبھالو بھائی یعقوب صاحب کے مکان کی دوسری چوکھٹ سے بیہوش ہو گئے تھے اتنے میں احسان قریشی صاحب نے آواز دی ، بھائی یعقوب اور قاری عبدالرشید صاحب پہونچے ، گود میں اٹھا کر بستر پہ لٹا دیا ، نبض بند تھی ، پسینہ چھوٹ رہا تھا چند منٹ بعد ہوش آ گیا ، فرمایا "میں بیہوش

ہو گیا تھا، اب ہوشیار ہو گیا ہوں" دریافت فرمانے لگے" مجھے کیا ہو گیا تھا؟" قاری عبدالرشید نے عرض کیا حضرت گرمی کی وجہ سے چکر آگئے تھے، مولانا پھر بے قابو ہو گئے اور خاموش قریب بیٹھ گئے، حضرت کی خبر سن کر سب لوگ آگئے، حکیم ضیاء صاحب کے شاگرد حکیم احمد حسین صاحب کی جیب میں جواہر مہرہ تھا نکال کر دودھ کے ساتھ کھلایا اس سے کچھ طبیعت سنبھل گئی، نوراً قریشی صاحب نے حاجی محمد افضل صاحب، ڈاکٹر کرنل ضیاء الدین صاحب (جو لاہور میں دل کے امراض کے پرانے تجربہ کار ڈاکٹر ہیں) ڈاکٹر اسلم صاحب کے مشورہ سے بلانے بھیجا آدھ گھنٹہ کے بعد ڈاکٹر صاحب آگئے، انہوں نے آکر نبض دیکھی، خون کا دباؤ وغیرہ دیکھا کچھ دیر خاموش رہ کر کمرے کے باہر آکر فرمایا" دل کا زبردست اٹیک تھا یہ معجزہ یعنی کرامت ہوئی کہ اس حملہ سے بچ گئے پیشاب کا خطا ہونا بھی اچھا ہوا، فوراً ان کو ہسپتال میں داخل کیجیے، حرکت بالکل نہ ہو، پانی کا استعمال بھی بند، نماز تیمم اور اشارے کے ساتھ پڑھوائیں کپڑے اُڑھا دیے تھے، پسینہ کم ہوا تو بجا آگیا تھا. بار بار فرماتے سینے میں جلن ہو رہی ہے، حکیم صاحب نے خمیرہ منگوا کر کھلایا کچھ نیند آئی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آنکھ کھلتی تھی، فرماتے مجھے پاک کرادو تاکہ عشاء کی نماز ادا کر دوں" مگر ڈاکٹر صاحب کے فرمانے کی وجہ سے یہ پاک کرانے والا مسئلہ بڑا اہم بن گیا تھا، سارے حضرات اس غور فکر میں پڑ گئے کہ یہ مسئلہ کس طرح حل ہو کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی، قاری عبدالرشید صاحب نے عرض کیا" مجھ کو اجازت دیجیے میں انشاء اللہ حضرت کو بغیر حرکت دیے پاک کرادوں گا" مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا" اچھا" رات کے ڈھائی بج چکے تھے، چنانچہ پاک کرایا گیا، تیمم کرایا، لیٹ کر اشارے سے جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر فرمایا اب سو کر کیا کروں گا صبح کی نماز پڑھ کر ہی آرام کروں گا، بندہ[۱] نے عرض کیا، حضرت آپ سو جائیں بے فکر رہیں صبح کی نماز پڑھوائی جائے گی، ڈاکٹر صاحب نے نیند کا

[۱] مراد قاری عبدالرشید صاحب

ایک انجکشن بھی لگا دیا، حضرت سو گئے، صبح کو اذان کے وقت بیدار ہوئے فرمایا، "مجھے جلدی سے نماز پڑھواؤ" چنانچہ تیمم کرا کر نماز پڑھوادی، حکیم صاحب نے دودھ کے ساتھ دوا کھلا دی، پھر سو گئے تقریباً دو گھنٹہ سوئے آنکھ کھلنے پر چائے طلب فرمائی زیادہ دودھ کی چائے، چائے دانی کی ٹونٹی سے پلائی، دوبارہ اور طلب کی دوسری پیالی پی کر پانی مانگا، معمولی چھالی اور تمباکو کے ساتھ پان کھلایا مجھ سے فرمایا "ہندوستان چلنا ہے آج کی سیٹیں کیوں ملتوی کرادیں" میں نے عرض کیا "حضرت بہت جلد چلنا ہے، صرف آج آپ آرام کرلیں کل کو جانے کی بات ہوجائے گی، ڈاکٹر بھی اجازت دے دیگا" پھر فرمانے لگے "تم لوگ تو رُک گئے یہ قریشی صاحب مجھ سے پھر تقریر کرائیں گے" میں نے عرض کیا، نہیں حضرت اب آپ سے کوئی تقریر نہیں کرائے گا، فرمایا "اگر تقریر نہ کرائی تو یہ خواص کو لا بٹھائیں گے اور ان سے بات کرنے کے لئے کہیں گے یا پھر میرا ہی دل چاہنے لگا تو کیا ہوگا"

میں نے عرض کیا، میں کسی کو نہ آنے دوں گا، مفتی زین العابدین صاحب آگئے مزاج پرسی فرمانے لگے تو فرمایا "لوگ کہتے ہیں کہ دل کا دورہ ہوا کرتا ہے مگر میرا تو دل ہی نہیں ہے دورہ کیا ہوگا" میں نے تمام حضرات سے کہا اب تشریف لے جایئے حضرت کو آرام کرنا ہے سب چلے گئے حضرت چادر اوڑھ کر سو گئے

دس بجے کے قریب ڈاکٹر کرنل ضیاء الدین صاحب پھر آتے دیکھا، تو فرمانے لگے اللہ کا فضل ہے کہ طبیعت صحت کی طرف مائل ہے وہ یہ کہہ کر چلے گئے ان کی تجویز شدہ دوا ڈاکٹر اسلم صاحب نے کھلانا شروع کردی گیارہ بجے استفسار کیا پھر چائے طلب فرمائی، ڈاکٹر صاحب نے روکا بجائے چائے دودھ دیں یا زیادہ دودھ کی چائے اور ڈبل روٹی کے توس کھلائیں، اس کے بعد ایک ہلکا سا پان بھی کھلایا پھر فرمانے لگے "تم لوگوں نے اسکو بیماری اور دل کے درد

کا مسئلہ ہی بنالیا ہے ہمارے نزدیک تو یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، ہم تو مطمئن ہیں بس آخرت کا فکر ہے کہ کیا ہوگا "سب لوگ باہر گئے اور نیند آگئی،

سہارن پور کو روانگی کے ملتوی ہونے کا تار دے دیا گیا تھا کہ چند ایام آرام کرکے جائیں گے، مولانا انعام صاحب سے جمعہ کا غسل کرنے کے لئے فرمایا کچھ دیر کے بعد مولانا غسل کرکے تشریف لائے، جمعہ کی اذان ہوچکی تھی حضرت کی آنکھ کھلی تو فرمایا "مجھے ظہر پڑھواؤ"

ڈاکٹر اسلم صاحب نے مجھے گولیاں دیں کہ ان کو آدھ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے فصل سے کھلاؤ، میں نے جیب میں رکھ لیں سوچا تھا کہ جمعہ پڑھ کر کھلاؤں گا، وضو کرکے جمعہ کی نماز پڑھنے جارہا تھا کہ قریشی صاحب نے اوپر سے آکر دریافت کیا "گولیاں کھلادیں؟"

میں نے عرض کیا "نماز کے بعد کھلاؤں گا"

انہوں نے تقاضہ کیا ابھی کھلاؤ،

میں نے شیشی ان کے ہاتھ میں دیدی، انہوں نے ڈاکٹر اسلم کی ہدایت کے مطابق دو گولیاں نکال کر مجھے دیں کہ ان کو فوراً کھلادو، میں نے پیالی میں دودھ لیا اور گولیاں لے کر حضرت کے پاس آیا، عرض کیا حضرت یہ کھا لیجئے، کچھ توقف کے بعد فرمایا اچھا لاؤ دو گولیاں حلق میں ڈالیں، اوپر سے دودھ پیا، بمشکل وہ نیچے اتریں میں نے عرض کیا تھوڑا سا دودھ اور لیجئے، کیونکہ رات سے کچھ کھایا نہیں ہے فرمایا لاؤ، چنانچہ ایک پیالی دودھ پیش کیا گیا، بس حضرت کی یہ آخری غذا تھی،

رفیق اعلےٰ سے ملاقات

مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھادی، سب لوگ مسجد میں چلے گئے، خطبہ شروع ہونے کو تھا کہ قریشی صاحب نے صحن مسجد میں کھڑے ہوکر ڈاکٹر اسلم صاحب کو آواز دی میں نے ان کو اشارہ سے منع کیا کہ نماز کے بعد آئیں گے ادھر

حضرت پر سانس کا دورہ شروع ہو گیا نماز ختم ہوئی تو بھائی خدا بخش صاحب نے پکارا، ڈاکٹر صاحب! مفتی صاحب! قاضی صاحب! جلد آئیے"

احباب دعا مانگتے ہوئے دوڑے، تو حضرت کو سانس زور سے آرہا تھا، حافظ صدیق آئے تو کہنے لگے حضرت! بلغم اٹک رہا ہے، ڈاکٹر اسلم صاحب آئے، تو فرمایا "ہسپتال لے چلو آکسیجن کی ضرورت ہے" قاضی صاحب نے آکر دیکھا تو فرمایا، حضرت قرآن پڑھیئے!" حضرت نے فرمایا تم بھی پڑھو، پھر ڈاکٹر اسلم صاحب نے فرمایا ہسپتال لے چلو!

حضرت نے فرمایا وہاں عورتیں ہوں گی، یہاں لاکر لگا دو

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس کی مشینیں یہاں لانا مشکل ہے مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اطمینان رکھیں وہاں کوئی عورت نہ ہوگی ہم اس کا انتظام کر لیں گے، بھائی بشیر احمد صاحب آئے دروازہ کھولا، تو حضرت رَبِّیَ اللہ رَبِّیَ اللہ پڑھ رہے تھے، اس وقت حضرت انگلی اٹھا اٹھا کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ زور سے پڑھتے، کلمہ شہادت پڑھتے مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا ہسپتال چلیئے تو فوراً پاجامہ پہنا اور مع بستر کے سب نے آہستہ سے اٹھایا اور قریشی صاحب کی کار میں پچھلی سیٹ پر لٹا دیا حضرت خود ہی زور لگا کر ادھر ہو گئے، مولوی محمد الیاس صاحب سیٹ کے نیچے بیٹھ گئے بندہ مفتی صاحب بھائی بشیر احمد صاحب بھائی گلزار کی کار میں بیٹھ کر حضرت کی کار کے آگے چلدیئے تا کہ ڈاکٹر ضیاء صاحب سے ملاقات کرکے خبر دیں، اور ہسپتال میں آکسیجن وغیرہ کا جلد انتظام کرائیں، حضرت کی کار بھی چل پڑی تھی،

ریل کے پھاٹک سے گذر کر گڑھی شاہو کے قریب حضرت نے فرمایا کتنی دور ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، آدھا فاصلہ باقی ہے اس کے بعد حضرت رح پست آواز سے کلمہ پڑھتے رہے لَا اِلٰہَ صاف اور اِلَّا اللہ رُک رُک کر سنائی دے رہا تھا کہ اتنے میں آواز لڑکھڑانے لگی۔ آواز بند ہوگئی آنکھیں

پھرا گئیں، زبان دانتوں کے درمیان آکر رک گئی، ناک اور منھ سے رطوبت، جھاگ اور بلبلوں کی طرح نکلنے لگی مولانا انعام الحسن صاحب نے سورۂ یٰسین شروع فرمادی، روح مبارک پرواز کرچکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

وصال کے بعد

جو جان اللہ کی راہ پر ۱۲ ریرس سے کھپ رہی تھی آج وہ ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سوگئی، مولانا نے فرمایا واپس لے چلو، مگر ڈاکٹر اسلم نے فرمایا آکسیجن دیکر دیکھ لینا اچھا ہے، چنانچہ ہسپتال پہونچے، بندہ نے کار کا دروازہ کھولا تو حضرت جاچکے تھے، اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ پڑھ کر روتا ہوا حضرت کو کار سے اتار کر ہسپتال کی گاڑی پر لٹا کر اندر لے چلے فوراً ہی ڈاکٹر منیر صاحب نے آکیجن دیا ایک انجکشن بھی لگایا اور بہت زور زور سے سینہ دبانا شروع کیا، پانچ منٹ تک آکسیجن دیا کہ شاید حرکت ہوجائے، مگر وقت موعود آچکا تھا ڈاکٹر منیر صاحب نے پھر نبض کو دیکھ کر فرمایا اب کوئی گنجائش نہیں ہے بس یہ سننا تھا کہ سب رونے لگے حافظ صدیق صاحب تو بے قابو ہوکر مولانا انعام صاحب کے سامنے آکر معافی مانگنے لگے ان سے چپٹنے کا عزم کر رہے تھے میں نے حضرت کے پاس سے ہٹا کر ان کی کمر پکڑ کر علیحدہ کیا تاکہ مولانا کی طبیعت بے قابو نہ ہوجائے میں حضرت کے سرہانے کھڑا تھا، اور ان کی ناک سے جو رطوبت نکلتی تھی، اس کو صاف کرتا تھا

مولانا انعام الحسن صاحب نے بھائی بشیر سے فرمایا "بھائی جلدی سے بلال پارک لے چلو، کہیں یہ لوگ پوسٹ مارٹم نہ کرنے لگیں" بھائی بشیر صاحب چلے، قریشی صاحب اپنی کار میں بیٹھے رو رہے تھے بہت ہی پریشان تھے ان سے کہا حضرت کو بلال پارک لے چلنا ہے،، پھر مولانا کے پاس آئے تو ان کی طبیعت میں قابو تھا، پھر ڈاکٹر منیر کو تلاش کرکے قریشی صاحب لے گئے، انہوں نے قریشی صاحب کو دوا بھجوائی اور ایمبولینس گاڑی کا انتظام کرایا، جس میں حضرت

کو لٹا دیا گیا، دوسرے ساتھی اس میں بیٹھ کر چلے، تھوڑی دور چلنے کے بعد گاڑی خراب ہو گئی، مگر پھر ٹھیک ہو کر چلنے لگی،

تجہیز و تکفین

بلال پارک پہونچے تو یہاں پورا مجمع کھڑا اور رو رہا تھا سب نے ملکر چارپائی پر لے کر مسجد کے سامنے مدرسہ میں رکھا مولانا انعام الحسن صاحب اپنی جائے قیام پر تشریف لائے میں حضرتؒ کے پاس تھوڑی دیر کھڑا رہا، لوگ زیارت کے لئے قطار باندھ کر دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے مولانا انعام الحسن صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا جلد غسل کا فکر کرو فوراً پانی تیار کرایا، کفن کا جب نام لیا تو بھائی یعقوب صاحب نے اپنے احرام کی چادریں لا کر دیں، دو جگہ سے اور احرام کی چادریں آگئیں نیا ایک تھان بھی آگیا، میں نے اسے پھاڑا، قاری عبدالرحیم صاحب کراچی والوں نے جلد سینا شروع کر دیا، میں نے غسل کے پانی کے لئے جگہ کھودنا شروع کی اتنے میں پانی اور کفن دونوں تیار ہو گئے عصر کی نماز پڑھ کر درسگاہ کے دروازے بند کر کے حضرتؒ کو تختہ پر لٹایا آہستہ سے کپڑے نکالے میاں جی عبداللہ رائے ونڈ والوں نے تھیلی باندھ کر استنجا کرایا طہارت وضو کے بعد اچھی طرح غسل دیا، چارپائی پر کفن بچھا کر لٹایا، میں نے کافور مقام سجود پر لگایا چہرہ کھلا رکھا باقی جسم ڈھک دیا، مغرب سے ذرا قبل غسل سے فارغ ہوئے لوگ لائن لگا کر زیارت کرتے رہے،

مغرب کی نماز پڑھ کر مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لائے میں نے عرض کیا حضرتؒ کو دہلی لے چلنا ہے، مولانا نے فرمایا "بھائی تو جذبات سے کام نہ لے، مفتی صاحب سے دریافت کر لے حضرت جیؒ نے حضرت رائپوریؒ کے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ مجھے کہیں منتقل نہ کرنا مگر یہ وصیت حضرت رائپوریؒ کی تدفین کے اختلاف کو سن کر فرمائی تھی پھر اس کے بعد کوئی ذکر نہیں فرمایا تھا، اتنے میں حافظ صدیق صاحب نے عرض کیا "حضرت شیخ الحدیث

سے دریافت کرلیا جائے"

چونکہ اس وقت مختلف رائے آرہی تھیں لاہوری حضرات تو بہت ہی مُصر تھے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم کے جوار میں دفن کیا جائے، بعض نے رائے ونڈ کے لئے کہا، بعض نے بلال پارک تجویز کیا، نظام الدین کے ساتھی اور رائے ونڈ کے پرانے میانجی حضرات اس پر قائم رہے کہ حضرتؒ کو نظام الدین لے جانا چاہیئے

مفتی زین العابدین نے چار بجے ریڈیو سے اعلان کرایا مگر اس اعلان میں صرف اتنا تھا کہ مولانا یوسف صاحب دہلی والوں کا وصال ہوگیا ہے اس اعلان کو جس نے بھی جس جگہ سنا وہ حضرت جی مرحوم کو نہ سمجھا بلکہ کچھ اور سمجھ لیا، قریشی صاحب نے چودہری عزیزالدین صاحب کے یہاں آدمی بھیجا کہ حضرت شیخ کو خبر کردیں، چنانچہ انہوں نے ٹیلیفون پر صابر صاحب لکڑی کے تاجر کو خبر دی عبدالحفیظ صاحب نے فون کی خبر لے کر حضرت شیخ کو اطلاع دی، اس کے بعد دفن والے مسئلہ پر حضرت شیخ سے معلوم کیا گیا، فرمایا سہولت لانے کی ہو تو نظام الدین ورنہ رائے ونڈ ہی میں دفن کردو

ادھر حافظ صدیق صاحب نے حافظ عبدالعزیز صاحب کو دہلی فون پر خبر کردی یہ اس خبر کو لے کر فوراً نظام الدین آئے منشی بشیر احمد صاحب اور بھائی محمد ہارون صاحب کو خبر دی بس اس خبر پر ان بزرگوں کا جو حال بھی ہوا ہو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، فوراً ابو عیاض صاحب کو بلا کر سہارنپور خبر کے لئے موٹر تیار کیا، یہ تینوں حضرات سہارنپور کو چل دیے تاکہ حضرت کو یہاں لائیں،

لاہور میں نماز جنازہ

لاہور میں حضرت شیخ مدظلہ کی رائے سن کر سب متفق ہوگئے، ۸ بجے عبدالحمید پوری صاحب کو ہوائی جہاز کے انتظام کے لئے بھیجا اور دوسرے احباب بھی ان کے ساتھ گئے، گیارہ بجے رات کو اطلاع ملی کہ جہاز تیار ہوگیا، ۱۲

بجے ہوائی اڈے پر آجائیے گا ادھر عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ہر چہار طرف سے اطلاع ہونے پر لوگ آنے لگے لاہور کے خواص یہاں تک کہ علامہ مودودی صاحب بھی، چند رفقاء کو لے کر آئے مولانا انعام الحسن صاحب سے انہوں نے فرمایا "امت مسلمہ کو بہت سخت نقصان پہونچا ہے" اور بہت ہی قلق و افسوس کا اظہار فرمایا،

۹ بجے جنازہ باہر لایا گیا، مجمع اس قدر کہ چارپائی کو ہاتھ لگانا دشوار قبلہ رُخ رکھا گیا صف آرائی ہوئی جس میں ۳۰ منٹ خرچ ہوئے سولہ ہزار کے مجمع نے مولانا انعام الحسن صاحب کی اقتدار میں نماز جنازہ ادا کی،

مجمع کی کثرت کی وجہ سے جنازہ حاجی بشیر احمد صاحب کے زنانہ میں رکھا گیا مگر لوگ زیارت کے لئے برابر آرہے تھے، تھوڑی دیر بعد پھر اٹھایا گیا، اور مدرسہ میں لاکر رکھ دیا، اور لوگ قطار بناکر زیارت کرتے لگے گیارہ بجے کے قریب حضرت مولانا عبد العزیز صاحب جانشین حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری تشریف لائے انہوں نے نماز پڑھنے کا عزم فرمایا چنانچہ پھر باہر جنازہ لایا گیا، مولانا عبد العزیز صاحب نے نماز پڑھائی، اس مرتبہ بھی پانچ ہزار کے قریب مجمع ہوگا، کہ جس نے مولانا عبد العزیز صاحب کی اقتدار میں نماز پڑھی پھر مدرسہ میں رکھا تھوڑی دیر کے بعد ایک صندوق لایا گیا لیکن وہ صندوق تنگ اور غلط وضع کا بنا ہوا تھا، قاضی صاحب نے دوسرا منگایا، ۱۲ بجے حضرتؒ کو ہوائی اڈے پر لے گئے کافی احباب بھی ساتھ آئے موٹر سے اتار کر رکھا گیا مگر صندوق اب بھی نہ آیا کوئی گھنٹہ بھر کے بعد صندوق آیا ہر طرف رضائی کی تہہ لگائی، پھر حضرتؒ کی لاش رکھ کر بند کر دیا سب احبابوں نے اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے ہوائی جہاز میں رکھ دیا

دہلی آمد اور تدفین

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے پہونچانے والے حضرات کو کافی

دیر تک کام کے بارے میں ہدایات فرمائیں، ہم سات آدمی اس میں سوار ہوئے حضرت ؒ کو ہوائی جہاز کے انجن کے پاس رکھا، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حافظ محمد صدیق صاحب، مولوی محمد الیاس صاحب، میانجی محمد اسحاق صاحب، حاجی احمد مومن جی اور قاری محمد رشید خورجوی ہوائی جہاز میں سوار ہوئے، جہاز میں سوار ہوتے ہوئے مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا ۔

"سب کی جوڑی موجود ہے میری نہیں ہے"

جہاز ایک بج کر ۵ ۲ منٹ پر روانہ ہوا مولانا محمد عمر صاحب نے حیاۃ الصحابہ کھول کر پورے راستے سنائی ۲ بجکر ۳۰ منٹ پر جہاز پالم ہوائی اڈے پر پہونچا یہاں دہلی اور نظام الدین کے کافی احباب کاریں لے کر اور ایک ٹرک لے کر کافی دیر سے انتظار میں تھے اپنے احباب نے ہی ہوائی جہاز سے صندوق اتارا ملازمین جہاز نے بخوشی اندر آنے کی اجازت دے دی تھی، کسٹم پر سے گزر کر صندوق ٹرک پر رکھا گیا، ہم سات آدمی اپنا سامان کا کسٹم اور پاسپورٹ کا اندراج کرانے لگے الحمد للہ بغیر کسی زحمت کے ۳۰ منٹ میں مع سامان باہر آکر کاروں اور ٹرک پر سوار ہو کر نظام الدین کے لئے چلے ۳ ½ بجے تھے کہ نظام الدین میں صندوق اتار امسجد کے سامنے والے مہمان خانہ میں رکھدیا، قاری محمد رشید صاحب نے لوہے کی سلاخ سے صندوق کھولا تو حضرت کے چہرے کے قریب کا کفن خون میں بھرا ہوا تھا، چہرے کو روئی اور پانی سے صاف کیا اور لاش کو صندوق سے باہر نکال کر جنازہ پر رکھا لوگوں نے قطار بنا کر زیارت شروع کر دی ۔

پونے چار بجے حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم اور مولوی محمد ہارون صاحب منشی بشیر احمد صاحب، بابو عیاض صاحب کی گاڑی سے پہونچے، مولوی محمد ہارون صاحب پہلے اتر کر حجرہ کی طرف جانے لگے تو میں نے مصافحہ کیا اور عرض کیا بھائی کہاں جاتے ہو؟ حضرت تو یہاں ہیں زیارت کر لو، انہوں نے جواب دیا پہلے حضرت شیخ کو اوپر سے آجانے دو اتنے میں حضرت شیخ بھی

تشریف لے آئے اور حضرت مرحوم کی چارپائی کے دائیں طرف بیٹھ گئے بھائی محمد ہارون صاحب سرہانے بیٹھ کر آنسو بہانے لگے میں نے حضرت شیخ مدظلہ سے عرض کیا جلد دفن کرنا چاہیئے، منھ سے برابر خون جاری ہے، یہ خون غسل سے ایک گھنٹہ بعد آنا شروع ہوگیا تھا ذرا بھی ہونٹوں کو حرکت ہوتی تھی تو خون باہر نکلتا تھا رنگ بالکل سُرخ تھا،

حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے بڑے حضرت جیؒ کی قبر کے دائیں طرف قبر کھودنے کا حکم دیا اذان صبح سے قبل قبر کھودنا شروع ہوئی صبح کی اذان ہوئی حضرت شیخ وہاں سے اٹھے استنجا و وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے، جماعت کھڑی ہوگئی، یہ ایک نماز تھی جس میں حضرت جی مرحوم شریک نہ تھے نماز پڑھ کر حضرت شیخ پھر جنازے کے پاس آگئے لوگ جمع ہوتے چلے جا رہے تھے، میوات میں جس کو جہاں خبر ملی رات ہی کو چل دیا، حضرت جیؒ کے وصال کا کسی کو یقین نہیں آتا تھا مکہ مکرمہ میں خبر ملنے کے بعد تین دن تحقیق میں خرچ کر دیئے گئے،

بہرحال دن نکلتے ہی لوگ اپنے مقامات سے چلے نماز سے قبل مولانا اسعد صاحب، مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور دیگر علمائے کرام بھی شرکت کے لیئے آگئے تھے، قبر تیار ہونے میں کافی دیر لگی، اس کے پتھر بابو عیاض صاحب دہلی سے بازار کھلنے پر تیار کرا کر لائے، دس بجے دن تک جنازہ اٹھا کر حجرہ میں لایا گیا تاکہ محرم مستورات اور والدہ زیارت کرلیں کچھ دیر کے بعد دوسرے دروازے سے نکال کر چونسٹھ کھمبے کی عمارت میں لیجانا تھا اژدہام بہت تھا ہر شخص اس کا متمنی تھا کہ کسطرح کاندھا دے دے مگر کہاں بمشکل جنازہ چونسٹھ کھمبہ پہنچا اور صف آرائی کی گئی حضرت شیخ الحدیث نے صاحبزادہ محمد ہارون صاحب سے اجازت لے کر نماز جنازہ پڑھائی اس وقت بھی بہت لوگ تھے چونسٹھ کھمبے سے مسجد نئی دہلی اور ہوٹل تک صف تھی، نماز کے بعد مرزا غالبؔ کے

دروازے سے نکال کر درجۂ حفظ کی پرانی درسگاہ میں رکھا کیونکہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی،

حضرت شیخ الحدیث صاحب جائے دفن کے حجرے سے لگ کر بیٹھ گئے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سامنے تھے مولانا اسعد مدنی نے مسجد میں کچھ دیر بیان کیا اس سے قبل مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری بیان کر رہے تھے، مولانا فخر الحسن صاحب مدرس دار العلوم کے ذریعہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعلان کرایا کہ مولانا انعام الحسن صاحب جو کہ حضرت جی مرحوم کے سفر حضر کے ساتھی ہیں اب وہ اس کام کے ذمہ دار ہیں، اپنے ساتھیوں کے مشورے سے کام کریں گے رہا حضرت جی مرحوم کی جگہ کا معاملہ سو جو محنت کرے گا پالے گا،

اس اعلان کے بعد پھر مولوی محمد عمر صاحب نے تشکیل کر دی لوگ اوقات پیش کر رہے تھے اتنے میں درسگاہ سے جنازہ باہر لایا گیا قبر کے قریب چارپائی رکھ کر درمیان میں حافظ صدیق صاحب نے رومال ڈال کر اور سرہانے پائنتیانہ دوسرے احباب نے پکڑا قاری محمد رشید صاحب خورجوی اور مقبول حسین صاحب قبر میں اترے اور لاش کو آہستہ سے آتارا مسجد میں لوگ بھرے تھے کلمۂ شہادت کی آواز سے مسجد گونج اٹھی "بِسْمِ اللهِ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ" پڑھ کر قبر میں رکھا گیا کروٹ داہنی طرف دے کر تھوڑی مٹی کا سہارا لگایا، بند کھول دیئے گئے اس وقت حضرت جی رح کی مٹی والی تقریر یاد آگئی، منھ کا خون روئی سے صاف کیا حضرت شیخ الحدیث کا حکم ہوا جلد پاٹو چنانچہ پتھر رکھے دروازوں میں ملتانی مٹی لگائی مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ کی آواز بلند ہوئی، ٹھیک دن کے گیارہ بجے تک تقریباً دو گھنٹے لوگ مٹی دیتے رہے جب وہاں کی مٹی ختم ہوگئی لوگ اپنی جھولیوں میں مٹی لاتے تھے اور قبر پر رکھ دیتے تھے یہ عمل بھی تین دن تک جاری رہا،

حضرت رح کے قریب تر وارث نو ان کے ایک صاحبزادے جناب مولوی

محمد ہارون صاحب ہی ہیں، ان کے علاوہ خاندان کے اور بہت سے قریبی عزیز ہیں، اللہ تعالےٰ سب کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، آمین،

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

****
****

باب دہم

ارشاداتِ حضرت جیؒ

تبلیغ کے چھ نمبر

منہٹور کے اجتماع میں ارشاد فرمایا، "ہم جب تک زندہ ہیں، تبلیغ کے چھ نمبر قائم رہیں گے، ساتواں نمبر نہیں ہوسکتا۔" اس کے بعد چھ نمبروں کی مختصر تشریح فرمائی،

۱- کلمہ کا جزو اوّل ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کیا ہے؟ کلمہ کا مقصد یقین کی تبدیلی ہے، چیزوں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات پر یقین آ جائے، اسی کو کلمہ سے پیدا کرنا ہے،

ب:- کلمہ کا جزو دوم، حال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق بنائے، ارشاد فرمایا، جتنا ہم مجمع کو یقین کی دعوت دیں گے، اتنا ہی ہم میں یقین پیدا ہوگا، اور تنہائیوں میں اس کلمہ کو عظمت کے ساتھ اللہ کے دھیان کے ساتھ پڑھیں گے، اتنا ہی دل میں یقین جمے گا،

۲- نماز: نماز ایک عملی مشق ہے، کلمہ میں اجمالی طور پر جس بات کا اقرار کیا ہے نماز میں تفصیلی طور پر اس کی مشق ہے، نماز سے مقصود ہر حال میں، ہر وقت ہر موقعہ پر اللہ تعالےٰ کا جو حکم ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے جیسے نماز میں تمام حرکات و سکنات اللہ کے حکم کے مطابق ہیں، اسی طرح نماز کے باہر ذاتی زندگی

اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق ہوجائے جتنی ہم نماز کی دعوت دیں گے اور نماز کو اچھی طرح بنا کر پڑھیں گے، اتنا ہی یہ نماز ہماری زندگی پر اثرانداز ہوگی،

۳۔ علم وذکر۔ علم سے مراد جاننے کے ہیں ہر حال میں ہر موقعہ کا حکم جس کی مشق ہم نے نماز میں کی ہے اس کے جاننے کا جذبہ پیدا ہوجائے کہ ہر ہر عمل کرنے سے پہلے ہم معلوم کریں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کیسے کیا اس کے معلوم کرنے میں وطن کو چھوڑنا پڑے مال اور جان کو قربان کرے تو ان ساری چیزوں کو اس کے حکم کی معلوم کرنے کے لئے قربان کریں گے علم کے ذریعہ اس کا صحیح جذبہ پیدا ہوگا،

ذکر سے مراد دھیان کا پیدا کرنا ہے، تنہائیوں میں اللہ تعالےٰ کا دھیان پیدا کرنا اور اس کی بڑائی کا دھیان کے ساتھ ان تسبیحات کو پورا کرنا اور اس کے علاوہ ہر موقعہ کے اذکار مسنونہ میں مشغول رہیں گے، تو اللہ تعالےٰ کا دھیان پیدا ہوگا

۴۔ اکرام، ہر انسان کے حقوق کو ادا کرنا بلکہ اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا،

۵۔ تصحیح نیت، اپنی نیت کو صحیح کرنا عمل کے آخر میں اپنی نیت کی کوتاہیوں کو نکالنا،

۶، تبلیغ :۔ دوسروں کو عمل کی دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو اس عمل پر ڈالنے کی کوشش کرنا یہ ایک مستقل محنت ہے اس کے لئے عمر میں سے اول چار چار مہینے کے لئے اقلیم در اقلیم، شہر در شہر دین کے تقاضوں کے لئے پھرنا اپنی جان ومال کو اللہ کے لئے قربان کرنا جس عمل سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا اس سے پرہیز کرنا

علم کا استعمال

ارشاد فرمایا "ایک علم کا صحیح ہونا ہے اور ایک صحیح علم کا استعمال صحیح ہونا ہے اگر علم صحیح ہو اور اس کا استعمال صحیح نہ ہو تو یہ بھی خسارہ کی بات ہے

کے مطابق اپنے اندر یقین، اس علم کے مطابق عمل اور اس یقین و عمل کو عالم میں پھیلانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ان تین پہلوؤں پر ابتداء میں محنت کی گئی تو اس زمانہ کے کائناتی نقشوں پر چلنے والا باطل روم و فارس پاش پاش ہوگیا اور آخر میں دجال اپنی ذات سے اتنی بڑی طاقت کا مظاہرہ کرے گا، کہ اس کے مقابلہ میں موجودہ طاقتیں کچھ بھی نہیں ہیں اس وقت مہدی علیہ السلام زمین سے اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے اور من و عن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اس علم پر محنت کریں گے۔"

نماز کی حقیقت

نماز صرف اعمال نبوت کا مجموعہ ہے اسے تمام کائناتی اعمال چھوڑ کر بلکہ ان سے دور ہو کر مسجد میں ادا کرنے کا حکم ہے اور نماز میں کائناتی اعمال تجارت وغیرہ کو صرف چھوڑنے کا حکم نہیں بلکہ نماز میں ان کا خیال کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور پوری کائنات سے یکسوئی والے عمل کی طرف حی علی الفلاح سے پکارا گیا ہے۔ یہ عمل گویا اس یقین کی مسلسل مشق کراتا ہے کہ کامیابی کا دارومدار صرف اعمال نبوت پر ہے، اور اعمال نبوی کے ساتھ اس درجہ یقین رکھنے والے کو جو شغف اور اہتمام علوم نبوی کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔"

علماء سے کیا چاہتے ہیں،

ارشاد فرمایا" ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات یاد کرانے پر لگا دیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو اس لئے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں سے ایک علم ہے اور اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہ رہے گا اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو،

۱۔ ارشاد فرمایا "جب قرآن شریف سننے بیٹھو تو یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مخاطب ہے اور جب حدیث پڑھنے یا سننے بیٹھو تو یہ سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہیں۔"

۲۔ ارشاد فرمایا، "اجتماعات پر لوگوں کو صرف میری زیارت یا دعا کی خاطر نہ لایا کرو بلکہ اللہ کی رضا، دعوت کی عظمت اور آخرت کے اجر و ثواب کی بنیاد پر آمادہ کر کے لایا کرو۔"

ف۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تبلیغی عمل انشاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا کیونکہ اس کا مدار شخصیت پر نہیں، بخلاف دوسری جماعتوں کے وہ بنیں اور ختم ہو گئیں اور جو ہیں ان کو بھی دوام نہیں کیونکہ ان کا مدار شخصیت پر ہے۔

۳۔ میواتیوں سے فرمایا، "تم میں سے بہت سے صرف میری زیارت اور مصافحہ کی نیت سے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، میں کہتا ہوں اُس کام کی عظمت سمجھو جس کی وجہ سے خدا نے تمہارے دل میں میری محبت اور عقیدت ڈالی ہے اس کام میں اپنا وقت جان اور مال لگاؤ اور اس کام سے پیار جوڑو میری ذات تو فانی ہے۔"

۴۔ ارشاد فرمایا :۔ اگر تم اس کام میں لگنے کا حق ادا کر دو تو ایٹم بم اور ہائیڈروجن والے اپنے اسباب سمیت تمہارے غلام بن جائیں گے ہائیڈروجن بم اور ایٹم بم سے ڈرنا ایسا ہی ہے جیسا بت پرست اپنے بتوں سے ڈرتے ہیں۔

۵۔ ارشاد فرمایا، "جب ہمارے خاندان میں پوتا پیدا ہوتا ہے تو دادا کے مرنے کا وقت قریب آجاتا ہے۔"

چنانچہ جب میرے یہاں ہارون پیدا ہوا تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا تھا اب میرا وقت قریب ہے اسی طرح اب مولوی ہارون سلمہٗ کے فرزند تولد ہوا ہے، تو میرا وقت قریب آگیا ہے۔"

****
****

آخری ملفوظات

۱۔ ۲۷ ذی قعدہ کو دوپہر کے وقت رائے ونڈ میں خاص احباب کے مجمع میں فرمایا، ”جی چاہتا ہے یہاں (پاکستان میں) بھی تبلیغی کام چل جاتا اور ہندوستان میں بھی اور ہم مدینہ طیبہ میں رہتے۔“

۲۔ رائے ونڈ یا لاہور میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت جیؒ سے عرض کیا، ”حضرت اب عمر پچاس کو پہونچ چکی ہے اب آپ کو محتاط رہنا چاہئے، بے وقت کھانا کھانا، طویل ترین تقاریر اور بے وقت سونا، اب ان امور میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔“ فرمایا ”اب تو منزل طے ہوچکی ہے۔“ مولانا انعام الحسن صاحب نے عرض کیا، ”ابھی تو کفر کی طاقتوں میں جنگ کرانا ہے، اس کے بعد اسلام کے چمکنے کا زمانہ آئے گا۔“ فرمایا، ”پالیسی طے ہوچکی ہے، اب دوسرے عمل کریں۔“

۳۔ لاہور میں جب حضرت جی پر مرض کا حملہ ہوا تو آپ نے دریافت کیا ”کیا جماعتیں رخصت کردی ہیں؟“ آپ کو تبلایا گیا، ہاں جماعتیں رخصت کردی گئی ہیں، تب حضرتؒ نے فرمایا، ہر طرف جماعتیں بھیجو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا تھا۔“

۴۔ حضرت جیؒ کے آخری اور بالکل آخری کلمات یہ ہیں:۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَا شَیْءَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ لَا شَیْءَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ وَلَا شَیْءَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ۔

۵۔ اسلامی اعمال کی ترتیب قائم کرنے بیٹھو گے، تو چیزوں کی ترتیب بدل جائے گی اعمال کی ترتیب کو قائم کرنا اور چیزوں کی ترتیب کو قرآن مجید کے مطابق بدلنا، اسلام اسی کا نام ہے جو اعمال کی ترتیب کو بگاڑتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو ذلیل کرے گا، اور ان کے دلوں میں نور ہدایت پیدا نہیں ہوگا، جو اعمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب قائم کریں گے، وہ محبوب و مرجع خلائق بنائے جائیں گے، نماز کی حقیقت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرو اسلام دو حرکتوں پر چمکتا ہے، ایک نماز میں محنت دوسری نماز والی حرکت میں محنت اور اس کو عام کرنا اندر کا نور ان دو حرکتوں میں دیا جائے گا، دعا تب قبول ہوتی ہے، جب حرام کے کھانے سے بچو گے اور خوب قبول ہوگی جب مکروہ تک سے بچو گے، سوال کرنا حرام ہے اشراف (یعنی اندر ہی اندر مخلوق سے مانگتے رہنا اور مخلوق سے ملنے کی توقع رکھنا) مکروہ ہے، منھ سے مانگ لیا تو سوال ہے۔ اور اندر ہی اندر غیر سے جز املنے کا جذبہ باقی رہتا ہے۔ تو یہ اشراف ہے اللہ کے جاننے کے اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں، مخلوق سے مانگ کر جو چیز کھاؤ گے حرام ہے اشراف کے ذریعہ جو چیز آئے گی اس کا کھانا مکروہ ہے، مخلوق سے مانگ کر کھاؤ گے تو ذلیل ہو جاؤ گے، خواہ سنجیدگی سے مانگو خواہ ہنسی مزاق سے مانگو یہ مانگنے کی مختلف صورتیں ہیں، اصل ان کی سوال ہی ہے، ان دونوں سے بچنا ضروری ہے اور دو چیزوں پر محنت کرنا ضروری ہے، اشراف سے بچنے پر محنت، دعا مانگنے پر محنت، مخلوق سے مانگنا سوال ہے اللہ سے مانگنا خواہ دل سے

ہو خواہ زبان سے ہو اصل دعا دل کی ہے، شیطان اشراف پر ڈالے گا۔ تم دعا میں لگ جاؤ، یہ اس کا علاج ہے، دین و دنیا کا جہاں کوئی مسئلہ آ دے تم دعا میں لگ جاؤ، تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے، جب اشراف سے محفوظ ہو گئے تو سوال محفوظ ہو جاؤ گے اگر اشراف کی جڑ نہ کٹی تو ایک نہ ایک دن سوال کی لعنت میں پھنس جاؤ گے،

---

۶ "کسی کی چیز بغیر اس کے مالک کی اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے اس سے بچو! خواہ چیز کتنی ہی معمولی اور عام استعمال میں آنے والی کیوں نہ ہو ممکن ہے جس وقت تم اس چیز کو استعمال کرنے بیٹھو اسی وقت اس کو بھی ضرورت ہو"

---

۷ ۔ آپس میں بے تکلفی سے بچو کہ اس سے بے اکرامی شروع ہو جاتی ہے اور بے اکرامی سے دل پھٹتے ہیں"

---

۸ ۔ غریبوں، بکس میرسوں کی خدمت سے اللہ ملتا ہے تکبر ٹوٹتا ہے، تواضع پیدا ہوتی ہے، غرض والی خدمت کرنے سے اللہ نہیں ملتا، حکام، امرار، اور مشائخ و علمار کی خدمت مطلب بر آری وجاہت پرستی شہرت کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے اس سے اللہ نہیں ملیگا، جس سے گھن آتی نفرت آتی ہو، ان کی خدمت سے قلوب کھینچتے ہیں، جب تک کہ اس میں کوئی غرض شامل حال نہ ہو مشائخ عظام کے جو خدام کی بابت ہم سنتے ہیں، وہ صاحب کمال بنے یہ وہ خدام تھے جو خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاخانے تک اٹھاتے تھے۔ غرض والی خدمت کرنا بہت آسان ہے، لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ ان کی دعار سے

ہمارا فلاں کام بن جائے گا ہمارے سفارش کر دیں گے پھر ان حضرات کی خدمت سے نفس کو مفت کی شہرت ملنے کی وجہ سے لذت آتی ہے یہ تمام اغراض ہیں ان سے پاک ہو کر خدمت کرو۔"

۹۔ "جتنا محنت کا میدان وسیع ہوگا، اسی قدر نور زیادہ نصیب ہوگا، ہمارے اور تمہارے سب کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و محنت عالمی تھی دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محنت علاقائی اور مخصوص اقوام تک تھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا میدان سارا عالم اور قیامت تک آنے والی تمام اقوام ہیں زہد و تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک لوگوں کے قلوب کو پلٹ دیتے ہیں" اس کے ذیل میں حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا، فرمایا "یہ ایک بزرگ گزرے ہیں، جب انہوں نے دیکھا، کہ لوگوں کی کمائیوں کی آمدنی ٹھیک نہیں رہی تو لوگوں سے ہدایا لینے چھوڑ دیئے اور باہر نکلنا چھوڑ دیا، اندر ہی اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے رہے جب ان کے والد مرحوم کا انتقال ہوا تو بہت ہی قلیل رقم چھوڑ کر گئے تھے، جس پر انہوں نے بیس سال گزار دیئے جب یہ بھی ختم ہوگئی، تو مکان کے پتھر اور چھت کی کڑیوں کو بیچ کر گذارا کیا، مگر لوگوں سے نہیں لیا، جب ان کا انتقال ہوا تو صبح سے شام تک جنازہ چلا تب جا کر کہیں قبرستان پہونچا لوگوں کے ہجوم کی کثرت کی وجہ سے چودہ چارپائیاں ٹوٹیں اور اس دن ان کی برکت سے چھ لاکھ یہودی مسلمان ہوئے۔"

اسی طرح حضرت جی مرحوم نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہ' کی برکت سے' شاہان تیموری اور تاتاریوں کی بہت بڑی اور جنگجو قوم کا جس کا اس زمانے میں جھکانے والا کوئی نہ تھا جن کی تلواروں کے سامنے سب کی تلواریں کند ہوگئیں تھیں اور جس قوم نے ایک دفعہ ساری دنیا کو زیر وزبر کر کے رکھدیا جو مسلمان کے نام سے بھی انتہائی نفرت رکھتے تھے، اسلام لانا

ذکر فرمایا "اگر مقصد اچھا ہے اور اس کی اجتماعی نوعیت اچھی ہو جائے اللہ پاک سے بے انتہا منافع کی امید کی جا سکتی ہے"۔ ایک دفعہ اجتماع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا

۱۰۔ "میرے بھائیو اور دوستو! ہم جو اپنے عیش و عشرت کو چھوڑ کر جمع ہوئے ہیں سو وہ بہت اونچے مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ مقصد اجتماعی ہے انفرادی نہیں، وہ مقصد مجمع کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے انفرادی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا اور مقصد جب حاصل ہوتا ہے جب تمام مجمع متفکر رہے! مقصد اگر نیک ہوتا ہے تو خیر و فلاح کی امید ہوتی ہے اور جب مقصد خراب ہوتا ہے تو برے نتائج برآمد ہوتے ہیں"۔

۱۱۔ اجتماعات کا مقصد کیا ہے جس طرح ہم تین دن کے لئے یہاں مختلف شہروں آکر جمع ہوئے ہیں اور یہ تین دن کا وقفہ مختصر سا وقت ہے اسی طرح یہ دنیوی زندگی بہت تھوڑی اور جلد ختم ہو جانے والی ہے، اور یہاں سے کوچ کر جانا ہے اس عالم کی تمام اشیاء فنا ہو جانے والی ہیں، اس عالم میں جب انسان ہوتا ہے تو وہ بھی یہاں فنا ہو جاتا ہے اور جب بقا والے عالم میں چلا جاتا ہے تو بقا والا بن جاتا ہے خواہ جنت میں بقا والا بن کر رہے، خواہ دوزخ میں بقا والا بن کر رہے اس فناء والے عالم میں جس نے اچھی زندگی گزاری یعنی ایمان و اسلام والی زندگی گذاری تو بقا والے عالم میں بھی اچھی زندگی گزارے گا، اور جس نے اس عالم میں بری زندگی گزاری، اس کو بقا والے عالم میں بھی خراب زندگی گزارنی پڑے گی حقیقت کے خلاف کو دھوکہ کہتے ہیں، اللہ تعالے جل شانہ، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقائق بتلائے ہیں یہ دیکھو کہ ہماری محنت اس کے مطابق ہے یا اس سے ہٹی ہوئی ہے جو لوگ حقائق کو تلاش نہیں کرتے اور اس کے بغیر محنت اٹھاتے ہیں وہ دھوکہ پر "محنت" کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں، کہ حقیقت یہی ہے حالانکہ یہ دھوکہ ہے یہ لوگ اپنے آپکو سمجھتے ہیں کامیاب اور اصل میں ہیں ناکام جب

حقیقت میں زندگی گزارنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت و مجاہدہ کا عادی نہیں بنائیں گے، تو دھوکہ ہی میں پڑے رہیں گے، ہمارے جمع ہونے کا مقصد یہ ہی ہے، کہ آیا ہم حقیقت پر محنت کر رہے ہیں یا دھوکہ پر۔ اس پر غور کریں، کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کو تکالیف کے برداشت کرنے کے حقائق پر ڈالا تھا، ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی تکالیف برداشت کرنا محبوب ہو گیا تھا، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موت "حق" ہے اور حیات "دھوکہ" ہے حیات ختم ہو جانے والا ایک وقت ہے جس کے متعلق یوں معلوم نہیں کہ کب ختم ہو جائے گا، انسان موت کی طرف تو پیٹھ کرتا ہے اور زندگی کی طرف منہ کرتا ہے، یعنی زندگی کی تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھے، اور موت کے اتنے بڑے مسئلہ کو نہ دیکھے، کہ جہاں ہزاروں برس رہنا پڑے گا یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ دھوکہ والے انسان ہیں، جو موت سے پہلے کی زندگی کا تو اہتمام کرتے اور مرنے کے بعد والی زندگی کو بھولے بیٹھے ہیں، ایسے انسان دوزخ میں جائیں گے،

فرمایا، انسان چیزوں کی لائن سے تو ایک ایک ذرہ کو یہاں ہی چھوڑ کر جائے گا، اور اعمال کی لائن سے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو ساتھ لیکر جاتا ہی اگر ہم چیزوں کا تو فکر کریں اور اعمال کا فکر نہ کریں، تو یہ زبردست دھوکہ ہے، زمین سے جو چیزیں نکل رہی ہیں وہ تو فناہ ہو جائیں گی، اور وہ اعمال جو انسان کے بدن سے نکل رہے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں خواہ بد ہوں یا نیک چیزوں میں سے تو ایک شخص بھی اس دنیا سے ایک چیز بھی ساتھ لے کر نہیں جائے گا، یہاں تک کہ میدان حشر میں یہ شخص ننگا اٹھایا جائے گا، لیکن اعمال میں سے ایک ایک عمل اس کے ساتھ ہوگا۔ مجرمین میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، دیکھیں گے کہ اعمال کے رجسٹر موجود ہیں اور ایک ایک عمل ان کا

لکھا ہوا ہوگا، اگر شرک کا ایک ذرہ برابر عمل ہوا ہوگا، اور اس کو ریپیٹ کر دنیا میں معاف نہ کرایا ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا"

فرمایا، محنت کی دو لائنیں ہیں، ایک حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والی لائن جنہوں نے اپنی انسانوں کی پاکیزگی کے لئے محنت کی اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے جائدادوں اور حکومتوں کے نقشے بنانے کے لئے محنت کی اور انسانوں کی بھیڑ کو جمع کیا جو نقشے والے اور چیزوں والے ہیں اور اعمال اچھے نہیں تو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے ان کو دنیا میں ہی موت سے پہلے پہلے ذلیل کر کے دکھلا دیا مال والوں کو زمین میں دھنسا کر دکھلا دیا، اصل جگہ تو موت کے بعد آئے گی، جہاں ہر شخص حقیقت کو معلوم کرے گا، لیکن مرنے سے پہلے بھی، بعض نقشوں کو دکھلا دیا،

---

۱۲ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے لائن تو قائم کر دی، ایک تو اچھے اعمال کرنے کی محنت انسان کے ہر عضو سے رات دن اعمال نکل رہے ہیں عمل تو ضرور نکلیں گے، اگر ہم چاہیں، کہ اچھے عمل نکلیں، تو اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے، اگر محنت کرنی چھوڑ دی تو پھر برے عمل خود بخود" نکلیں گے جس طرح زمین پر محنت کرنے سے غلے نکلتے ہیں، سونا چاندی نکلتا ہے پٹرول نکلتا ہے، اور اگر محنت نہ کی جائے تو نفع والی چیزیں تو نکلیں گی نہیں ہاں کانٹے دار درخت اور خودرو جھاڑیاں جو جلانے کے قابل ہوتی ہیں خود نکل آئیں گی، جو اعمال اللہ پاک کو راضی کرائیں آسمان و زمین کے فیصلے ہمارے موافق کرا دیں تو اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑے گی،

۱۳۔ سلسلہ وجود اللہ تعالےٰ کی ذات سے چل رہا ہے وہ اپنے وجود میں اصل ہیں اور سب اس کے تابع ہیں وہ جس طرح چاہیں گے کر کے دکھلائیں گے اور سارے وجود اس کے محتاج ہیں، ذات کو پہچاننے کے لئے صفات آتی ہیں اس کے لئے کہہ دیا گیا لَا رَبَّ اِلَّا اللّٰہ انسان کے سارے مسائل اللہ کی ذات

سے ہوتے ہیں، عزت و ذلت، فساد امن و صحت بیماری وغیرہ جتنے مسائل ہیں، ان کا تعلق ایک اللہ کی ذات سے ہے رب کی ایسی صفت جو اپنے اندر تمام کو لئے ہوئے ہے، جب چاہیں گے فقیر کر دیں گے، جب چاہیں گے غنی کر دیں گے، جب چاہیں گے، بیمار کر دیں گے، جب چاہیں گے تندرست کر دیں گے؛؛

۱۴۔ حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا" لوگ یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے، آخر کچھ اسباب بھی کرنے پڑتے ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں، کہ خالی نماز سے کچھ نہیں ہوتا، ہاں کچھ محنت نماز سے پہلے کی ہے اور کچھ نماز کے بعد کی ہے۔ تین نماز سے پہلے اور تین نماز کے بعد پھر دیکھو نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا پہلی تین یہ ہیں :۔

(۱) اول یقین ٹھیک کرنے کی محنت، ہر چیز جو مشاہدہ میں ہے اس کا نکالنا اور اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو سن کر دل میں یقین جمانا کہ اللہ تعالےٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اور اللہ پاک نے جو اعمال تبلائے ہیں ان کے ذریعہ سے سب کچھ ہوتا ہے اس بات کو دل میں بٹھانا۔

(۲)۔ دوسری محنت، علم والی ہے، جن اعمال پر محنت کرنے سے اللہ پاک دنیا و آخرت میں عزت سے پالتے ہیں، ان اعمال کو صحیح بنانے کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کے لئے علم پر محنت کرنا

(۳) تیسری محنت، ذکر پر محنت، کرنا ذکر پر ہم ایسی محنت کریں کہ ہر عمل کو کرتے وقت اللہ کا دھیان نصیب ہو جائے اللہ کے ذکر سے دل کی بوتل اس قدر پر ہو جائے کہ غیر کا دھیان دل میں گھسنے نہ پائے قلعہ کی طرح دل کی حفاظت ہو جائے یہ محنتیں تو نماز کے اندر رہیں

اور نماز کے بعد کی تین محنتیں یہ ہیں اپنی کمائیوں کو ٹھیک کیا جائے اب تک جو کسی کی زمین کو یا مکان کو دبا رکھا ہے ظلم و ستم بند کر کے اس کو واپس کیا

جائے، اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے یہ سوچے کہ پرورش اللہ کے حکم پورا کرنے میں ہے۔ جتنا میں اللہ کے حکموں کو اپنی کمائیوں کے طریقوں میں پورا کروں گا اتنا ہی اللہ پاک راضی ہو کر میری پرورش فرمائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

دوسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ترتیب سے خرچ کرنا، اور اپنی خواہشات پر، مکان پر، بنگلہ پر موٹر پر، برادری پر، برادری کے کہنے پر بیاہ شادی کے مواقع پر، قوم پر، ناک پر، نام و نمود پر خرچ نہیں کروں گا اور نہ بیوی کے کہنے پہ سے زیور کپڑے کھانے وغیرہ پر خرچ کروں گا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ سے خرچ کروں گا اول مال وجان کا صحیح مصرف دیکھوں گا، پھر خرچ کروں گا،

تیسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ معاشرہ کو ٹھیک کرنا ہر حال میں اللہ پاک کے حکم کو دیکھوں گا، قوم کو، برادری کو، اپنے، غیر کو نہیں دیکھوں گا مسلمان کو غیر مسلم کو نہیں دیکھوں گا۔ بلکہ اللہ پاک کے حکم کی اتباع کروں گا، انصاف کی طرفداری کروں گا، مظلوم کا ساتھ دوں گا، ظالم کا ساتھ نہ دوں گا، اگر اپنا بیٹا کسی غیر مسلم پر ظلم کر رہا ہے۔ تو غیر مسلم کا ساتھ دوں گا۔ چاہے عیسائی ہی کیوں نہ ہو، چاہے یہودی ہی کیوں نہ ہو ان کچھ محنتوں کے درمیان نماز ہے، اب پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے مانگو، نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا ایسی نماز پڑھنے پر اللہ تعالےٰ دعا قبول فرماتے ہیں۔"

۱۵۔ ہمارا علم دھوکہ والا ہے، اور اللہ والا علم حقیقت ہے ہمارے مشاہدہ والا علم کہہ رہا ہے کہ مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے کم ہوگا مگر اللہ والا علم کہہ رہا ہے، کہ کم نہیں ہوگا، بلکہ اللہ پاک اس کو بڑھائیں گے، مشاہدہ کہہ رہا ہے زکوٰۃ دینے سے مال کم ہوگا، اللہ تعالےٰ فرما رہے ہیں، ہمارا وعدہ سچا ہے کم نہیں ہوگا، بڑھے گا،

انسان اصل ہے اور کائنات اصل نہیں ہے اگر اصل کو نہیں بنایا اور اصل کے اندر بگاڑ پیدا ہو گیا تو ساری کائنات کے اندر بگاڑ پیدا ہو گا جن چیزوں میں نفع نظر آ رہا ہے، ان سے نقصان لیں گے جس میں عزت نظر آ رہی ہے اس میں ذلت آ جائے گی اور جس میں حفاظت دکھائی دے رہی ہے۔ اس میں سے ہلاکت نکل آئے گی، غرضیکہ اگر انسان کا صحیح استعمال ہو گا تو کائنات بھی صحیح ہو گی بیری محنت اصل ہے، کائنات اصل تھوڑا ہی ہے، اگر ہم نے محنت کر کے اپنے اعمال کو ٹھیک کر لیا اور اچھے اعمال آسمان پر بھیجے تو وہاں سے خیر کے فیصلے ہو کر نیچے آئیں گے اگر بگڑے اعمال آسمان پر گئے تو ہلاکت، ظلم، بربادی، فساد اور نفاق کے فیصلے ہوں گے، چاندی، لوہا، سونا، لکڑی یہ اصل کب ہیں اصل اعمال ہیں حالات کا تغیر اعمال کے بننے اور بگڑنے پر ہے اگر محنت کر کے اعمال کو اچھا بنا لیا ہے تو ساری دنیا میں خیر آئے گی برکت آئے گی رحم آئے گا، عدل آئے گا۔

ارشاد فرمایا، "اشیاء کو معبود نہ بناؤ، اشیاء پر اعتماد نہ کرو، صورتوں پر متوجہ نہ ہو، ان سے کچھ نہ ہو گا، وسائل کی حقیقت کچھ بھی نہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے اعمال سے ہوتا ہے، صفات سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے رب الاشیاء اور رب الصور سے ہوتا ہے، اسی کو جانو اسی کو پہچانو، اسی کو مانو! وہی جو نوح علیہ السلام کا رب تھا، اسی نے موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل میں محفوظ رکھا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچایا، اسی پر ایمان لاؤ"!

۱۶ - ارشاد فرمایا، جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جن چند افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان کو قبول کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاشی مسئلے کے بارے میں جو کچھ رویہ اختیار فرمایا وہ یہ تھا، آپ نے سب سے پہلی بات تو یہ فرمائی کہ تم نے جتنے اوقات معاش کے لیے وقف کئے ہیں، ان کا بیشتر حصہ اسلام کے لئے فارغ کرو، دوسرا ارشاد یہ ہوا کہ فلاں ذریعہ کو ترک کر دو یہ ناجائز ہے فلاں معیشت کو چھوڑ دو یہ تمہارے

رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے معیشت پر ان دو حملوں کے بعد تیسرا حملہ ہوا کہ جو کچھ تم کماتے ہو یہ صرف تمہارا ہی حق نہیں ہے، بلکہ اس میں تمہارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے۔ جو وسائل معیشت سے تہی دامن ہیں، اور چوتھی بات یہ فرمائی، جو کچھ تم کماؤ اس میں سے بہت سا دین کی خدمت میں اور کلمۃ الحق کی سربلندی اور بنی نوع انسان تک اپنی دعوت کو پہنچانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں خرچ کرو،

۱۷۔ ارشاد فرمایا "بارش نہ ہونے کی وجہ سے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ غلّہ سے لدے ہوئے اونٹوں کا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں، جس کا پہلا اونٹ مدینہ منورہ میں اور آخری اونٹ مصر میں ہوگا، اس غلّہ سے اعلیٰ ترین انتظام کیا ایک وقت میں دس ہزار افراد کو کھانا کھلایا جا رہا تھا، اسی دوران میں ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سے کہو تم تو بہت عقلمند تھے"، یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا گیا تعبیر سمجھ میں نہ آئی، لوگوں سے پوچھتے رہے بتاؤ مجھ میں کونسی تبدیلی واقع ہوگئی، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ایک شخص نے کہا بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی نماز حقیقی ہے، جس کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے، تو اسے چھوڑ کر انتظام کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بادلوں کا نام و نشان نہیں تھا دعا جاری رہی بادل اٹھے اور انہیں میں سے آواز آئی "الغوث ابا حفص" اور خشک سالی دور ہوگئی"،

۱۸۔ ارشاد فرمایا "اگر تم نے اپنی دوکان اپنے کاروبار اور اپنے طور طریقوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کو داخل کر لیا اور سب کچھ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے طریقہ پر کیا، تو اس طریقہ پر بنایا ہوا جھونپڑا مشرکین وکفار کے لاکھ سے بنی ہوئی کوٹھی سے زیادہ قیمتی ہے مٹی کی کوئی قیمت نہیں یہ تو بے قیمت ہے، قیمت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی ہے، اگر ساتوں آسمان و زمین کے برابر کوٹھی ہو اور سب کو سونے سے بھر دیا جائے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بنائی ہوئی پاؤں دھرنے اور پاخانہ کرنے کی جگہ کے برابر نہیں، اور یقین کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت سے اللہ پاک ملے گا، حالات درست ہوں گے، اور اگر یہود و نصاریٰ کے راستہ پر معاشرت بناؤ گے تو حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں گے

۱۹- ارشاد فرمایا، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا پر ہے اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی اسراف اور تعیش پر ہے تمہیں ان کی معاشرت تو پسند آنے لگی، جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے عصمتیں لوٹیں، ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لئے) اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا اور دانت شہید کرائے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے چچا شہید کرائے تمہارے لئے راتیں جاگتے گزاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی، دوستو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے"!

ف:- معاشرت سے مراد کیا ہے. زندگی گزارنے کا چلن، رواج، خواہ وہ جماعت سازی کا طریقہ ہو یا گھر ملانے کا، جو لوگ اسلامی طرز چھوڑ کر مغربی طرز پر جماعت سازی کرتے ہیں. وہ بلاشبہ یہود و نصاریٰ کے متبعین ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں"!

۲۰- ارشاد فرمایا۔ "اگر ایک شخص ایسے مکان میں ہو جس میں سو شیشے لگے ہوئے ہوں اور اس میں ایک چڑیا اڑ رہی ہو تو وہ بلاشبہ سو جگہ اڑتی ہوئی نظر آئے گی، لیکن اس ایک اصل چڑیا کے سوا سب کے سب اس کے ظلی عکس اور شیشوں میں اُتری ہوئی اس کی تصویریں ہیں، جو شخص اس ایک اصل چڑیا کو پکڑ لے گا، سب کی سب اس کے ہاتھ میں آجاویں گی اور جو اسے چھوڑ کر دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کرے گا، عمر بھر محنت کرے گا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا، فرمایا اسی طرح اگر کوئی اسی ایک ذات حقیقی کو حاصل کرے گا، تو تمام ضروریات خود بخود اس کے قبضہ میں آجائیں گی۔ اور اسے چھوڑ کر جتنی بھی محنت کرو گے سب رائیگاں اور فضول ہے۔"

۲۱- ارشاد فرمایا" انسان عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے، ہر عنصر میں خاص اثر ہے اس کے نامناسب اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ابتدائے اذان میں چار تکبیر کہلوائی گئی ہے۔"

۲۲- ارشاد فرمایا" کام یہ ہے کہ کام کرنے والے کا اس ذات پر یقین قائم ہو جائے، جس کے کرنے سے کام ہوگا، یعنی اللہ جل جلالہ، کی ذات یہ اور اس کی حیثیت کام کرنے والے پر ایسی منکشف ہو کہ اپنی ذات اور کوئی دوسری ذات دکھائی نہ دے دوسر الیقین یہ ہو کہ میں جب ظاہر و باطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پہ آجاؤں گا تو رب العزت دنیا و آخرت میں اچھے حالات لائیں گے۔"

۲۳- ارشاد فرمایا جو انسان خالق کائنات در اصل کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننے اور ماننے بغیر، کائنات کی چیزوں میں گھستے ہیں ان کی حیثیت

چوروں اور ڈاکوؤں کی سے انہیں مال و دولت تو مل سکتے ہیں مگر سکون و محبوبیت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی ۔"

یعنی خالقِ کائنات اللہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی اصل کائنات ہے، لہٰذا جو آدمی کائناتی چیزوں کو استعمال کرے گا، اور یہ نہ خیال کرے گا کہ اللہ اور اس کے رسول نے جائز فرمایا ہے یا ناجائز، وہ چور ہے کیونکہ جائز ہونا استعمال کے لئے اجازت ہے، اور ناجائز ہونا ممانعت۔

۴۲۔ یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آجانے سے اسلام چمکے گا ملک و مال والے تو اسلام کو زندہ درگور کر رہے ہیں آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے نمائندے نہیں ہیں، بلکہ قیصر و کسریٰ اور شدّاد و نمرود کے نمائندے ہیں، ان سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے ان کے ہاتھوں اسلام کا جو حال ہے اس کو دیکھ کر تو دل کہتا ہے "اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا"

(اللہ اس مردے میں اب کیسے جان ڈالے گا)

اسلام جب بھی چمکا ہے، قربانیوں سے چمکا ہے آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا، اسلام کے لئے اگر قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو مسلمانوں کی بادشاہت میں مٹ جاتا ہے،

جو لوگ اخلاص کے ساتھ قربانیاں دیتے رہیں گے۔ ان کی طرف ملک و مال ایک دن خود رجوع ہوں گے، وہ وقت بڑی آزمائش کا ہوگا اگر ان کی نظر حکومت اور دولت پر ہوگئی اور یہ سمجھا گیا کہ اب ان کی دولت اور حکومت سے دین کا کام چلے گا، تو سب کیا دھرا برباد ہو جائے، اور اگر ملک و مال سے نظر ہٹاؤ گے بلکہ ان کو بھی قربانی کے راستہ پر لگایا گیا تو ان سے بھی بڑے آئیں گے ان کے ساتھ بھی یہی کرنا ہوگا، یہاں تک کہ حکومت کے صدر اور وزرائے اعظم آئیں گے ان کو بھی اسی راستہ پر لگانا ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دعوت

اور قربانی کا راستہ ہے ملک و مال کا راستہ نہیں ہے

ایسوں کی ضرورت ہے جو روس اور امریکہ کی مادی فضاؤں میں بھی اسی یقین پر جمے رہیں کہ دین صرف دعوت کے راستہ کی قربانیوں سے اور قربانیوں کے بعد کی دعاؤں سے چمکے گا، اور اس یقین پر دعوت کے راستہ میں قربانیاں دیتے رہیں اور اللہ تعالےٰ کی قدرت ظاہرہ اور کن فیکون کی شان پر نگاہ رکھتے ہوئے امید و یقین کے ساتھ ہدایت کے لئے، اور جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور ان کی وجہ سے ہدایت کا راستہ رک رہا ہے ان کی بربادی کی دعائیں کریں، پھر یا تو ہدایت کے دروازے کھلیں گے، یا وہ ہوگا جو شداد و نمرود اور فرعون و ہامان کے ساتھ ہوا،

۲۵۔ تم دنیا میں سورج کی طرح نور کے ساتھ پھرو گے تو تم سے دنیا میں نور پھیلے گا اور نور تمہارے اندر ایمان سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے اعمال و اخلاق سے اور اخلاص کے ساتھ دین کی دعوت سے آئے گا، سورج میں تین باتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ نور کے ساتھ پھرتا ہے، دوسرے مسلسل پھرتا ہے، تیسرے یہ کہ جن کو روشنی پہونچاتا ہے، ان سے خود کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا تمہارا حال بھی یہی ہونا چاہئے نور کے ساتھ پھرو مسلسل پھرو اور "مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا"، کو اپنا اصول بناؤ دعوت کے عمل سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ۔

۲۶۔ آج دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، اور جو ترقیاں نظر آ رہی ہیں وہ "مادہ" پر محنت کا نتیجہ ہے، انبیاء علیہم السلام کا راستہ "روح" پر محنت اور روحانی ترقی کا راستہ تھا وہ اللہ کی رضا والے اعمال پر محنت کر کے اور قربانیاں دیکر اللہ کی طاقت سے اپنے مسائل حل کراتے تھے، فرعون کے پاس فوج تھی، لشکر تھا، اور ہر قسم کی مادی طاقت تھی، موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بس روح کی

ترقی والے اور اللہ کی رضا والے اعمال کے لئے تیار کیا، ان سے فرمایا کہ اے قوم اگر تم نے ایمان والا راستہ اختیار کیا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرو، اور پورے ایمان و یقین اور اعتماد کے ساتھ اس سے مدد مانگو" یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ؟

قوم نے کہا ہم نے آپ کی بات مان لی، اور اللہ پر یقین و توکل کا راستہ اختیار کرلیا اور ہم اپنے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ فرعون اور فرعونی حکومت کے ظلم و ستم سے ہماری حفاظت فرمائے اور اس کافر قوم کی غلامی کی مصیبت سے ہمیں نجات دلائے :۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۔

اس کے بعد قرآن مجید میں ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کی، ایمانی تربیت کے لئے، مصر میں خاص مرکز اور عبادت خانے قائم کرو اور اقامتِ صلوٰۃ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے ان کا تعلق جوڑ دو اور ان کی زندگی کو اللہ کی فرمانبرداری والی زندگی بناؤ اور ساتھ ہی فرمایا گیا، کہ جب یہ باتیں عمل میں آجائیں تو قوم کو بشارت سنا دو کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، اور اللہ کا فیصلہ ان کے حق میں ہے " وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کی تربیت میں لگ گئے اور بنی اسرائیل نے اللہ تعالےٰ کے احکام کے مطابق اقامت صلوٰۃ کا عمل اور تبدیلی کی محنت شروع کر دی، تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے دعا کی کہ اللہ تعالےٰ تو نے فرعون اور فرعونیوں کو دنیا کے مال و سامان دے رکھے ہیں وہ ان کے ذریعہ تیرے بندوں کو گمراہ کر رہے ہیں اے مالک تو ان کے مال و دولت کو ملیامیٹ کر دے، اور جھاڑ پھیر دے، " وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَہٗ زِیْنَۃً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا

اَطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ وہارون کی دعا قبول فرمائی ان کو حکم ہوا، کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاؤ، وہ نکل گئے، اللہ نے ان کے لئے سمندر میں راستہ بنادیا، جس سے وہ صحیح سلامت پار ہو گئے، فرعون نے اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور اپنے پورے لشکر کے ساتھ اسی میں غرق کر دیا گیا یہ جو کچھ ہوا براہ راست اللہ کی طاقت سے ہوا،

انبیاء علیہم السلام کا راستہ یہی ہے وہ اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو بس اللہ کے حکموں پر ڈال دیتے ہیں، اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں، قربانیاں دیتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ اپنی طاقت سے ان کے مسائل حل کرتا ہے، قرآن پاک میں اس کو "سنت اللہ" کہا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یہ ازلی ابدی قانون ہے

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۔

۲۷۔ آج کل اس دنیا میں چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے براہ راست "چیزوں" پر محنت کرنے کا رواج ہے، کھیت والے کھیت سے غلہ حاصل کرنے کے لئے بس کھیت ہی پر" محنت کرتے ہیں، تجارت اور سوداگری والے اور کارخانے والے بس دوکانوں اور کارخانوں پر محنت کرتے ہیں یہی محنت آج کل عام ہے، دوسرا راستہ یہ ہے کہ محنت و مجاہدہ کر کے اپنے اندر تقویٰ پیدا کیا جائے اور پھر اللہ تعالےٰ انعام کے طور پر اپنے خزانہ غیب سے چیزیں نصیب فرمائے اور برکت فرمائے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالےٰ اس کیواسطے راستے پیدا کریں گے اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

اور فرمایا گیا،

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا	اور جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کاموں کو آسان کر دیں گے۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ	اور اگر ان لوگوں میں ایمان و تقویٰ کی صفات ہوتیں تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے،

ان آیتوں میں تقویٰ پر جو کچھ وعدہ فرمایا گیا ہے اس کا تعلق اسی دنیا سے ہے۔ اور یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اس کی تفصیل اس آیت سے معلوم ہوگی اس آیت میں تقویٰ کی ساری شرطیں بیان کر دی گئیں ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ	نیکی کا معیار یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف رخ کر دیا مغرب کی طرف بلکہ اصل نیکی ان کی ہے (اور اللہ کی نگاہ میں وہ نیک ہیں) جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر اور دیں اپنا مال اس کی چاہت کے باوجود، اہلِ قرابت کو اور یتیموں مسکینوں کو اور ضرورت مند مسافروں اور سائلوں کو اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے، اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور وفا کرنے والے اپنے عہد کے، جب عہد کریں، اور صبر و برداشت سے کام لینے والے تنگی اور تکلیف میں، اور ثابت قدم رہنے

وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ والے، جنگ کے وقت

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ یہی بندے ہیں سچے اور یہی تقویٰ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے متقی ہونے کے لئے یہ چند باتیں ضروری ہیں،

ا۔ ایک ایمان باللہ، یعنی اس حقیقت کا پورا یقین کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے ہوتا ہے، اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہوتا، اس لئے بس اسی کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیے، اور اسی کے لئے مرنا جینا چاہیئے

ب:۔ دوسرے ایمان بالیوم الآخر، یعنی اس حقیقت کا یقین کہ یہ زندگی اصل زندگی نہیں ہے، بلکہ اس زندگی کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری زندگی اور دوسرا عالم ہے اور وہی اصل عالم ہے اور وہ اصل زندگی ہے اور یہ چند روزہ زندگی بس اس کی تیاری کے لئے ہے، اور انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا دارو مدار اسی آخری زندگی کی کامیابی اور ناکامی پر ہے

ج۔ تیسرے ایمان بالملائکہ یعنی اس بات کا یقین کہ یہ عالم جن ظاہری اسباب سے چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ در اصل ان اسباب سے نہیں چل رہا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ ان دیکھی قوتوں، فرشتوں کے باطنی نظام کے ذریعہ اس سارے ظاہری نظام کو چلا رہا ہے، مثلاً ہمیں نظر آتا ہے کہ بارش بادلوں سے اور ہواؤں سے ہوتی ہے اور زمین کی چیزیں بارش کے پانی سے اُگتی ہیں، ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کا یقین کریں کہ اللہ تعالےٰ یہ سارے کام در اصل فرشتوں سے کرا رہا ہے، گویا ان ظاہری اسباب کے پیچھے فرشتوں کا نظر نہ آنے والا انتظام اور اس کے پیچھے اللہ کی ذات اور اس کی مشیت ہے۔

د۔ چوتھے ایمان بالکتب والنبیین یعنی اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کے بارے میں یقین کہ حقیقی علم وہی ہے جو اللہ کی کتابوں میں ہے

اور جو نبیوں کے ذریعہ انسانوں کو ملا ہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ غیر حقیقی ہے اور ناقص ہے مثلاً انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا راستہ وہی ہے جو اللہ کے نبیوں نے اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں نے بتایا ہے، اگر دنیا بھر کے فلسفی اور دنیا بھر کے لیڈر اس کے خلاف کہتے ہیں اور سوچتے ہیں تو غلط ہے ان کا جہل ہے۔

پہلی شرط کی یہ چار باتیں ایمان و یقین کی لائن تھیں یعنی متقی ہونے کی پہلی شرط یہ بتلائی گئی کہ ان چار باتوں کے بارے میں یقین صحیح ہو، اس کے بعد فرمایا گیا:۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ؕ،

(یعنی ایمان ویقین کی درستگی کے ساتھ وہ مالیات کو بھی اس یقین کے مطابق بنائیں مال کی طبعی چاہت اور اس سے دل چسپی اور محبت کے باوجود، اپنا کمایا ہوا مال وہ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے نبیوں اور کتابوں کی تعلیم کے مطابق اپنے ماحول کے ضرورتمندوں پر خرچ کریں، یتیموں، مسکینوں پر خرچ کریں، غرض اپنی کمائی دوسروں پر لگائیں اور اس سے دوسروں کو آرام اور نفع پہونچائیں،

اس کے بعد تیسری شرط تقوے کی یہ بتائی گئی ہے کہ نماز قائم کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ پورے اہتمام سے اچھی سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کریں،

چوتھی شرط یہ بتائی گئی کہ زکوٰۃ بھی اہتمام سے ادا کریں،

آخر میں اخلاقیات کی درستی کی شرط بیان کی گئی ہے " وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا " اور " وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ "

یعنی ان میں وفائے عہد ہو وہ بات کے ایسے پکے ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں اور تنگیوں اور تکلیفوں تک میں اور جنگ اور قربانی کے میدانوں میں بھی صبر اور برداشت سے کام لینے والے ہوں۔ حالات کیسے ہی مخالف ہوں، مگر ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئے

اس سب کے بعد فرمایا گیا ہے، اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الْمُتَّقُوْنَ (یہی اللہ کے سچے بندے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ان سب رُخوں پر محنت کرنی ہوگی، ایمان ویقین کے لئے محنت، مالیات کے درست کرنے پر محنت، نماز پر محنت، زکوٰۃ پر محنت، اخلاق کی درستگی پر محنت، جب یہ سب چیزیں درست ہو جائیں گی، اس وقت آدمی متقی ہوگا۔ اور پھر اس پر اللہ تعالےٰ کے خاص انعامات ہوں گے، اللہ تعالےٰ غیب سے اس کے مسائل حل کرے گا اس کے لئے برکتوں کے دروازے کھلیں گے،

اللہ تعالےٰ کی طرف سے تقویٰ پر جو انعامات اس دنیا میں ہوتے ہیں اور متقی بندوں کے مسائل جو حل کئے جاتے ہیں ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔

اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی متقی بندے کو کسی چیز کی ضرورت پیش آئی، اللہ تعالےٰ نے اپنے کسی بندہ کے دل میں ڈالا اور اس نے وہی چیز ہدیہ کے طور پر پیش کردی یہ بہت عام اور متعارف طریقہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت پیش آئے اور اللہ تعالےٰ نے بغیر کسی واسطہ سے اپنے فضل سے اس کو حل فرمادیا، مثلاً ایک بندہ بیمار ہوا اسے بیماری کی تکلیف شروع ہوئی، اس نے اللہ سے شفا کی دعا کی اللہ تعالےٰ نے بغیر حکیم ڈاکٹر اور بغیر دوا کے شفا عطا فرمادی،

کبھی کسی بندہ کی ضرورت کے بارے میں اللہ تعالےٰ اپنے کسی دوسرے بندہ کو خواب میں بھی مطلع فرماتے ہیں

حسن ابن سفیان ایک بزرگ ہیں۔ ان کا واقعہ لکھا ہے۔ کہ وہ اور ان کے دو ساتھی علم حدیث اور دین کی طلب میں نکلے ایک شہر میں قیام کیا، جو تھوڑا بہت اپنے پاس تھا سب ختم ہو گیا، اس کے بعد جب فاقوں پر فاقے آنے لگے تو انہوں نے طے کیا کہ اب ہم ایسی حالت میں ہیں کہ ہمارے لئے سوال جائز ہے مشورہ سے طے ہوا کہ حسن ابن سفیان جائیں، اور کسی سے کچھ مانگ کر لائیں، یہ بیچارے نکلے لیکن انہیں شرم آئی کہ کسی مخلوق سے سوال کریں، تنہائی کا گوشہ تلاش کیا، اور

صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ سے دعا کی اور واپس آ گئے اور ساتھیوں سے کہا کہ میں تو کسی سے سوال نہیں کر سکا، میں نے دعا کی ہے اور تم بھی بس اللہ سے دعا کرو، اسی رات کو شہر کے امیر نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس کو آسمان کی طرف سے بڑے جلال کے انداز میں پکار رہا ہے، نگاہ اٹھا کے دیکھا تو ایک شخص غصہ میں بھرا ہوا ہے اور نیزہ اس کے ہاتھ میں ہے، اور وہ نیزے کا رخ امیر کی طرف کر کے ڈانٹ کر کہہ رہا ہے :-

اَدْرِكْ الْحَسَنَ بْنَ سُفْيَانَ وَأَصْحَابَهُ، قَبْلَ اَنْ يَمُوْتُوْا

(حسن بن سفیان اور ان کے ساتھیوں کی خبر لے، قبل اس کے کہ ان بیچاروں کا خاتمہ ہو جائے)

خواب ہی میں یہ بھی اشارہ ملا کہ وہ شہر کی کسی مسجد میں ہیں امیر نے اٹھتے ہی شہر میں ان کی تلاش شروع کرائی، اور جب حکومت کے بعض کارندوں نے ان لوگوں کی تلاش کر لیا اور پا لیا اور امیر کی طرف سے کچھ اشرفیاں ان کو پہونچائیں اور ان سے کہا کہ امیر آپ سے ملنا چاہتے ہیں تو یہ اللہ کے بندے خاموشی کے ساتھ شہر سے غائب ہو گئے تاکہ لوگوں پر ان کا راز نہ کھلے، تو اللہ تعالےٰ اپنے متقی بندوں کے مسائل کبھی اس طرح بھی حل کراتا ہے۔

اور سب سے زیادہ عجیب واقعہ تو مشہور محدث حضرت ابو بکر بن الخاضبہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو بہت سی کتابوں میں مروی ہے۔

واقعہ یوں روایت کیا گیا ہے کہ وہ اور ان کے گھر والے سخت فقر و فاقہ کی حالت میں تھے گھر میں کچھ نہ تھا بس اللہ سے دعائیں کرتے تھے اسی حال میں ایک چوہا حضرت مقداد کے سامنے سے گزرا، آپ نے اس پر اپنی چادر ڈال کر یا کسی طرح اس کو پکڑ کر بند کر لیا، تھوڑی دیر میں اس کا جوڑا آیا، اس نے اپنے ساتھی کو گرفتار دیکھا وہ اپنے بل میں گیا اور ایک دینار اپنے منہ میں لے کر آیا اور حضرت مقداد کے سامنے ڈال دیا اور دور بیٹھا دیکھتا رہا، کچھ دیر کے بعد پھر بل میں گیا اور ایک

دینار اور اسی طرح لاکر اس نے سامنے ڈال دیا اس طرح یکے بعد دیگرے سولہ دینار اس نے بل سے نکال کر حضرت مقداد کے سامنے ڈال دیئے وہ گویا اپنے طرزِ عمل سے اور زبان حال سے حضرت مقداد سے عرض کرتا تھا کہ یہ اشرفیاں بطور فدیہ کے قبول کر لو اور میرے ساتھی کو چھوڑ دو، آخر میں وہ ایک دینار اور لایا اور اس کے ساتھ ایک پھٹا ہوا کپڑا بھی بل میں سے، اس طرح اس نے گویا حضرت مقداد کو بتایا، کہ اب کچھ نہیں رہا جو کچھ تھا وہ سب میں نے حاضر کر دیا حضرت مقداد نے اس چوہے کو چھوڑ دیا، اور دونوں چوہے خوشی خوشی اُچھلتے کودتے اپنے بل میں چلے گئے اور ان سترہ اشرفیوں کو حضرت مقداد نے اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھا اور اپنی ضرورتوں میں ان کو استعمال کیا تو کبھی ایسے غیر معمولی اور حیرت انگیز طریقوں سے بھی متقی بندوں کی مدد کی جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے طریقے بیشمار ہیں، اللہ کے سوا ان کو کوئی جانتا بھی نہیں،

اب دنیا میں صرف مادہ پر اور مادی چیزوں پر محنت کا رواج ہے، تقویٰ پیدا کر کے اور اللہ سے صحیح تعلق قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لینے کا راستہ لوگ بالکل بھول گئے ہیں حالانکہ یہی راستہ ہے جس کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے،

یعنی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس میں سب سے پہلے اس یقین کو تازہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العلمین ہیں وہی سب کا پروردگار اور کارساز ہے، وہ رحمن اور رحیم ہے، دنیا کے علاوہ عالم آخرت کا مالک بھی وہی ہے اور اس کی ذات و صفات سے اور اس کی ربوبیت اور رحمت سے استفادہ کا طریقہ یہ ہے کہ: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہ بس اس کی عبادت ہو اور اس سے دعا ہو، یہی صراط مستقیم ہے جو انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کی بے پناہ اکثریت کے مقابلہ میں جو کامیابی حاصل کی اسی راستہ سے حاصل کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کامیابی نمرود کی حکومت

کے مقابلہ میں ہوئی وہ اسی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، کے راستہ حاصل ہوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ بھی یہی تھا اسی راستہ کی ہدایت کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں اس طرح کی جاتی ہے۔

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔"

بہرحال اللہ کے سارے نبیوں، رسولوں اور ان کی راہ پر چلنے والے سب مقبول بندوں کا راستہ یہی ہے اور اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی ہدایت سے محروم ہیں، اور جن پر اللہ کا غضب ہے ان کا راستہ یہ ہے، کہ وہ اللہ ذات وصفات کے یقین اور عبادت واستعانت سے بالکل بے پرواہ اور بے فکر ہو کر، صرف مادی لائنوں پر محنت کرتے ہیں۔"

۲۸۔ انبیاء علیہم السلام کا پیغام اور تجربہ یہ ہے کہ مسئلوں کا حل اور کامیابی نہ مال میں ہے، نہ حکومت میں، نہ اکثریت میں، بلکہ اللہ کے امر سے وابستہ ہوجانے میں اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرنے میں ہے، قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو واقعات بیان فرمائے گئے ہیں ان سب کا حاصل اور خلاصہ یہی ہے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور نمرود کا واقعہ، اسی طرح حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون وقارون کا واقعہ قرآن مجید میں پڑھیئے اور غور کیجیے، ان سب واقعات کی روح یہی ہے کہ اکثریت اور دولت حکومت کچھ نہیں، اصل چیز اللہ کا فیصلہ اور اس کی مدد ہے اور وہ ان بندوں کے ساتھ ہے، جو اس کے ہو جائیں اور اس کی راہ میں قربانیاں دیں،

۲۹۔ اللہ کی مدد ذاتوں اور شخصیتوں کی وجہ سے نہیں آتی بلکہ ان کے اعمال

اور اخلاق اور اوصاف کی وجہ سے آتی ہے، اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مدد فرمائی، اسی طرح آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں اولیا کرام پر اللہ تعالےٰ کے جو انعامات ہوئے اور ان کی جو مددیں فرمائی گئیں وہ ان کی شخصیتوں کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کے اعمال اور خاص کر اللہ کے لئے ان کی قربانیوں اور دین کے راستہ کی ان محنتوں کی وجہ سے فرمائی گئیں، آج بھی جو کوئی اللہ کی وہ مددیں چاہے، وہ ان کے والے اعمال اور ان کی والی قربانی اور محنتوں کے راستہ پر پڑ جائے وہ اللہ کی مددوں کو آتا ہوا خود آنکھوں سے دیکھ لے گا،

اللہ کی نصرت اور غیبی مدد کا استحقاق اسی وقت تک رہتا ہے، جب تک نظر بس اللہ پر ہو اور یقین ہو کہ ہم سے اور کسی سے کچھ نہ ہوسکے گا. جو کچھ ہوگا صرف اللہ کی مدد اور اس کے کرم سے ہوگا، غزوۂ بدر اور خندق میں مسلمانوں کا حال یہ تھا، کہ اللہ کے سوا کوئی سہارا اور کوئی پناہ کی جگہ ان کے سامنے نہ تھی، اپنی کسی چیز پر ذرا بھی اعتماد نہیں تھا، اس لئے نظر صرف اللہ کے کرم اور اس کی نصرت پر تھی، تو پوری نصرت اور بھرپور مدد ہوئی، اور اس کے برخلاف غزوۂ اُحد اور غزوۂ حنین میں جب اپنی تعداد اور تیاریوں پر بھی کچھ اعتماد پیدا ہوگیا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مدد کا ہاتھ کھینچ لیا گیا۔

۳۰۔ مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت تو موجود ہے اس تبلیغی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں دین کی پوری روح اور حقیقت آجائے، ان میں دین کے منتشر اجزا موجود ہیں، تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ان میں پورا دین اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ آجائے

یہ چھ نمبر جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور جن کی مشق کرائی جاتی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح ترتیب کے ساتھ دین پر پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ

کے احکام اور آخرت کے ثواب و عذاب پر نظر رکھ کے زندگی گزارنا ان کا مزاج بن جائے ،

۳۱- آج دین کے جن احکام پر مسلمان عمل نہیں کر رہے ہیں خواہ وہ احکام کسی شعبہ کے ہوں ان پر عمل کرنے سے یا تو مسلمانوں کے مال پر زد پڑتی ہے یا جان وجسم پر، یا خواہشات پر، اس لئے ان احکام پر عمل کرنا ان کے لئے سخت مشکل ہو رہا ہے اور وہ اسلام کے ماننے کے باوجود، اس کے احکام کے خلاف زندگیاں گذار رہے ہیں ،

ہماری یہ جدوجہد جس کا نام تبلیغ ہے ، اور اس کے چھ نمبر بس اس مشکل کو حل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں ، اصل مقصد یہ ہے کہ ان نمبروں میں مسلسل مشغولیت اور ان کی مشق کے ذریعہ مسلمانوں کی زندگی کا رخ ان چیزوں کی طرف سے مڑ کر جن کی طرف پڑ گیا ہے ، اللہ کے اوامر اور احکام کی طرف ہو جائے ، اور پھر وہ اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں ، تکلیفیں اور نقصانات برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں ،

۳۲- ہمارے اس تبلیغی کام کا مقصد یہ ہے ، کہ مسلمان اللہ کے احکام کی پابندی والی زندگی گزارنے لگیں چھ نمبروں کی پابندی اور مشق سے ان میں یہ بات آ سکتی ہے لیکن ان نمبروں کے الفاظ سے جو مطلب عام لوگ سمجھتے ہیں اس سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا جو مطلب ہم سمجھتے ہیں ، اور بتاتے ہیں ۔

اس کے مطابق کرنے اور لگنے سے انشاء اللہ وہ بات پیدا ہو جائے گی ، کہ جسمانی تکلیفوں اور مالی نقصانوں کے باوجود اور نفس کی خواہشات کے خلاف ہونے کے باوجود لوگ اللہ کے احکام پر چلیں گے ،

۳۳۔ اسلام میں جن اعمال کا حکم دیا گیا ہے، اور جن کے عوض ثواب کا اور جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ چار قسم کے ہیں ایک وہ جن میں اللہ تعالےٰ کی نیابت ہے، مثلاً رحم کا حکم ہے، احسان کا حکم ہے، سخاوت اور فیاضی کا حکم ہے، عدل وانصاف کا حکم ہے، مجرموں کو سزا دینے کا حکم ہے ان اعمال اور اخلاق کی حیثیت یہ ہے، کہ دراصل تو یہ اللہ تعالےٰ کی صفات اور اس کے افعال ہیں، اور بندوں کو بھی حکم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق یہ اعمال کریں اور یہ صفات برتیں (تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہ)

دوسری قسم کے وہ اعمال ہیں جو دراصل نبیوں کے کرنے کے ہیں، اور اُمّتی ان کو پیغمبروں کی نیابت کے طور پر کرتے ہیں، جیسے دین کی دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش اور اس کے راستہ میں قربانی وغیرہ وغیرہ، یہ دراصل نبیوں والے اعمال ہیں اور نبی انہی کاموں کے لئے بھیجے جاتے ہیں امتی ان کے کاموں کو کر کے نبی کے مقصد کی خدمت کرتے ہیں، اور ان ہی کی نصرت اور نیابت میں ان راستوں پر محنت کرتے ہیں،

تیسری قسم وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالےٰ کے حضور میں" اپنی عبدیت اور بندگی" ظاہر کرنے کے لئے اور اس کے ذریعہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں، یہ شان عبادات کی ہے نماز، روزہ، حج، قربانی، ذکر وتلاوت وغیرہ عبادات اس قسم کے اعمال ہیں،

چوتھی قسم وہ اعمال ہیں جو دراصل" اپنی خواہشات اور بشری تقاضوں کے لئے" کئے جاتے ہیں، لیکن ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے احکام دیئے ہیں کہ ان کو اس طرح کرو اس لئے یہ بھی، دینی اعمال ہو گئے، مثلاً نکاح کرنا

بیوی بچوں کو کھلانا پلانا، کپڑے پہنانا، ان کو پیار کرنا یا خرید وفروخت اسی طرح کاشت کاری یا کار خانہ داری، یا محنت مزدوری یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق در اصل ہماری خواہشات اور بشری "ضروریات" سے ہے، لیکن، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق احکام دیئے کہ ان کو اس طرح کیا جائے اور ان میں بھی ثواب رکھ دیا، اب یہ بھی "دینی اعمال" ہو گئے، لیکن ان کے دینی اعمال اور قابلِ ثواب ہونے کی شرط ایک تو یہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے احکام اور اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطوں کے مطابق ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ ان کی وجہ سے وہ اعمال ضائع نہ ہوں جو ان سے مقدم اور زیادہ اہم ہیں، اب اگر ایک شخص اپنے کاروبار میں اور بیوی بچوں میں اس طرح مشغول ہوتا ہے کہ اس مشغولیت کی وجہ سے دین سیکھنے کے لئے اور ایمان ویقین حاصل کرنے کے لئے اور اپنی نماز کو حقیقی نماز بنانے کے لئے اور اللہ سے اپنے تعلق کو صحیح کرنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا تو اس کا بیوی بچوں کو پالنا اور کاروبار میں مشغول رہنا ہرگز دینی عمل نہیں ہے بلکہ سراسر وبال ہے اور "اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" کا مصداق ہے۔

۴۳- محنت کے دو میدان ہیں، ایک زمین اور زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں دوسرے ایمان اور ایمان والے اعمال۔

پہلی محنت کا معاوضہ دنیا میں ملتا ہے، لیکن ایسا نہیں ملتا کہ محنت کرنے والے اس پر خوش اور مطمئن ہوں۔

دوسری محنت کا معاوضہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بھرپور دیگا یہاں جو کچھ نظر آتا ہے وہ بہت ناقص ہے، بیچاری آنکھ کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی صرف صورت کو دیکھ سکتی ہے، حقیقت کو نہیں، کسی جسمانی

چیز کی صرف اوپر سے نظر آنے والی سطح اور شکل کو دیکھ سکتی ہے اس کی روح کو نہیں دیکھ سکتی حد یہ ہے کہ خود اپنے کو نہیں دیکھ سکتی، اللہ کا غیبی نظام جو نظر نہیں آتا وہ لاکھوں کروڑوں درجہ زیادہ وسیع ہے پھر آنکھ نہ کسی چیز کو اول دیکھتی ہے، نہ آخر، صرف اس کا حال دیکھتی ہے ہر چیز شروع میں مٹی تھی آخر میں پھر اس کو مٹی ہونا ہے، آنکھ نے نہ اس وقت کو دیکھا جب کہ وہ پہلے مٹی تھی نہ وہ اس وقت کو دیکھ رہی ہے جب وہ پھر مٹی ہوگی، بلکہ صرف اس کو موجودہ شکل میں دیکھا ہے۔ جب کسی چیز کو دیکھو تو سوچو کہ کچھ نہیں یہ پہلے مٹی تھی اللہ کی قدرت سے اسکی شکل یہ بن گئی ہے، اور پھر ایک دن اس کو مٹی ہو جانا ہے، پھر اپنے بارے میں بھی یہی سوچو،

قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے رکھے گئے ہیں اس کی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ جب پہلے سجدے میں جائے تو یاد کرے کہ میں اسی زمین کی مٹی سے بنایا گیا ہوں، پھر دوسرے سجدے میں یاد کرے کہ زندگی کی میعاد ختم کر کے مجھے پھر اسی زمین کا پیوند ہو جانا ہے اور پھر اس سے اُٹھ کر اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے

****

آخری تقریر

مُسلمانوں کو اُمّت بننے کی دعوت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۶ ذیقعد مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۶۵ء منگل کے دن بعد نماز فجر رائیونڈ ضلع لاہور میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی (یہ آپ کی زندگی کی اہم آخری تقریر تھی) یہ تقریر مولانا عبدالعزیز صاحب پھلتوی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے، یہ پوری تقریر کافی طویل تھی ناظرین کی سہولت فہم کے لئے کسی قدر اختصار اور لفظی ترمیم کے ساتھ اس کو ذیل میں درج کر رہے ہیں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کا کوئی اہم حصّہ چھوٹنے نہ پائے، حضرت مولانا مرحوم نے حمد و صلوٰۃ کے بعد خلاف عادت تقریر اس طرح شروع فرمائی،

"دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا، اللہ تعالےٰ اسے چمکائیگا ورنہ اپنے پاؤں پہ کلھاڑی ماریگا یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں، اب مسلمان اپنا امت پنا یعنی امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ بھی

ساری دنیا پر بھاری تھے، ایک پکا مکان نہیں تھا، مسجد تک پکی نہیں تھی، مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داری رضی اللہ عنہ ہیں، وہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں، اور ۱۰ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جب یہ سب ہو گیا اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے، وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور امت بن چکی تھی پھر یہ امت دنیا میں اٹھی جدھر کو نکلی ملک کے ملک پیروں میں گرے۔

یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا، مال وجائداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا، بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ ورسول کیا فرماتے ہیں امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ ورسول کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں، جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی، امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں ہزاروں "قوموں" اور علاقوں سے جڑ کر امت "بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے، اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے یہود ونصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے، اگر مسلمان اب پھر مسلمان بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی، ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو اللہ کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا

سکیں گے ،

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا ہے اور مر رہا ہے کہ اس نے امت پن کو ختم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے ، میں یہ غم کی باتیں کہہ رہا ہوں ۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ امت کیا ہے ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح امت بنائی تھی امت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو ، ذکر ہو مدرسہ ہو ، مدرسہ کی تعلیم ہو ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کرلو ، لیکن میری زبان نہ کاٹو تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا قاتل میری امت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت ترین آدمی ہوگا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھدی ، حالانکہ انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا تو جو باتیں ابن ملجم اور ابوالفضل و فیضی میں تھیں وہ امت بننے کے لئے اور اللہ کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے ، وہ جب سرحدی علاقہ میں پہونچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنا لیا تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ ہیں ، ان کی بات یہاں کیوں چلے ، انہوں نے نے ان کے خلاف بغاوت کرائی ، ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کر دیے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر امت پن کو توڑ دیا اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا یہ اللہ کا عذاب تھا ۔

یاد رکھو "میری قوم" اور "میرا علاقہ" اور "میری برادری" یہ سب امت کو توڑنے

والی باتیں ہیں اور اللہ تعالےٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دب نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجہ میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہو جاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا،

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ؛ رمیناہ بسہم فلم یخط فوادہ[1]

اس واقعہ نے مثال قائم کر دی اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر" امت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالےٰ اس کو توڑ کر رکھ دیگا،

امت جب بنے گی جب امت کے سب طبقے بلا تفریق اس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کر گئے ہیں اور یاد رکھو امت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاملات اور معاشرت کی خرابیاں ہیں ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف پہونچاتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت پنا ٹوٹتا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی، امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ تب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا، اس وقت امت بنی ہوئی تھی، یہ مشورہ کرنے

---

[1] ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا ہم نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا، جو ٹھیک اس کے دل پر لگا،

والے کسی ایک ہی قبیلہ یا ایک ہی طبقہ کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اونچے خواص سمجھے جاتے تھے، انہوں نے مشورہ سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ والوں کو دیا جائے اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ والوں کو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ والوں کو اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے، جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا اس امت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور آپ کے صدقہ میں مل رہا ہے، اس لئے بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تعلق کو معیار بنایا جائے، جو نسبت میں آپ سے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے، جو دوم سوم چہارم نمبر پر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے، اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے اس کے بعد عبد مناف کو پھر قصی کی اولاد کو، پھر کلاب کی، پھر کعب کی پھر مرۃ کی اولاد کو، اس حساب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور اس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلہ کو اتنے پیچھے ڈال دیا، اس طرح بنی تھی یہ اُمّت!

امت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو پھوٹ نہ پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی دیا جائے گا، جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا، مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا، کیونکہ اس کی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی، اس سے کہا جائے گا پہلے اپنے اُس ایک لفظ کی سزا بھگت لے جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہونچا ہے، اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز روزہ، حج وغیرہ کی کمی ہوگی اور وہ اللہ کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا، وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل سے ہے، اس کو بتایا جائے

گا تو نے فلاں موقعہ پر ایک بات کہی تھی، جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہو گیا یہ سب تیرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے، امت کے بنانے اور بگاڑنے میں جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے، یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے، اور پھاڑتی بھی ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے۔ اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے، اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے۔ کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ اللہ ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج، ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اوس وخزرج شیر وشکر ہو گئے یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کسی طرح ان کو پھر لڑایا جائے ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے ایک سازشی آدمی نے ان کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کر اشتعال پیدا کر دیا پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں، پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے جا کر کہا آپ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے آپ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا، دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا، دونوں روئے اور گلے ملے۔

اور یہ آیتیں نازل ہوئیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا

وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ الخ :-

(اے مسلمانوں خدا سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرمانبردار بندے بنے رہو)

جب آدمی ہر وقت اللہ کا خیال رکھے گا اس کے قہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اس کی تابعداری کرے گا تو شیطان بھی اسے نہیں بہکا سکے گا، اور امت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی،

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا،

یعنی اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور امت پنے کی صفت کے ساتھ مل جل کر دین کی رسّی کو تھامے رہو، اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقہ کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو، اور اللہ کے اس احسان کو نہ بھولو کہ اس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آرہی تھی تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا، شیطان تمہارے ساتھ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا کام ہی بھلائی کی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور فساد سے روکنا ہو " وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ "

امت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور مقصد ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کی خیر کی طرف بلائے، ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستہ

پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے، نمازوں پر محنت کرے، ذکر پر محنت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم پر محنت کرے، برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے امت ایک امت بنی رہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ط

یعنی جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ راہوں پہ چل کے اختلاف پیدا کریں گے اور امت کے امت پن کو توڑیں گے، تو ان پر اللہ کی سخت مار پڑے گی، أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ٥

دین کی ساری تعلیم اور ساری چیزیں جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں نماز میں جوڑ ہے، روزہ میں جوڑ ہے، حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبان والوں کا جوڑ ہے تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بغض و حسد، غیبت چغل خوری توہین وتحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں روسیاہ ہوں گے، يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ٥ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ٥

وجنہوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہوگا، وہ قیامت کے دن قبروں سے کالے منہ اٹھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان و اسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستہ پر چلتے رہے ہوں گے، ان کے چہرے نورانی اور

چمکتے ہوئے ہوں گے اور ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے۔

میرے بھائیو دوستو! یہ سب آیتیں اس وقت اتری تھیں، جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور اُن کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا ان آیتوں میں "مسلمانوں کی باہمی پھوٹ" اور لڑائی کو "کفر کی بات" کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

آج ساری دنیا میں امت پن توڑنے کی محنت چل رہی ہے، اس کا علاج اور توڑ یہی ہے، کہ تم اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت میں لگاؤ مسلمانوں کو مسجد والی میں لاؤ وہاں ایمان کی باتیں ہوں تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں، دین کی محنت کے مشورے ہوں مختلف طبقوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقہ پر ان کاموں میں جڑیں، جب امت پنا آئے گا، ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے، جب بھی تین فرد بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے، چار، پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹواں اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے، اور ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت پن توڑنے کی، ہم کسی کی غیبت اور چغل خوری تو نہیں کر رہے ہیں، کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے ہیں یہ امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون اور فاقوں سے بنی تھی، اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر امت کو توڑ رہے ہیں، یاد رکھو نماز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں ہوگی جتنی امت کے توڑنے پر ہوگی اگر مسلمانوں میں امت پن آجائے تو دنیا میں ہرگز ذلیل نہیں ہوں گے، روس اور امریکہ کی طاقتیں بھی ان کے سامنے جھکیں گی، اور امت پن جب آئے گا، جب "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" پر مسلمانوں کا عمل ہو، یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے جب مسلمانوں میں "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" والی صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں "اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ"، یعنی کافروں کے مقابلہ

میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے،

میرے بھائیو دوستو! اللہ و رسول نے ان باتوں سے سختی اور شدت سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو، دو دو چار چار الگ کانا پوسی کریں اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کرسکتا ہے اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا، اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ » اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا گیا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ » اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کرکے معلوم کیا جائے، اور جو برائی کسی کی معلوم ہو گئی ہو، اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا اور غیبت کو حرام کہا گیا غیبت اس کا نام ہے، کہ جو واقعی برائی کسی کو معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے۔ « وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا » یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کرکے امت بننے کو توڑتی ہیں ان سب کو حرام قرار دیا گیا، اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے امت جڑتی اور بنتی ہے اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا، کیونکہ اس سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے، امت تب ہی بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں اس لئے مجھے عزت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کروں ان کا اکرام کروں

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو امت بنے گی اور امت بنے گی تو عزت ملے گی، عزت اور ذلت روس، اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے بلکہ اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے اور اس کے ہاں اصول

اور ضابطہ ہے، جو شخص یا قوم، خاندان، طبقہ، چمکانے والے اصول اور اعمال لا دے گا، اللہ اس کو چمکا دیں گے، جو مٹنے والے کام کرے گا، اس کو مٹا دیں گے، یہودی نبیوں کی اولاد میں اصول توڑ دے تو اللہ نے بھٹو کر مار کر ان کو توڑ دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے،

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں امت پنا آجائے ایمان ویقین آجائے، ذکر وتسبیح اور تعلیم والی اللہ کے سامنے جھکنے والی خدمت کرنے والی برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز واکرام کرنے والی امت بن جائے، بخوی نہ کرنے والی، نا: مانی نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر وتمسخر اور تجسس، غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے، اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہ محنت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہیئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں اور علاقوں طبقوں اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اصول کی پابندی کراؤ پھر انشاء اللہ امت بننے والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس اللہ نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے،

اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور فضا بنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا، اور حسب معمول دعا پر تقریر ختم ہوئی

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

دُعا

جن لوگوں نے حضرت مولانا مرحوم کو دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہیں سنا وہ بالکل اندازہ نہیں کر سکتے کہ کسی کا دعا میں یہ حال بھی ہوتا ہے اور کوئی اس طرح مجسّم دعا بن بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو جن نعمتوں سے نوازا تھا، ان میں سے ایک عظیم ترین نعمت حقیقتِ دعا تھی، ہماری، بڑی آرزو تھی کہ اللہ کے کسی بندہ نے کسی اجتماع میں مولانا کی دعا کو لفظ بہ لفظ لکھا ہوا اور وہ ہم کو مل جائے لیکن اس کی امید اسلئے نہ تھی کہ ان کی دعا کے وقت ہر شخص اپنے امکان کی حد تک ظاہر و باطن سے ان کی دعا میں شریک ہونا چاہتا تھا، اس لئے جو حضرات تقریر کو لفظ بہ لفظ لکھنا چاہتے تھے وہ دعا کا ایک لفظ بھی نہیں لکھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ ہمیں معلوم ہوا کہ مراد آباد کے آخری اجتماع میں آپ کی دعا کے وقت ایک صاحب نے خفیہ طور پر ریکارڈ مشین لگا کر آپ کی دعا ریکارڈ کرلی تھی، اس کی مدد سے آپ کی دعا لفظ بہ لفظ قلمبند کرلی گئی، اور وہ بالکل حضرت مولانا مرحوم کے الفاظ میں ایک لفظ کی کمی بیشی کے بغیر ذیل میں درج کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ مراد آباد کے ان

احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کو اہتمام اور محنت سے قلمبند فرماکر مرحمت فرمایا دعا میں جو الفاظ مکرر سہ کرر ہیں وہ اصل دعا میں اسی طرح ہیں،

درود شریف کے بعد بالجہر دعا اس طرح شروع فرمائی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الٓمّٓ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۰ یَآ اَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۰ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۰ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا رَبَّنَا یَا سَیِّدَنَا یَا مَوْلٰنَا وَخَالِقَ اَنْفُسِنَا وَیَا غَایَۃَ رَغْبَتِنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۰ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ ، یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَنَوَاصِیَنَا وَجَوَارِحَنَا بِیَدِکَ لَمْ تُمَلِّکْنَا مِنْھَا شَیْئًا فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ بِنَا فَکُنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَاھْدِنَا اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ رَسُوْلِکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنَا حُبُّہٗ عِنْدَکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنَا حُبَّکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَآءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَھْلًا اِذَا شِئْتَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْعِصْمَۃَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا کَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَہٗ وَلَا ضُرًّا اِلَّا کَشَفْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًی اِلَّا قَضَیْتَھَا یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِلَیْکَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَفِیْٓ اَنْفُسِنَا فَذَلِّلْنَا وَفِیْٓ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا وَمِنْ سَیِّئِ

الأخلاق نجنبنا وعلى صالح الأخلاق نقومنا وعلى الصراط المستقيم فثبتنا وعلى
الأعداء أعداءك أعداء الإسلام فانصرنا اللهم انصرنا ولا تنصر علينا اللهم
أكرمنا ولا تهنا اللهم آثرنا ولا تؤثر علينا اللهم زدنا ولا تنقصنا اللهم
امكر لنا ولا تمكر علينا اللهم ارحمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا اللهم
اشرح صدورنا بالإسلام اللهم حبب إلينا الإيمان وزينه في قلوبنا وكره
إلينا الكفر والفسوق والعصيان اللهم اجعلنا من الراشدين المهديين اللهم
اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم من النبيين والصديقين
والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا اللهم اهد أمة محمد صلى الله عليه
وسلم اللهم علمهم الكتاب والحكمة اللهم ألهمهم مراشد أمورهم
اللهم اجعلهم دعاة إليك وإلى رسولك اللهم ثبتهم على ملة رسولك
اللهم أوزعهم أن يشكروا نعمتك التي أنعمت عليهم وأن يوفوا بعهدك
الذي عاهدتهم عليه اللهم انصرهم على عدوك وعدوهم إله الحق
آمين اللهم اهد هذه البلدة اللهم اهد هذا الملك اللهم اهد هذه
الحكومة اللهم اهد الناس جميعا اللهم اهد الناس جميعا اللهم عليك
بمنادي اليهود والنصارى والمشركين اللهم عليك بأشداء هم على
الإسلام والمسلمين اللهم اقطع دابرهم اللهم خذ ملكهم وأموالهم اللهم
فل أسلحتهم اللهم أهلكهم كما أهلكت عادا وثمود اللهم خذهم
أخذ عزيز مقتدر اللهم أخرج اليهود والنصارى والمشركين من جزيرة
الحبيب سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم من جزيرة العرب اللهم أخرج
اليهود والنصارى والمشركين من جزيرة الحبيب سيدنا محمد صلى الله عليه
وسلم من جزيرة العرب، اللهم أخرج اليهود والنصارى والمشركين
من جزيرة الحبيب سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم من جزيرة العرب
اللهم أخرج اليهود والنصارى والمشركين من جزيرة الحبيب سيدنا محمد

صلى الله عليه وسلم من جزيرة العرب اللهم اخرج اليهودية والنصرا
نية والمجوسية والشيوعية والشرك عن قلوب المسلمين يا مالك الملك
تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتنزع الملك ممن
تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شيء قدير
اللهم ايد المسلمين في مشارق الارض ومغاربها بالامام العادل والخير
والطاعات واتباع سنن سيد الموجودات اللهم وفقهم لما تحب وترضى
واجعل اخرتهم خيرا من الاولى اللهم انصر الاسلام والمسلمين في المشارق
والمغارب اللهم اعز الاسلام والمسلمين في العرب والعجم

اللهم اعل كلمة الاسلام والمسلمين في المملكة الهندية وغيرها
من الممالك الملحقة اللهم ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة
وقنا عذاب النار اللهم انا نسئلك العفو والعافية والفوز في الدنيا والاخرة اللهم
احسن عاقبتنا في الامور كلها واجرنا من خزي الدنيا وعذاب الاخرة اللهم ارحمنا
بترك المعاصي ابدا ما ابقيتنا اللهم اعنا على تلاوة القران وذكرك وشكرك
وحسن عبادتك اللهم جنبنا الفواحش ما ظهر منها وما بطن اللهم جنبنا و
اولادنا واحبابنا واقاربنا وجميع المبلغين والمعلمين من الفواحش ما ظهر
منها وما بطن وجنبنا الحرام حيث كان واين كان وعند من كان وحل
بيننا وبين اهليه اللهم انا نسئلك من خير ما سئلك منه نبيك محمد
صلى الله عليه وسلم ونعوذبك من شر ما استعاذ لك منه نبيك محمد
صلى الله عليه وسلم اللهم انا نسئلك رضاك والجنة اللهم انا نسئلك
الجنة وما قرب اليها من القول والعمل اللهم انا نعوذبك من عذاب جهنم
ونعوذبك من عذاب القبر ونعوذبك من فتنة المسيح الدجال ونعوذبك
من فتنة المسيح الدجال ونعوذبك من فتنة المحيا والممات ونعوذبك

مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ وَالْمُغْرَمِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ تَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْ بِرًا
اَللّٰهُمَّ تَثْبِیْتًا كَتَثْبِیْتِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ تَثْبِیْتًا كَتَثْبِیْتِ مُوْسٰی عَلَیْهِ
السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ وَاقِیَةً كَوَاقِیَةِ الْوَلِیْدِ اَللّٰهُمَّ وَاقِیَةً كَوَاقِیَةِ الْوَلِیْدِ اَللّٰهُمَّ
نَصْرًا كَمَا نُصِرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنُصِرَ اَصْحَابُهٗ اَللّٰهُمَّ
نَصْرًا كَمَا نُصِرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنُصِرَ اَصْحَابُهٗ اَللّٰهُمَّ نَصْرًا
مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنُصِرَ اَصْحَابُهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا
حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ
اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝

ترجمہ

اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ ہماری لغزشوں کو معاف فرما، اے اللہ ہم قصور وار ہیں ہم خطا کار ہیں ہم گنہگار ہیں ہم مجرم ہیں، ہماری ساری زندگی خواہشات کے اتباع میں گذر گئی، اے اللہ تعالیٰ ہم دنیا کو سامنے رکھ کر اس سے متاثر ہوئے، اور اسی کے یقین میں جذب ہو گئے اور اسی کے طالب بن گئے، اور اسی کے اندر اپنی ساری صلاحیتوں کو ہم نے ضائع کر دیا اے اللہ ہماری محنت کے بگڑ جانے کے اس جرم عظیم کو معاف فرما جس جرم عظیم سے ہزاروں خرابیاں ہم میں پیدا ہو گئیں اور ہزاروں ہمارے اندر کی دولتیں لٹ گئیں اے اللہ اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا جرم عظیم ہے ساری امت کے اس جرم عظیم کو معاف فرما اے اللہ ساری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جرم عظیم کو معاف فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس محنت پر ڈال کر گئے اس محنت کو چھوڑ کر ان محنتوں میں الجھ گئے، جن محنتوں سے نکال کر دہ گئے تھے اے خدا اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا سب سے بڑا جرم ہے اس کو خصوصیت کے ساتھ معاف فرما اور اس محنت کو چھوڑ دینے کی بنا پر پھر جتنے جرائم میں ہم مبتلا ہوئے ایک ایک جرم کو اپنے کرم سے معاف فرما اور

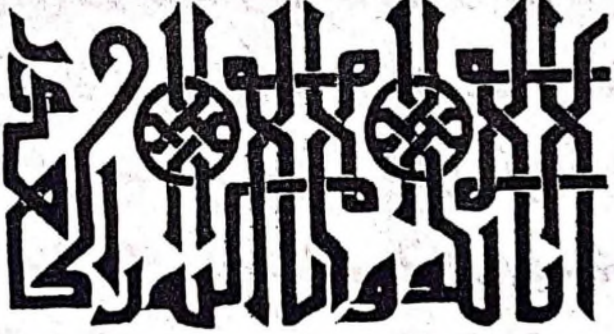
ایک ایک عصیاں کو معاف فرما ایک ایک گناہ کو معاف فرما اے اللہ کمائیوں کی لائن کی ہماری عصیان اور خرچ کی لائن کی ہماری عصیان اور معاشرت کی لائن کی ہماری عصیان، اے اللہ ہر لائن میں ہم عصیان کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں اے اللہ نکلنے کی ہمارے لئے کوئی صورت نہیں ڈوبا ہوا خود کہاں نکل سکتا ہے، جو ڈوبا نہیں ہے وہی نکال سکتا ہے اے اللہ ہم سب ڈوبے ہوئے ہیں اور تو ہی نکالنے والا ہے اے اللہ عصیان کے دریاؤں میں سے ہم کو نکال لے اپنے فضل سے نکال دے اپنے کرم سے نکال دے اور اپنے کرم سے نکال اے اللہ اپنی رحمت کی رسی ڈال اور ہمیں کھینچ لے اور ہمیں عصیان کے دریاؤں میں سے نکال دے اور ہمیں طاعت کی سڑکوں پر ڈال دے، اے اللہ ہمیں قربانیوں کی پہاڑیوں کی چوٹی پر پہونچا دے، اے اللہ ہمیں دین کی محنت کے لئے قبول فرما ہم سب کو دین کی محنت کے لئے قبول فرما اور اے اللہ

ہو قیصر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی محنت کے لئے قبول فرما لے علم کی محنت کے لئے ایمان کی محنت کے لئے عبادت کی محنت کے لئے ذکر کی محنت کے لئے اخلاق کی محنت کے لئے نمازوں کی محنت کے لئے حج کی محنت کے لئے روزوں کی محنت کے لئے زکوٰۃ کی محنت کے لئے ان سارے فرائض و عبادات کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقے پر آجانے کے لئے ہم سب کو اس کی پوری پوری توفیق کی محنت نصیب فرما۔ اے اللہ ہماری زندگی کے شعبوں کی بدعملیوں کو بھی دور فرما کمائی کی بدعملیوں کو دور فرما اور اعمال صالحہ کو گھریلو زندگی میں زندہ فرما، معاشرت کی بدعملیوں کو ختم فرما اے اللہ عدل و انصاف والے اعمال کو ہماری معاشرت میں زندہ فرما اے اللہ ہمیں نیک اعمال سے آراستہ فرما دے اور برے اعمال سے ہم کو نکال دے اے اللہ پاک جس قسم کے زمانے میں تو نے اس تبلیغ کے ذریعہ اس کلمہ و نماز پر محنت کی صورت پیدا فرما دی اور ہمارے تمام دوستوں کو اس پر جمع ہونے کی اور کہنے سننے کی اپنی راہ میں نکلنے کی توفیق دی اے اللہ جب تو نے اپنا کرم فرما کر اس کام کے کہنے

سننے کا رُخ پیدا فرما دیا، اور اس کام کی نقل و حرکت کا رُخ پیدا فرما دیا اے کریم اپنے کرم سے سب کو قبول فرمالے اللہ ان سب کی ایسی تربیت فرما کہ یہ نقل و حرکت تجھے پسند آجائے، تو ہی اپنے کرم سے، اس ترتیب کر، اور نقل و حرکت کی تربیت فرما تو ہی مربّی ہے۔ تو ہی تربیت کرنے والا ہے تو ہی تزکیہ کرنے والا ہے اور تو ہی پاک و صاف کرنے والا ہے اے اللہ اس نقل و حرکت کو قبول فرما اور کمائی گے، اعمال صالحہ کو زندہ فرما، گھر کی زندگیوں کی بدعملیوں کو دور فرما،، ——— (انتہائی رقت کے ساتھ) اے اللہ ان کو اخلاص نصیب فرما، اے اللہ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین نصیب فرما ہم سب کو یقین نصیب فرما ہم سب کو اپنے وعدوں پر یقین فرما، یا اللہ ہمارے عقیدوں کو درست فرما دے اور اس محنت کے لئے ہمارے اندر وہ جذبات پیدا فرما دے! اے اللہ جن قربانیوں سے اے اللہ یہ منی کے گندے قطرے کا بنا ہوا انسان تیرا دوست بن جاتا ہے اور جن قربانیوں سے تیرا محبوب بن جاتا ہے اے اللہ ان قربانیوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے اے اللہ جس کرم سے تو نے یہ کام اٹھایا اب اس کام کو تکمیل تک پہونچا دے گا، اس کام میں لگنے والوں میں دنیا کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے ملک و مال کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے، اقتدار کی ہوس ان کے دلوں سے نکال دے، دنیا کے نقشے کے بارے میں بے رغبتی ان کے دلوں میں پیدا فرما دے موت کی حقیقت ان کو عطا فرما، قناعت کی دولت ان کو نصیب فرما، اے اللہ صبر و اخلاص مجاہدے کی طاقت ان کو نصیب فرما، اے اللہ جس مجاہدے پر انسان اندر سے تیرے انوارات سے جگمگا جاتا ہے اور تیرے صفات اخلاق ان اعلیٰ مجاہدوں پر اے اللہ ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور اخلاق کی چوٹیوں پر انسان پہونچ جاتا ہے اے اللہ وہ مجاہدے کی دولت ہم سب کو نصیب فرما اے اللہ جس طرح تو نے یہ کام اٹھایا اس کام کو ہدایت کی پوری دنیا میں آجانے کا سو فیصد ذریعہ قرار دے دے، اے اللہ سارے انسانوں کے لئے اور سارے ملکوں کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے ہدایت ملنے

کا سبب اس کو قرار دیدے سارے زمانوں قوموں ملکوں میں اس محنت کے پہونچنے کے لئے قبول فرمالے یا اور یا اللہ ہدایت عام فرما ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ہمارے رشتہ داروں کو اور اس کام میں لگنے والوں کو ان کے متعلقین اور رشتہ داروں کو اور ان سے تعلق و محبت رکھنے والوں کو اس ہدایت میں سے نصیب فرما جو تو مجاہدین کو ہدایت دیا کرتا ہے، اور تو داعیوں کو ہدایت دیا کرتا ہے اور جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ہدایت نصیب فرمائی تھی اور تو نے انبیاء سابقین کو اور اولیاء اللہ کو ہدایت و قربانی عطا فرمائی تھی اے اللہ اس ہدایت سے ہم سب کو بھرپور حصہ نصیب فرما اے اللہ ان خالی ہاتھوں کو اپنے کرم سے بھر دے اور ان خالی دلوں کو اپنے کرم سے بھر دے اپنے عشق سے اور اپنی محبت سے ہدایت کا فرمان ہمارے لئے فرما دے، یا اللہ پوری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اے اللہ اے اللہ جو انہیں ضلالت کی طرف کھینچے ان کے ہاتھوں سے انہیں چھڑا دے اور جو انہیں ہدایت کی طرف کھینچے، ان کے ہاتھوں کی طرف ان کو منتقل کر دے، اے اللہ اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ مشرکین و ملحدین کے ہاتھوں سے چھڑا دے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر ان کو کھڑا کر دے، اے اللہ ان کے یقینوں کو ٹھیک کر ان کو ہدایت نصیب فرما، اسلام کی دولت ان کے سینوں میں اتار دے اور اپنا ذکر ان کے دلوں کو نصیب فرما دے اور دنیا کی بے رغبتی نصیب فرما کر علم دین سیکھنے کے مطابق زندگی گزارنے کی ہدایت نصیب فرما عام انسانوں کو ہدایت نصیب فرما، اس ملک کے بسنے والوں کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ اس ملک کے حاکم و محکوم کو یہاں کی اقلیت و اکثریت کو اے اللہ اس راستہ کی ہدایت نصیب فرما اے اللہ درندوں کی اور اژدہوں کی قسم سے جتنے انسان اور درندے انسان ہیں اور جن کو تجھے انسانیت سے نوازنا ہی نہیں اے اللہ ایسے ایسوں کو چن چن کر ہلاک فرما ایسوں کی زمینوں کو اس کے لئے پھاڑ دے، ایسوں کے مکانوں کو ان پر توڑ دے ایسوں سے نعمتوں کو اپنی چھین لے ایسی عبرتناک سزائیں عطا فرما کہ دنیا دیکھ لے کہ جو اپنی انسانیت کو بگاڑتا

ہے، اللہ اس کی صورتوں کو اس طرح بدلتا ہے، اے اللہ ظالم ترین مفسد ترین انسانوں کو چن چن کر ہلاک فرما، جن ناکوں کی ہدایت سے قوموں اور ملکوں میں ہدایت آئے ان کو ہدایت نصیب فرما، اور جن ناکوں کی اے اللہ ہلاکت سے قوموں اور ملکوں کے ضلالت و فساد ختم ہو جائیں اے اللہ اس کو چن چن کر ہلاک فرما دے، اے اللہ لوٹ کھسوٹ کے ماحول کو ختم کر، ظلم و ستم کے ماحول کو ختم کر، عدل و انصاف کے ماحول کو قائم کر اے اللہ ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما ہمارے مقروضوں کے قرضے کی ادائیگی فرما، ہمارے محتاجوں کی حاجتوں کو پورا فرما، ہمارے بیماروں کو تندرستی عطا فرما، جو آنکھ کے بیمار ہیں ان کو آنکھ کی شفا عطا فرما، اے اللہ جو معدے کے بیمار ہیں ان کے معدے کو شفا عطا فرما اور جتنے آدمیوں نے اس جلسے میں ہم سے دعاؤں کے لیے کہا یا آج تک اس سے پہلے ہم سے دعاؤں کو کہا یا آئندہ ہم سے دعاؤں کو کہیں اے اللہ سب کی حاجتوں کو پورا فرما اور سب کی پریشانیوں کو ختم فرما اے اللہ اس جلسہ کو سارے ہی انسانوں کے لئے اور سارے عالم کے لئے اس جلسہ کو انتہائی باعثِ خیر و برکت، باعثِ رشد و ہدایت، باعثِ لطف و رفعت اور باعثِ فلاح و فوز اپنے لطف و کرم سے فرما، ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما ان نکلنے والوں کو اپنے کرم سے قبول فرما، آمین۔



اخبار و افکار

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ایسی نہ تھی جس سے دنیائے اسلام کو صدمہ نہ ہوتا جو جہاں تھا رنج وغم کی تصویر تھا ہزاروں نے اظہار افسوس کیا تعزیتی جلسے کئے، غرض کہ جس عنوان سے بھی بن پڑا اظہار غم کیا، اور اپنے جذبات کو تسکین دی،

یوں تو آج کل دنیا ظاہر داری کی طرف بہت جا رہی ہے آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ حکومتوں کی آپس میں لڑائیاں ہوتی رہی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے کی خوشی پر مبارک باد اور حادثوں پر تعزیت بھی ہو رہی ہے لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ حضرت جی کے بارے میں جس نے جو کچھ فرمایا وہ قلب کی گہرائی اور خلوص نیت سے تھا آخر کیوں نہ ہوتا مرحوم کسی کے نقصان میں تھوڑا ہی تھے،

سطور ذیل میں مختلف حضرات کے تعزیتی بیانات اور اخبارات کے اداریوں کا عطر پیش کیا جا رہا ہے، شروع میں تبرکاً حضرت شیخ الحدیث کے چند کلمات پیش ہیں اگرچہ ان کو تعزیتی بیان یا کسی ذات کا اظہار عقیدت نہیں کہا جا سکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان بڑے حضرات کی نظریں چھلکے پر نہیں مغز پر ہوتی ہیں یہ حضرات ظاہری ٹیپ ٹاپ سے ہمیشہ مجتنب رہتے ہیں پھر حضرت جی کی زندگی نے ہمارے لئے جو کچھ چھوڑا ہے، اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ہر حال میں دعوتی و اصلاحی پہلو نمایاں رہنا چاہئے وہی چیز حضرت شیخ الحدیث کے بیان میں ہے

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

نمائندہ الجمعیۃ دہلی کے سوال پر آپ نے ارشاد فرمایا، "میرے عزیز، ہم بوریہ نشین کوئی پیغام وغیرہ دینے کے عادی نہیں ہیں مگر اس موقعہ پر میرا یہ پیغام بذریعہ الجمعیۃ عام مسلمانوں تک پہونچا دو کہ جس کام کے لئے مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور ان کے والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی زندگیاں لٹا ڈالیں ہر شخص اس میں اسی لگن اور جذبہ اور جوش کے ساتھ لگ جائے بس یہی میرا پیغام ہے اور یہی تاثرات ہیں [۱]

مولانا اسعد مدنی

حضرت مولانا مرحوم کی موت ایک عالم کی موت ہے اس موت سے آپ کے لاکھوں عقیدت مندوں کو دلی صدمہ پہونچا ہے، آپ نے امیر جماعت کی حیثیت سے فرائض سنبھالنے کے بعد تبلیغ و اصلاح کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا روز و شب خدمت دین کے لئے سعی و جدوجہد میں مصروف رہے اور آپ نے اس مقصد کو کامیابی کی اعلےٰ منزلوں تک پہونچایا [۲]

مفتی عتیق الرحمٰن

حضرت مولانا مرحوم کی وفات دنیائے اسلام کا نقصان ہے لاکھوں انسان انہیں اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جس لگن اور ولولہ کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کی بے لوث خدمت کی ہے وہ اپنی مثال آپ تھے [۳]

مولانا مودودی

لاہور میں تعزیت کے لئے مولانا مودودی صاحب اپنے احباب کے ساتھ تشریف لائے تھے، مولانا انعام الحسن صاحب سے ملاقات کرکے فرمایا "مولانا کی وفات سے امتِ مسلمہ کو بہت نقصان پہونچا ہے، یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ تبلیغی جماعت کے ابتدائی زمانہ میں مولانا موصوف نے ترجمان القرآن میں شاندار الفاظ میں اس کام کو سراہا

---

[۱] الجمعیۃ ۳ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ [۲] ایضاً ۱۴ اپریل ۱۹۶۴ء [۳] ایضاً

تھا،

حکیم عبدالرحیم اشرف

ہم اس دنیا کے رہنے والے ایک شخصیت کو اپنے لیئے اپنی ملت کے لئے اس دنیا کے بسنے والوں کے لیئے اور بالآخر اللہ کے دین برحق کے لئے اور اس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس عظیم شخصیت کے بلاوے پر ہزاروں لاکھوں انسان گھر بار چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے قلوب میں ایمان کی تخم ریزی اور اعمال صالحہ کی آبیاری کے لیئے دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔ جس شخص کی ایمان کی حرارت نے شرق و غرب اور عجم و عرب میں ایک حرکت پیدا کردی ہے، اس شخص کا موجود رہنا ازبس ضروری ہے اگر یہ نہ رہا تو کام رک جائیگا نہیں تو کمزور تو ضرور پڑ جائے گا، اور نہیں کہا جاسکتا کہ کب وہ دانائے راز آئے گا، جو پھر سے ایمان کی منادی دے اور اس کے جواب میں آمنّا کی ایمان خیز صدائیں بلند ہوں یہ درست ہے کہ اللہ کی رحمت کی جانب منتقل ہونے والا وہ عظیم انسان تھا، اس کو خلاقِ ازل نے محیر العقول قبولیت سے نوازا تھا اس کی زبان میں بے پناہ تاثیر ودیعت فرمائی تھی، اور اس کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے عالم اسلام میں حیاتِ نو کے آثار دکھائی دینے لگے تھے لیکن ان کی عظمت کو اس کی عظمت سے کیا نسبت جس کے لاکھوں غلاموں میں سے ایک غلام محمد یوسف نوراللہ مرقدہٗ تھے [۱]

الجمعیتہ دہلی

حضرت مولانا نوراللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات دنیائے اسلام کا وہ نقصان ہے کہ جس کی تلافی کے لئے کوئی شکل نہیں ہے، مرحوم کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے جس کام کو شروع کیا تھا اسے آفاقی بنانے میں آپ نے تن من دھن کی بازی لگادی ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ جو بزرگ بھی آپ کے جانشین مقرر ہوں وہ ان کے مشن کو نہ صرف پورا کریں بلکہ اور آگے بڑھائیں [۲]

---

[۱] المنبر ۱۳،۶ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ [۲] الجمعیتہ ۵ راپریل ۱۹۶۵ء

دعوت دہلی

جس نے یہ خبر سنی وہ مہر بلب تھا کہ یہ کیا ہو گیا دل میں کچو کے چبھنے لگے کہ رشد و ہدایات کی وہ آواز کہ جس نے کلمہ و نماز کی دلوں میں لگن پیدا کر دی تھی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی، کلمہ و نماز کی تبلیغ مولانا مرحوم کی زندگی کی واحد دلچسپی تھی اسی کے لئے آپ کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا تھا سفر و حضر ہر جگہ یہی کام آپ کی تگ و دو کا محرک بنا اسی کام کے لئے آپ لاہور تشریف لے گئے تھے، [سه]

مدینہ بجنور

جو لوگ حضرت جی رح سے ایک بار بھی مل لئے ہیں اور تھوڑی دیر بھی ان کے پاس بیٹھ لئے ہیں، اس حقیقت سے آشنا ہوں گے، کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے موصوف کی شخصیت میں بلا کی کشش اور جاذبیت ودیعت کر دی تھی پہلی ہی نظر میں ان سے محبت پھر عقیدت ہو جاتی تھی، اور پھر دو چار ملاقاتوں کے بعد تو ایسا محسوس ہونے لگتا تھا، کہ ملنے والا حضرت جی کے قریبی عزیزوں ہی میں سے ہے، یہی شخصیت کی وہ ساحرانہ جاذبیت تھی کہ جس کی بنا پر نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عالم اسلام کے اندر پھیلے ہوئے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو حضرت جی کے اچانک انتقال سے دلی صدمہ ہوا ہے۔ [له]

ایشیا لاہور

مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال کتنا عظیم ملّی سانحہ ہے اس کا اندازہ ان کی دینی سرگرمیوں اور مصروفیات سے لگ سکتا ہے ان کے جلیل القدر والد مولانا محمد الیاس صاحب رح نے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ اس وقت شروع کیا تھا جب کہ میوات کے مشہور علاقے میں شدھی کی تحریک جاری تھی اور دین کے ابتدائی اصولوں سے بھی ناواقف ہونے کے باعث کفر کا آسانی سے لقمہ بن سکتی تھیں مولانا محمد الیاس صاحب رح نے اللہ تعالےٰ سے رہنمائی حاصل کر کے دہلی کے قریب ایک بستی نظام الدین کی ایک

سه دعوت ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء، له مدینہ ۱۹ اپریل ۱۹۶۵ء

مسجد کو مرکز بنا کر میوات کے علاقے میں اسلامی دعوت پھیلانے کے لئے ایک مخصوص عام فہم طریقۂ کار اختیار کیا جب ان کے بعد ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے حق نیابت ادا کر دیا ۵۲

آج کا میسور

مولانا کی ایک اچانک موت نے ہند و پاک کے تمام عقیدت مندوں اور قدر دانوں کو گرداب اضطراب میں غرق کر دیا، مرحوم کا تبلیغی کام نہ صرف ہندوستان اور عرب ممالک تک ہی محدود رہا بلکہ یورپ کے اکثر ممالک امریکہ، جاپان، انڈونیشیا اور افریقہ وغیرہ تک اس کے اثرات و برکات ظاہر ہونے لگے ہیں ۵۳

ترجمانِ اسلام لاہور

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں، ہر وقت اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہتی تھی، ان کے متبعین کو خارق عادات حالات پیش آتے ہیں یہ سب باتیں ان کی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں حضرت مولانا کی عمر صرف ۴۸ سال تھی مگر اللہ تعالےٰ نے اس جوان کی نوکری اتنے عرصہ کے لئے لگا رکھی تھی جس میں توسیع نہیں ہو سکتی تھی، جب چاہا پاس بلا لیا ۵۱

آزاد ہند کلکتہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ مشہور عالم دین اور تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے صاحبزادے تھے، آپ نے اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اسے بہت دور تک پھیلایا جس کا دائرہ عمل برصغیر ہند و پاک سے نکل کر دنیا کے دوسرے ملکوں تک پھیل گیا، آپ کی تبلیغی جماعت سے لاکھوں مسلمان وابستہ ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں آپ کے عقیدتمند موجود ہیں، آپ کی وفات سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ایک سرگرم عمل مجاہد اٹھ گیا، ۵۲

---

۵۱ ۹ر اپریل ۱۹۶۵ء ۵۲ ایضاً ۱۲ر اپریل ۱۹۶۵ء ۵۳ آج کا میسور "ٹیپو سلطان نمبر"

بیباک سہارن پور

تاریکی کے بعض بھیانک دور سے آج کی دنیا گزر رہی ہے اور اس کے مقابلے کے لئے رحمت خداوندی نے جو شمع ہدایت روشن کی ہے اس کے دفعتاً گل ہو جانے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلامیان ہند کے لئے یہ پہلا اور نیا سانحہ ہے اور دنیائے انسانی کو پہلی بار تاریکی نے گھیر لیا ہے [۱]

انقلاب بمبئی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تبلیغی کاموں کو جس جوش اور ولولہ کے ساتھ آگے بڑھایا تھا یہ ان کی زندگی کا کامیاب ترین کارنامہ ہے والد مرحومؒ نے اپنی ساری زندگی ایک علاقہ کی اصلاح پر صرف کر کے دینداروں کی ایک جماعت تیار کی تھی جس نے ہندوستان میں گھوم گھوم کر دین کا کام کیا اور مرحوم صاحبزادے نے اپنے عزم اور ارادہ کی برکت سے اسے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچایا یا اخلاص للہیت، دین کی سچی تڑپ اور اسلام پر فدائیت کا جو رنگ مولانا مرحوم پر تھا وہ انہی کا حق تھا، ان کے ساتھ ساتھ ختم ہو گیا [۲]

ندیم بھوپال

مولانا مرحوم پیکر عمل تھے اور یہی روح انہوں نے اپنے متوسلین اور عقیدتمندوں میں پھونکی تھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مشن کو جس حسن و خوبی کے ساتھ حضرت جیؒ نے بڑھایا تھا، وہ انہیں کا حصہ تھا، ان کی ذات کے ساتھ تبلیغی جماعت کے کارکنوں کو جو والہانہ شیفتگی پیدا ہو گئی تھی کسی دوسری شخصیت کے ساتھ جذبات کا جڑنا محال امر ہے، اور لاکھوں عوام کی یہ عقیدت بجائے خود بہت بڑی بات ہے۔

جن لوگوں نے مولانا کی تقریریں سنی ہیں، اور خاص طور پر ان کی دعاؤں میں شرکت کی ہے وہی صحیح کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہیں دعا کا اعلان ہوتے ہی مجمع مسجد کی طرف بے قرار ہو کر اس طرح دوڑتا تھا کہ جیسے کوئی غیبی طاقت انہیں پکڑ کر کھینچ رہی ہے

[۱] ۷ر اپریل ۱۹۶۵ء [۲] ۵ر اپریل ۱۹۶۵ء [۳] ۵ر اپریل ۱۹۶۵ء

دعا میں سینکڑوں لوگ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دیا کرتے تھے ؎۲

برہان دہلی

مولانا ہند و پاک کے اکابر علماء میں سے تھے مطالعہ تحریر و تصنیف کا ذوق فطری تھا، ہزاروں مصروفیتوں کے باوجود روزانہ چند گھنٹے مطالعہ ضرور کرتے اور لکھتے تھے "حیاۃ الصحابہ" کے نام سے عربی زبان میں ایک ضخیم کتاب تین جلدوں میں "دائرۃ المعارف" حیدر آباد دکن کی طرف سے شائع ہو چکی ہے علم و عمل اخلاق و عادات اور تقویٰ و طہارت میں علمائے سلف کا نمونہ تھے لیکن ان کا نہایت عظیم الشان کارنامہ جو مسلمانوں کے موجودہ حالات میں ایک نہایت اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے جاری کئے ہوئے تبلیغی کام کو اور اس کے نظم و نسق کو باقی رکھا بلکہ اسے ترقی دیکر کہیں سے کہیں پہونچا دیا اور پھر اسی شان اور وضع کے ساتھ ؎۳

الرحیم حیدر آباد (سندھ)

اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے کام کو آپ نے بڑی خوبی سے جاری کیا تھا اور آپ کی کوششوں سے اس میں کافی توسیع بھی ہو گئی تھی، دہلی کی نظام الدین اولیاء کی چھوٹی سی بستی سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی بابرکت ذات سے اشاعتِ اسلام کا جو چشمہ جاری ہوا تھا مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی کے دور میں اس حلقہ کی فیضان کی حدیں بہت دور دور تک پھیل گئیں یہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہے جو یقیناً رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہو گی،

معارف اعظم گڈھ

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات پوری ملت اسلامیہ کا حادثہ ہے اس وقت ہندوستان کی تمام جماعتوں میں تبلیغی جماعت اپنے اثرات

۱؎ ۶ اپریل ۱۹۶۵ء ۲؎ ۹ اپریل ۱۹۶۵ء ۳؎ ۵ اپریل ۱۹۶۵ء ۴؎ ۷ اپریل ۱۹۶۵ء

اور نتائج کے لحاظ سے سب سے زیادہ مفید کام انجام دے رہی ہے، اس نے لاکھوں نامسلمانوں اور منکروں کو مسلمان اور مسلمانوں کو مومنِ کامل اور اسلام کا مبلغ بنا دیا اس کے قافلے ساری دنیا میں رواں دواں ہیں، جس کی مثال قرونِ اولیٰ کے بعد نہیں ملتی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس بارِ امانت کو سنبھالا اور لگن سے چلایا اس کا دائرہ ایشیا سے نکل کر افریقہ اور یورپ تک پھیل گیا لہ

الفرقان لکھنؤ

دین کے احیار کی وہ تحریک جسے تبلیغی کام سے موسوم کیا جاتا ہے، جو شخص بھی اس کی جس قدر افادیت کا قائل ہے اسی قدر رنج والم کے ساتھ اس نے یہ خبر سنی ہوگی، کہ اس کام کے سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اچانک وفات پائی اور احیاء دین کی جد وجہد میں وہ مثالی شخصیت جس کے جذبۂ عمل کے مشاہدے اور جس کے انفاس گرم کی تاثیر سے کتنوں ہی کو ہمہ سوز و ہمہ عمل ہو جانے کی توفیق ملی وہ آج راہ خدا کے ان دیوانوں کے درمیان موجود نہیں ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ÷ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما ؎

فاران کراچی

خانقاہی اصطلاح میں جسے شیخ وقت کہا جاتا ہے یہ لقب حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو ہر طرح زیب دیتا ہے مولٰنا مرحوم جہاں جاتے روزے نماز کے چرچے اور اللہ کے ذکر سے ماحول منور اور معطر ہو جاتا تھا، ان کے وعظ کا خاص انداز تھا، سادہ لب ولہجہ مگر پُرسوز اور اثر انگیز ؎

ندائے ملت لکھنؤ

ندائے ملّت لکھنؤ نے اپنی ۹ر اپریل ۱۹۶۵ء عیسوی کی اشاعت میں لکھا ہے،
ایک ایسے داعی کا انتقال جس کا پوری دنیا میں ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔
ایک ایسے مجاہد کا انتقال جس نے بیس سال میں سینکڑوں سال کا کام کیا،

لہ معارف اپریل ۱۹۶۵ء رہ الفرقان اپریل ۱۹۶۵ء ؎ فاران جون ۱۹۶۵ء کراچی

؛ ایک ایسے مبلّغ کا انتقال جس کی ہمت مردانہ سے دنیا کے دور دراز گوشوں
؛ میں دینی دعوت و اصلاح کا پیغام پہونچ گیا،
؛ ایک ایسے عالم کا انتقال جس کی زندگی سرتا پا عمل تھی
؛ ایک ایسے روحانی پیشوا کا انتقال جو ہر دم میدان جہاد میں سرگرم کار رہا۔
؛ ایک ایسے بندہ کا انتقال جس نے اس چودھویں صدی میں قرن اوّل کے اسلام کا نمونہ پیش کیا،
؛ ایک ایسے امتی کا انتقال جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنت محمدیؐ کی جھلکیاں دکھلائیں
؛ ایک ایسے انسان کا انتقال ہے جس کی قوت کارکردگی کے سامنے سینکڑوں افراد کی اجتماعی کارکردگی ہیچ تھی۔
؛ ایک ایسے صاحب دل بزرگ کا انتقال ہے جس کا دل سوز تپش کی بھٹی تھا
؛ ایک ایسے معلم کا انتقال جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین سکھلایا آج حضرت جیؒ کے غم میں پورا عالم سوگوار ہے، کام ہوگا مگر کام کو فروغ دینے والا نہیں تحریک ہماری رہے گی مگر تحریک کو پھیلانے والا نہیں۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے آمین

الہامی تحریک

ملک کی مقتدر اور اسلامی سیاست کی واحد حامل جماعت جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے ہفت روزہ آرگن ترجمان اسلام نے حضرت جیؒ کی وفات کو "اسلامی دنیا کا عظیم نقصان قرار دیا ہے فاضل مدیر نے لکھا ہے۔

تبلیغی جماعت کی بنیاد اور اس کا طریقۂ کار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص القاء واشارات پر شروع ہوا تھا اور یہ ایسا بے ضرر اور مفید طریقۂ تبلیغ تھا کہ اس نے چند سالوں میں سارے عالم اسلام کی جھولیاں اسلامی تڑپ کے موتیوں سے

بھر دیں، یہ طریقہ کار بظاہر بڑا آسان اور بے ضرر ہے مگر نفس کشی اور ریاضت میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔"

ہر امیر و غریب، نیک و بد، نرم و درشت انسان کو خطاب کر کے اس کو مسجد میں لے جانا یہ بنیادی طور سے مسلمان بنا کر اسلاف کے ماحول سے خوگر بنا دینا معمولی کام نہیں ہے بڑے بڑے سرکاری افسر اور عہدیدار، اہل دفاتر اور اونچے اونچے دنیا دار بستر اٹھائے، تبلیغ دین کے نام سے گھر سے نکل کر سنتِ اسلاف کو زندہ کرتے ہیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہتی تھی ان کے متبعین کو خارق عادات حالات پیش آتے رہتے ہیں یہ سب باتیں ان کی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں،

ملک کے مشہور مذہبی اور اسلامی سیاست کے قائد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ' کا تبلیغ کے الیاسی یوسفی طرز پر تبصرہ اس کے بہترین اثرات کا اعتراف محتاج توضیح نہیں، خصوصًا مخطط جملے اس نیک تحریک سے متعلق آپ کے گہرے اعتماد اور اس کے متعلق جذبات کا مظہر ہیں

انقلاب انگیز نظام

ملک میں مذہبی دینی عربی مدارس کے وسیع حلقہ میں مدرسہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی کو علامہ محمد یوسف صاحب البنوری کی سرپرستی اہتمام اور شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے جو مقام حاصل ہے اور اس حلقہ میں جس امتیازی شان کا وہ حامل ہے وہ ارباب علم و تقوی سے پوشیدہ نہیں ہے مدرسہ مذکورہ کا ذمہ دار ماہنامہ "بینات" آپ کی محبوب تحریک کو انقلاب انگیز نظام قرار دیتے لکھتا ہے۔

"بینات کی کتابت ہو چکی تھی اور پریس میں کاپی جانے والی تھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ملی، اس حادثہ فاجعہ سے کلیجہ منہ کو آگیا مدرسہ میں فورًا

تعطیل کر کے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا اور ایک جلسہ تعزیت منعقد کیا گیا اور جلسہ کی قرارداد اور حضرت ممدوح کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں آئندہ ماہ کچھ لکھا جاوے گا اس وقت توجناب باری میں عرض ہے کہ اللہ تعالے آپ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور درجات و مراتب بلند فرمائے اور کسی باصلاحیت شخص کو توفیق عطا فرمائے کہ جو تبلیغ کے اس مفید اور انقلاب انگیز نظام کو جاری رکھ سکے وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ،

(بینات بابت ذلقعدہ ۱۳۸۴ھ)

ایک بے نظیر اور عالم گیر نظام

مذہبی رسائل، اخبارات اور جرائد میں سب سے کثیر الاشاعت اور محبوب ترین بین المسالک والمشارب ہفت روزہ "خدام الدین لاہور" نے آپ کی وفات پر بھرپور صدمہ محسوس کیا اس نے عنوان قائم کیا، آسمانِ اصلاح و تبلیغ کا آفتاب غروب ہوگیا وہ اپنے غم بھرے اداریہ میں لکھتا ہے،

"آپ کی موت دنیا سے اسلام کا ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی آپ نے اسے (الیاسی طرز تبلیغ کو) آفاقی بنانے میں تن من کی بازی لگادی اور اتنے جوش و ولولہ کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا کہ دورِ حاضر میں اس کی نظیر ملنا محال ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے اتنے بڑے نظام کی سربراہی کے باوجود کہ جس کے ڈانڈے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے کسی کے سامنے امداد کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے نہ اشتہار بازی کی نہ پروپیگنڈا کے موجودہ طریقے اختیار کیئے، نہ بیانات اور انٹرویو سے دل چسپی لی، ہمیں رب العزت سے اُمید ہے کہ وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت جیؒ مرحوم کے مشن

اور صدقہ جاریہ کو جاری رکھے گا، اور وہ تمام راستے کھلے رہیں
گے جو ان کے ناخنِ تدبیر نے کھولے اور جن پر چل کر لاکھوں انسان
ذکرِ اللہ میں مگن اور آخرت میں مست ہیں“

(خدام الدین ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ)

حضرت جی مرحوم کے کمالات، آپ کی تحریک کے خصوصیات اور اس کی عام افادیت پر خدام الدین جیسے ذمہ دار مذہبی ہفت نامہ کے مندرجہ بالا مخطوط جملے محتاجِ تبصرہ توضیح نہیں ہیں اور اس کی صداقت، حقانیت اور اہمیت پر کھلی شہادت ہے۔

عالمی تنظیم

لائل پور کا خورد سال مگر تیز گام "لولاک" آپ کی تحریک کو عالمی تنظیم سمجھتا ہے وہ لکھتا ہے:-

آپ کا اور آپ کی جماعت کا مرکز دہلی میں نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تھا وہیں سے آپ تبلیغ کی عالمی تنظیم کا اہتمام فرمایا کرتے تھے،
تبلیغی جماعت اگرچہ ہماری روایتی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی طرح دفاتر اور عہدے داروں وغیرہ کی مرہونِ منت نہیں، تاہم وہ ایک جماعت کی حیثیت سے متعارف ہے جو نہ صرف برصغیر ہی میں بلکہ دنیا کے دوسرے اکثر ممالک میں بھی متعارف ہو چکی ہے اس کے وفود، امریکہ، برطانیہ، جاپان اور دوسرے یورپی اور افریشائی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے نہایت کامیاب طریقہ سے تبلیغ کرنے جاتے رہتے ہیں اور اس طرح یہ ایک غیر سیاسی خالص مذہبی عالمی تنظیم بن چکی ہے“

یہ صرف چند ایک ان دینی اور ملک و ملت کے اسلامی طرز پر خدمت کرنے والے اداروں کے تاثرات ہیں جو آپس میں عملی اختلاف اور طریق کار میں متفاوت ہونے کے باوجود اس پر متفق ہیں، کہ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین کا جو کام

کیا وہ نہایت اہم اور عمدہ کام ہے